



نوید وصل

از قلم فاطمہ احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(مکمل ناول)

نویدِ وصل

از فاطمہ احمد

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین



انجام و فایہ ہے جس نے بھی محبت کی

مرنے کی دعا مانگی جینے کی سزا پائی۔

"اتنا مارو اس (گالی) کو کہ یہ کبھی دوبارہ اس گھر میں گھسنے کی جرات کرنا تو دور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نا دیکھ پائے۔" نفرت سے بھرپور آنکھیں اپنے سامنے کراہتے ہوئے لڑکے پر نظریں جمائے وہ شخص غصہ سے غرایا تھا۔

"بچ۔۔ چاچو پلیز خدارا۔۔ ایسا مت کریں۔ بس مجھے ایک بار اس سے مل لینے دیں۔ وہ میری بیوی ہے چاچو۔۔ آپ مجھے اس سے ایسے۔۔ دور نہیں کر سکتے۔۔ پلیز چاچو۔۔ اسے اس وقت سب سے زیادہ میری ضرورت ہے۔ آپ تو جانتے ہیں ہم ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اس لیے میری ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا مت دیں۔" سو جھٹے ہوئے چہرے اور زخموں سے چور جسم کی پرواہ کیے بغیر اس لڑکا نے جلدی سے ان گنڈوں کے چنگل سے نکل کر اس شخص کے پاؤں کو جکڑا تھا۔

اس لڑکے کی حالت قابل رحم تھی۔ آنکھیں بس خون ٹپکانے کو تیار تھیں۔ روح پر لگے زخموں کے نشان اس کے جسم سے رستے خون سے نظر آرہے تھے۔

وہ تڑپ رہا تھا، مر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے جسم سے اس کی روح نکل رہی ہو اور سب بے بس تماشہ دیکھ رہے ہو۔

"پچھے کرو اپنے یہ گندے ہاتھ مجھ سے دو ٹکے کے لڑکے۔۔۔ اور یہ بار بار مجھے چاچو مت کہو" یہ کہتے ہی اس شخص نے لڑکے کے ہاتھوں کو جھٹکتے اسے پیچھے زمین پر دھکیلا تھا۔

"کیونکہ تمہارا چاچو تو اسی دن مر گیا تھا۔ جس دن تم نے میری بیٹی کے بھروسہ کو توڑا تھا۔ جانتے ہو وہ تمہاری وجہ سے موت سے بدتر زندگی گزار رہی ہے۔ اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں۔ اور ہاں اچھا کیا کہ تم نے یاد کروادیا کہ وہ تمہاری منکوحہ تھی۔ پرنٹیشن نہیں کرو اب نہیں رہے گی " نفرت، غصہ اور شدت غم سے چور لہجے میں کہتے وہ شخص تیزی سے اپنے بنگلوں میں گیا تھا اور کچھ ہی دیر ایک سفید رنگ کا کاغز لیے باہر آیا تھا۔

"یہ لو طلاق نامہ آج سے میری بیٹی سے تمہارا رہا سہا رشتہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ آج کے بعد کبھی اس طرف کا رخ مت کرنا کیونکہ اب سے تمہارا ہمارا کوئی رشتہ نہیں " ان کاغذوں کو اس لڑکے کے چہرے پر اچھالتے وہ شخص اپنے آدمیوں سے اسے گھسیٹ کر

باہر پھینکنے کا کہہ کر جا چکا تھا۔

وہ لڑکا تو لگتا تھا کہ شاید اس سفید کاغز کو دیکھتے ہی بے جان ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں ساکن ہو چکی تھیں۔ دل کی دھڑکن مدھم پڑ چکی تھی۔ اسے طلاق نامہ نہیں تھمایا گیا تھا بلکہ پھانسی کا پھندا پہنایا گیا تھا۔ جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی سانسوں کو روک رہا تھا۔ اوپر سے رہی سہی کسر سر پر لگنے والی چوٹ نے پوری کر دی تھی جو ان آدمیوں کے اسے سڑک پر دھکا دینے سے لگی تھی۔

اس کی ایک انجانے میں ہوئی بدترین غلطی اس کی محبت، اس کی روح کی مکین کو اس سے دور لے گئی تھی اور اب اس کے زندہ رہنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اسی لیے وہ بھی چپکے سے اس دنیا سے آنکھ موڑ گیا تھا۔ محبت کی دیوی نے اس دیوانے کے آنکھ بند کر لینے کے منظر پر ماتم منایا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @

آفتاب کی کرنیں ہر طرف اپنے پر پھیلا چکی تھیں۔ آسمان بھی ایک لمبے اندھیرے کے بعد انگڑائی لیے بیدار ہو چکا تھا۔ چرند اس منظر کے دیوانے ہوتے آسمان پر رقص کرنے میں محو ہو گئے تھے۔ ان پرندوں پر ایک وجد کا گمان سہہ ہو رہا تھا۔ ہوائیں ان کے

صوفیانہ اندازہ سے متاثر ہوتی، جنگلات اور نباتات کو بھی قدرت کے حسین منظر کی خوبصورتی بڑھانے کی دعوت دینے لگی تھی۔ درختوں کے پتوں نے دعوت قبول کر کے جھنکار پیدا کی تھی۔ ہر چیز بہت دلفریب تھی۔ اس منظر میں کھڑکی کو کھولتے، ہوا میں باہیں پھیلا کر شہر رنگ آنکھوں والی اس حسین پری نے ٹھنڈی ہوا کو اپنے اندر اتارا تھا۔ ایسا کرتے اس کے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے لب مسکرائے تھے۔ پھر اچانک ایک خیال کے آتے، وہ لڑکی تیزی سے مڑی تھی اور اس کمرے کے درمیان میں موجود بیڈ پر پڑے نفس کی جانب بڑھی تھی۔

"ضرار! آٹھ بج گئے ہیں۔ پلیز اٹھ جائیے نا ہمیں آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ ہم کب سے آپ کے اٹھنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اب ہم سے مزید انتظار نہیں ہوتا۔ آپ جانتے ہیں ناجب تک ہم آپ سے بات سنیں نہیں کر لیتے، تب تک وہ بات ہمارے پیٹ میں اچھلتی رہتی ہے۔ اس لیے پلیز اٹھیے نا۔" استحقاق سے بیڈ پر بیٹھتے وہ لڑکی اب ضرار کو اٹھا رہی تھی۔

دوسری جانب ضرار جس کی نیلگوں آنکھیں پاس بیٹھی لڑکا احساس پاتے ہی کھل چکی تھی۔ وہ اپنی میٹھی نیند (جو کبھی کبھی ہی بچارے کو نصیب ہوتی تھی) کو زبردستی دور

پھینکتے اٹھ بیٹھا تھا۔

"جی میری جانناں بتاؤ کس بات کی اتنی مجال ہوئی کہ وہ میری دوحہ کو پریشان کرے؟" سر اپا محبت بنا وہ شخص اپنی نیند سے بھری سحر زدہ آنکھوں کو اپنے سامنے بیٹھی دوحہ پر جمائے بولا تھا۔

"ضرار! اس بار کسی نے پریشان نہیں کیا بلکہ نے میں آپ کو خوشخبری دینی تھی۔" اپنے روئی جیسے نرم رخصاروں پر موجود اپنے کرلی بالوں کو ہٹاتے کر، وہ انہیں کان کے پیچھے کرتے اشتیاق سے بولی تھی۔ انداز تو ایسا بچکانہ تھا کہ اگر وہاں ضرار کی جگہ کوئی اور ہوتا تو قہقہہ لگا کر ہنستا کہ سترہ سالہ لڑکی نے خوشخبری دینی ہے۔ لیکن وہ تو ضرار تھا صرف دوحہ کا ضرار وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

دوحہ کی پر جوشی پر ضرار کے لب ہلکی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ عجیب بات تھی ناکہ مقابل کو زیر کر دینے قتل والی اس ہنسی میں اس وقت سامنے بیٹھی اس حسن کی پری کی ہی جھلک تھی۔ جو یہ ظاہر کر رہی تھی کہ ضرار کی اس مسکراہٹ پر صرف اس حسینہ کا حق ہے۔

"اچھا اور وہ کیا؟؟؟" دوحہ کے اشتیاق کو دیکھتے ضرار نے بھی دلچسپی دیکھائی تھی۔

"تو خوشی کی بات یہ ہے ضرار۔۔۔ میری لیونے۔۔" دوحہ نے سسپینس پھیلا تھا۔

دو چھوٹے چھوٹے بے بی دیے ہیں۔ "پھر ہار مانتے سسپینس جلد ہی ختم کیا تھا۔

"ہے ناکتنی زبردست بات ہے؟ ہائے یہ سوچتے ہوئے بھی کتنا اچھا لگ رہا ہے کہ

میری پیاری لیو میری جان کے بے بی آگئے ہیں۔ اب نامیں نے سوچ لیا ہے۔ بس میں

نے ان کو روز اپنے ہاتھ سے نہلایا کروں گی،، ان کو کھانا کھلاؤں گی اور پھر آپ ان کے

لیے اچھے اچھے کھلونے اور کپڑے لانا ہم مل کر انہیں پہنائیں گے اور ان سے کھیلیں

گے بھی، ٹھیک ہے ناضرار "خوشی سے چہکتی دوحہ نے ضرار کی بازو پر ہاتھ رکھتے

پوچھا۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دوسری طرف وہ پاگل دیوانہ اپنی سترہ سالہ چھوٹی سی بیوی کو بلی کے بچوں کی پیدائش پر

خوشی سے پھولے ناسماتے دیکھ، دوانگلیاں ہونٹوں پر رکھے دیوانہ وار دیکھ رہا تھا۔

یہی خوشی تو اس کی چلتی سانسوں کی ضمانت تھی۔ یقیناً اس کی جگہ کوئی عام شخص ہوتا تو

ضرور دوحہ کو پاگل سمجھتا لیکن وہ کوئی عام نہیں تھا وہ تو دیوانہ شہزادہ تھا۔ جس کی

سانسیں اپنی دوحہ کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر چلتی تھی۔

"ضرار اب آپ یوں بیٹھیں کیوں ہیں پلیز اٹھیے اور جلدی سے تیار ہو جائیں کیونکہ پھر

ہم شوپنگ پر چلیں گے۔ وہاں سے سیدھا میرے گھر جائیں گے۔ میں آپ کو پھر لیو کے بچوں سے ملواؤں گی" دوحہ ضرار کو اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

"جو حکم میرج جاناں! اچھا ویسے پہلے یہ بتاؤ تم ناشتہ کر کے آئی ہو یا ویسے ہی خوشی سے خالی پیٹ ہی بھاگی چلی آئی ہو۔" ضرار اچانک یاد آنے پر واش روم کی طرف جاتے جاتے رک گیا تھا۔

"او وہ یاد نہیں رہا۔ ویسے بھی بابا سوئے ہوئے تھے اور ملازموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو میرا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا۔" دوحہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا تھا۔ یہ وہ واحد چیز تھی جس کی وجہ اس کا ضرار اس سے ناراض ہوتا تھا۔

"حد ہے یار چلو تم انا کو اٹھا کر لاؤ میں بھی تب تک منہ دھو کر تم لوگوں کے لیے کچھ اچھا سہ بناتا ہوں" ضرار جلدی سے دوحہ کو ہدایت دیتے، خود منہ دھونے کی غرض سے واش روم کی طرف پلٹا تھا۔ دوحہ کی یہ لاپرواہی اسے بالکل بھی پسند نہیں تھی۔

دوحہ میڈم جو اپنے گھر میں موجود پاکستان کے بہترین شیف کا کھانا چھوڑ کر یہاں آئی تھی۔ ضرار کے ہاتھ کا کھانے کا سوچتے چہک اٹھی تھی۔ کیونکہ بھلے ہی وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کی اکلوتی بیٹی تھی جو ایک اعلیٰ ترین محل میں رہتی تھی۔ پھر بھی پسند

اسے یہ مڈل کلاس ضرار کا گھر ہی بھاتا تھا۔ آخر بھاتا بھی کیوں نا، اس کے ہر دل عزیز شوہر، کزن اور دوست کا گھر تھا۔ جس سے محبت دوحہ کی نس نس میں خون کی مانند دوڑتی تھی۔

@@a@a@a#@a@a

ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا، کبھی کوئی روشنی کی کرن نہیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ شاید وہ کسی اور ہی دنیا میں ہے جہاں صرف ہر طرف سیاہ کالی رات چھائی ہوئی ہے۔ خوف کی لہر نے اس کے اندر سنسناہٹ سی بھر دی تھی۔ دل کے دھڑکنے کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ وہ وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی لیکن اس کے پاؤں نجانے کیوں آگے ہی نہیں بڑھ پارہے تھے۔ پسینہ اس کے چہرے پر پھوٹنے لگا تھا اس لگا تھا کہ اس کا دل بند ہو جائے گا مگر اچانک۔۔۔۔۔

اسے اس اندھیری جگہ پر کسی کی سسکیاں سنائی دینے لگی تھی۔ لیکن کس کی؟؟ یہ سوال ہی بہت خوف ناک تھا۔ اس نے اپنا پورا زور لگا کر واپسی کی جانب دوڑ لگانی چاہی تھی کہ اچانک اس کے کانوں میں ایک التجاء گونجی تھی۔

"خدا دایسے مت جاؤ! سالوں سے میں تمہاری معافی کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ میری

روح بہت بے سکون ہے۔ پلیز خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے معاف کر دو اور میرے پاس لوٹ آؤ" اس آواز میں ایسا درد تھا کہ اس کے پاؤں جھکڑے گئے تھے۔ نجانے کیوں اس آواز نے اس کے دل کو غمگیں کر دیا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں خود بخود جاری ہو گئے تھے۔ وہ اپنی حالت سے لاپرواہ اس جانب دیکھنے لگی تھی جہاں سے آواز آئی تھی۔

وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ میں تو تمہیں جانتی نہیں ہوں تو پھر تم کس معافی کی بات کرتے ہو؟ کیا ہم کبھی پہلے ملے ہیں؟ لیکن۔۔۔

اس طرف اٹھتے ہی اسے اپنے سب لفظ بھول گئے تھے۔ کیونکہ اس اندھیرے میں ڈوبے شخص کی دو خون کے آنسوؤں بہاتی سرخ انگار و حشت سے بھری آنکھوں نے اس کے اندر ڈر اور خوف کی ایسی کیفیت پیدا کی تھی کہ اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

"آاا۔۔۔" وہ یک دم ہڑبڑا کر اٹھی تو کمرے میں موجود روشنی سے اس کی آنکھیں کچھ لمحوں کے لیے چندھیا گئی تھیں۔

"ڈی جے تم تھیک تو ہو یا؟ کہیں پھر سے وہی خواب تو نہیں دیکھا؟" ڈی جے کی آواز

ہیں۔ تاکہ پتہ کر سکیں کہ اس خواب کا چکر کیا ہے۔ لیکن پیچھلے پانچ سال سے میں ناکام رہی ہوں انہیں ڈھونڈ میں۔۔۔ اس خواب سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں نے اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی دربار بھٹکی ہوں۔ اور میری وجہ سے شاید تم بھی۔۔۔ میں سوچتی تھی کہ شاید اس شہر سے دوسرے شہر جانے پر وہ مجھے تنگ ناکریں پر وہ پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔ مجھے تو لگا تھا کہ شاید راولپنڈی کا پرسکون ماحول مجھ پر کچھ اچھا اثر کرے گا اور اس خواب سے میری جان چھوٹ جائے گی۔ جس نے مجھے سے میری نیند چھین لی ہے۔ لیکن میں بھول گئی کہ اس کمبخت خواب نے لنڈن میں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا تو وہ راولپنڈی میں کیسے چھوڑے گا۔ مجھے لگتا ہے کہ عنقریب میں پاگل ہو جاؤں گی۔ "ڈی جے بہت ڈسٹرب لگ رہی تھی۔

"ڈی جے! میری پیاری بہن یہ سب ایک وہم ہے اور محض کچھ نہیں ہے۔ مجھ تو لگتا ہے اس چڑیل زل نے تم پر جادو ٹونا کر دیا ہے۔ آخر تم نے اسے انڈسٹری میں ریپلیس جو کیا ہے۔ تمہارے آنے کے بعد انڈسٹری میں اس کی ویلیو کم ہو گئی ہے۔ اب تو ہر جگہ بس ڈی جے ڈی جے ہو رہی ہوتی ہے۔ ٹوٹر، انسٹا گرام اور تو اور فیس بک پر بھی تمہارے چاہنے والے تیس ملین کر اس کر گئے ہیں اور وہ ابھی تک دس ملین پر ہی اٹکی

ہوئی ہے۔ لوگ تمہارے گانوں کے دیوانے ہیں۔ اور وہ چڑیل تو چاہتی ہے کہ تم پیچھے رہ جاو بس اسی وجہ سے وہ یہ سب کر رہی ہے۔ اس لیے پلیز تم یہ سب سوچنا چھوڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ کیوں کہ سات بج گئے ہیں اور نوبے پھر تمہارے گانے کی ریکارڈنگ ہے۔ اگر ہم لیٹ ہوئے تو وہ ڈائریکٹر صاحب نے فون کھڑکا کھڑکا کر میری جان لے لینی ہے۔ ہائے بندہ اب کسی کی پرسنل اسسٹنٹ بھی ناہو۔ اور ہاں آخری بات پگلی تو تو میری جان ہے تیرے لیے میں ایک شہر سے دوسرے شہر تو کیا چاند پر بھی جانے کو تیار ہوں اس لیے اب یہ فضول باتیں چھوڑو اور تیار ہو جاو میں زرا اس زمل چڑیل کا کچھ سوچتی ہوں۔ "حمنہ جلدی سے ڈی جے کے کپڑے نکالتے ہوئے بولی تھی اس کی باتوں نے ڈی جے کا دھیان بٹا دیا تھا۔ اب وہ کافی حد تک خوب کے اثر سے باہر آ چکی تھی اور حمنہ کی باتوں کو انجوائے کرتے ہنس رہی تھی۔ بہنیں واقع میں نعمت ہوتی ہیں۔

"حمنہ ویسے یار تم ہو تو میری بڑی بہن لیکن کبھی کبھی میری دادا اماں لگتی ہو۔ جوہر بات پر مجھے ہدایت دینے سے باز نہیں آتی۔" ڈی جے شرارت سے کو پیچھے سے ہگ کر کے بولی تھی۔

"اللہ لا لہ الا لہ کی صرف تم سے دو سال ہی تو بڑی ہوں اور تم ہو کہ مجھے کیا سے کیا بنا رہی ہو۔ خدا سے ڈرو اور یاد رکھو کہ چھوٹے بہن بھائی بڑی بہن بھائیوں کے لیے اپنے بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے چھوٹوں کا برا نہیں چاہ سکتے اور میں بھی تمہیں دنیا میں ایک اعلیٰ مقام پر دیکھنا چاہتی ہوں میری لاڈلی سمجھی" حمنہ کی نم آنکھوں سے ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دے کر بولی تھی۔

پانچ فٹ قد، شفاف گندمی رنگت، بڑی بڑی غلافی شہد رنگ آنکھیں، کندھوں تک آتے سلکی بالوں والی یہ ڈی جے حمنہ کے لیے اس کی خاص گڑیا تھی جو اسے ہر دل عزیز تھی۔ اس کی اس گڑیا کا دل بالکل اپنی آواز کی طرح خوبصورت تھا جس کی زندگی اپنے میوزک، باپ اور بہن کے گرد گھومتی تھی۔ باپ اور بہن کے ہر حرف کو وہ حرف آخر سمجھتی تھی، میوزک سے اسے عشق تھا۔ جب جب وہ گاتی تھی ہر طرف ایک سحر طاری کر دیتی تھی اور ایک خوبصورت آواز والی ساحرہ تھی جو دنیا میں سب کے دلوں پر راج کرتی تھی۔

حمنہ اپنی ہی نظر لگ جانے کے ڈر سے جلد سے اس پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکتی اسے دھکیل کر فریش ہونے کی غرض سے واش روم میں بند کر چکی تھی۔ ویسے بھی اب اگر

وہ دیر کرتی تو شاید سٹ پر پہنچنے میں سچ میں دیری ہو جاتی۔

@ @ @ @ @ @ @

شام کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے جب ایک بلیک بچاروں راولپنڈی میں موجود بحریہ ٹاون میں واقع خوبصورت سے دو منزلہ بنگلہ کے باہر آکر رکی تھی۔ اس گاڑی کی آواز سے بنگلہ کے اندر موجود دو افراد، ایک بچہ اور لڑکی میں ہلچل ہوئی تھی۔ بچے کی عمر لگ بھگ پانچ سال جب کہ لڑکی بیس سال کی معلوم ہو رہی تھی۔ ان کے حلیہ کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ شاید وہ کہی جانے کے لیے تیار بیٹھیں ہیں۔

"تھینک گوڈ! بڈی آپ آگئے۔ جانتے ہیں کب سے ہم دونوں آپ کا ویٹ کر رہے تھے۔ اب جلدی چلیں پہلے ہی ہم لیٹ ہو چکے ہیں۔" گاڑی سے نکلنے والے سخت گیر چہرے والے شخص کے گھر میں داخل ہوتے ہی، اس بچے نے تیزی سے کہا تھا۔ اس آواز پر اس شخص کے چہرے پر ایسی نرمی چھا گئی تھی کہ جیسے وہاں کبھی سختی کی شبیہ تک ناچھائی تھی۔

"کیوں ہم کہاں جا رہے تھے ضبود؟" بال کھاتے ہوئے اس شخص نے معصومیت طاری کرتی ہوئے پوچھا تھا۔ جس پر بچارے ضبود کا منہ صدمہ سے کھل گیا تھا اور تو اور

وہ بیس سالہ نازک سی لڑکی بول اٹھی تھی۔

"ذوالنورین لالا! ایک تو آپ پہلے ہی چھٹی کے دن ہمیں چھوڑ کر آفس گئے، پھر آپ لیٹ آئے اور اب آپ کو یہ بھی بھول گیا کہ آج آپ ہمیں صالح لالا کے رستوران لیجانے والے تھے۔" اس لڑکی کا چہرہ غبارے کی مانند پھول چکا تھا۔

اپنے جگرے کے ٹکڑوں کو یوں منہ پھلائے دیکھ کر ذوالنورین کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ اکثر کام کی زیادتی کے باعث اپنے ان کے ساتھ نا انصافی کر جاتا تھا۔ جیسے آج وہ بھول گیا تھا کہ ان کا پلین آج ڈنر صلح کے رستوران میں کرنے کا تھا۔

"سوری عنایہ گریٹم تو بھائی جو ب کی نوعیت جانتی ہونا۔ سچی آج بھی کام کی مصروف کے باعث میں بھول گیا تھا۔ اس لیے اپنے لالا کو معاف کر دو۔ آئندہ پرمیس ایسا نہیں ہوگا۔" اپنی لاڈلی بہن کے ماتھے پر بوسہ دیتے ذوالنورین نے اسے منانے کی کوشش کی تھی۔

ذوالنورین کے معافی مانگنے پر عنایہ نے نم آنکھوں سے اپنے خوب رو بھائی کو دیکھا تھا۔ چھ فٹ دو انچ قد، چوڑے شانوں، مضبوط جبروں والا چہرے، جس پر اٹھی ہوئی ناک، ہلکی ہلکی بیرڈ اور سحر انگیز وہ سبز اور نیلے رنگ کے امتزاج والی آنکھیں جو کسی کو بھی اپنا

دیوانہ بنانے کی صلاحیت رکھتی تھی، لیے اس شخص نے پیچھلے چند سالوں سے اپنا ہر آرام اور خوشی بھول کر ان دونوں کو دنیا کی ہر خوشی دینے کے لیے ہی تو کام کیا تھا۔ تو وہ کیسے اپنی چھوٹی سی بات پر اس سے ناراض ہو کر خود غرض بن سکتی تھی۔

"اٹس اوکے لالا! ہم ناراض نہیں ہیں۔" عنایہ اپنے بھائی کے گلے لگتے محبت سے کہا تھا۔ ذوالنورین اپنی سمجھدار بہن کی محبت پر مسکرا دیا تھا۔ اور پھر اپنی بڑی کی طرف دیکھ کر اپنے لہجے کو شرارتی بناتے بولا

"عنایہ گڑیا! لگتا ہے کوئی اپنے بڑی سے ناراض ہے۔ کیا تم نے اسے بتایا نہیں کہ بڑی سے ناراض ہوں تو گناہ ملتا ہے" ذوالنورین کی شرارت پر عنایہ نے بھی مسکراہٹ دباتے زور و شور سے ساتھ دیا تھا۔

"نایہ آپ! آپ بھی بڑی کو بتادیں کہ اگر مجھے گناہ مل رہا ہے تو انہیں مجھ سے ڈبل گناہ مل رہا ہے کیونکہ یہ ہر بار اپنے کہے سے مکر جاتے ہیں" ضبود صاحب اپنی نیلی اور سبز آنکھیں جو ہو بہو ذوالنورین جیسی تھی انہیں زمین پر مرکوز کیے کھڑا ہے۔ بھی یہ بھی ہمارے چیمپ کے ناراضگی ظاہر کرنے کا طریقہ تھا۔

"اچھا تو مجھے اپنے بڑی کو منانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟" ذوالنورین گھٹنوں کے بل

ضبود کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہم! اگر اب آپ اتنی کوشش کر رہے ہیں مجھے منانے کی تو چلیں معاف کیا آپ کو لیکن۔۔۔۔۔ صرف ایک شرط پوری کرنے کے بعد" موقع ملتے ہی ضبود اپنی آنکھ مٹکا کر بولا تھا۔ اس کی چلا کی پر عنایہ اور ذوالنورین کے چہرے پر ہنسی بکھری تھی۔

"اچھا وہ کیا؟" ذوالنورین نے خود پر مسکینیت طاری کرتے پوچھا۔

"وہ یہ کہ ابھی کہ ابھی آپ ہمیں صالح بھائی کے ریسٹوران لے کر چلیں گے، پھر روز اپنی جوب سے واپسی پر میرے چاکلیٹ لایا کریں گے، اور روز رات کو مجھے اپنے پاس سلایا کریں گے۔ کیونکہ مجھے اپنے کمرے میں اکیلے سونا اچھا نہیں لگتا اور عنایہ آپ کی تو لڑکی ہیں اور ان کے ساتھ مجھے شرم آتی ہے اور ہاں ہر ویکنڈ پر میرے لیے آپ ٹوائز بھی لائیں گے بولیں منظور؟" ضبود اپنی خوبصورت آنکھیں ذوالنورین کی آنکھوں میں ڈال کر بولا تھا۔

"ٹھیک ہے میرے شیر! جیسے آپ کا حکم اب تو جلدی سے موڈ ٹھیک کر لو" ضبود کے رخصتوں پر چٹا چٹ بوسہ دیتے ذوالنورین بہت سے بولا تھا۔ جس پر ضبود کھل اٹھا تھا۔ عنایہ اور ضبود کی یہی مسکراہٹیں تو ذوالنورین کے دل کے قرار تھی۔

پھر اگلے بیس منٹ میں فریش ہو کر وائٹ پینٹ تھرٹ میں موجود وہ سحر انگیز شہزادوں کی آن بان والا ایس پی سردار ذوالنورین آغا نیچے آچکا تھا۔ وہ سردار ذوالنورین آغا کہ جس کے نام سے جرم کی دنیا میں تہلکا مچ جاتا تھا۔ جو مجرموں کے لیے ایک موت کا فرشتہ تھا۔ لیکن اپنی ذاتی زندگی میں وہ ایک نرم دل شخص تھا۔ جس کے چہرے پر خوشی صرف اس کا چھوٹا بڑی اور اس کی بہن ہی لاسکتے تھے۔

ہاں ایک اور شخص بھی تھا جو اس کے لیے بہت خاص تھا اور وہ تھا صالح بیگ اس کا واحد اور مخلص دوست جو ذوالنورین کے زندگی میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔

اس وقت بھی ان لوگوں کے گھر کے باہر نکلتے ہی وہ گاڑی لیے تیار کھڑا تھا۔

"ذوالنورین یار! او میرے بھائی تیرا جگر کا ٹکڑا تیرا یاد دہر کھڑا پلکیں بچھائے تیری

راہ میں کھڑا ہے اور تو کس طرف جا رہا ہے؟" ذوالنورین کے کندھے پر دھپ رسید

کرتے صالح عنایہ کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"او صالح بھائی آپ یہاں کیسے؟" صالح کو دیکھ کر عنایہ نے خوشگوار حیرت سے کہا تھا۔

"عنایہ آپ بھائی ہی نہیں ہم لوگ بھی یہاں موجود ہیں" صالح کی گاڑی کی کھڑکی سے

سر باہر نکال کر صالح کے دونوں جڑواں بھائی عاقب اور شیریں ایک ساتھ بولے تھے۔
جس پر عنایہ اور ضبود کی تو خوشی ہی دیدنی ہو گئی تھی۔

"عنایہ گڑیا! مجھے لگا تھا کہ تمہارا بھلکڑ بھائی آج بھی بھول گیا ہو گا کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس چھوٹے سے پرنس اور پرنسز کو لے میرے ریسٹوران آئے گا۔ اس لیے تم لوگ ابھی تک نہیں۔ بس پھر کیا تھا ہم لوگ چلے آئے تم دونوں کو لینے۔" دوسری طرف صالح ذوالنورین کے بگل گیر ہوتے میٹھا میٹھا طنز کا تیر چلاتے بولا۔

"صالح ویسے تم بہت ہی کوئی لا پر واہ بندے ہو۔ جو ہر وقت اپنے رستوران سے بھاگتے ادھر آٹھکتے ہو مجھے تو ڈر ہے کہ کہی تم ایسے ریسٹوران کو ڈوبو ہی نا ڈالو" وہ سب لوگ صالح کی ہی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ جب ذوالنورین نے اس پر طنز کا تیر چلاتے اپنا بدلہ سود سمیت لیا تھا۔

"نہیں لالے جب تک میرے پاس تیرے جیسا، بے مروت، سٹرو، ایک عدد پولیسا (پولیس والا) دوست موجود ہے نا تب تک کوئی میرے ریسٹوران کا بال بھی اکھاڑ نہیں کر سکتا۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس وقت بابا وہی موجود ہیں" صالح ذوالنورین کی بات پر جل کر بولا تھا۔ جس پر پوری گاڑی میں قہقہہ لگا تھا۔ یو نہی

ہنستے کھلتے یہ قافلہ کچھ ہی دیر میں ریسٹوران پہنچ چکا تھا۔ جہاں ایک بھرپور شام گزار کر واپس لوٹ آئے تھے۔

@@@@@@

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ذوالنورین اور صالح لوگ کے گھر والے اس وقت ہوٹل میں موجود اپنے خاص حصہ میں موجود تھے۔ جہاں ان کے علاوہ کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ عنایہ اور ضبود تو یہاں آ کر خوشی سے چہک رہے تھے۔

صالح کے والد جبرائیل بہت نرم دل انسان تھے۔ ان کی اپنی کوئی بیٹی نہیں تھی بس تین بیٹے ہی تھے اور پھر بیگم بھی ان کی حیات نہیں تھی۔ انہیں بڑی خواہش تھی کہ کاش ان کی بھی بیٹی ہوتی لیکن جیسے قدرت کو منظور یہی وجہ تھی کہ وہ عنایہ کو اپنی بیٹی کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔ ضبود صاحب تو جبرائیل صاحب کے چہیتے تھے۔ بھی یوں کہے کہ وہ تو ان کی جان تھے تو غلط نا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ اب بھی وہ لوگ وہاں بیٹھے پروٹوکول انجوائے کر رہے تھے۔

جبکہ ذوالنورین صالح کے ساتھ وہاں کے مسٹر کیچن میں موجود تھا۔ جہاں سب کے لیے کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ ویسے تو یہاں اور بھی شیف موجود تھے لیکن صالح مسٹر شیف

تھا جو صرف خاص خاص موقعوں پر کھانا بنتا تھا یا پھر گھر والوں کے لیے بنایا کرتا تھا۔ اب بھی وہ کھانا بنا رہا تھا جبکہ ذوالنورین اس کے ساتھ کھڑا اسے کمپنی دے رہا تھا۔

"ذوالنورین کتنے بے دید دوست ہو تم! یہ نہیں کہتے کہ ہائے میرا بچا رہ جگری یار، گردہ، پھپھڑا کیلا کام کر رہا ہے۔ چلو اس کی مدد کروادوں۔ لیکن نہیں تم تو شوخ بنے بس یہاں کھڑے میری حالت سے لطف اندوز ہوتے کھانا چکھے یہ چکھے جارہے ہو۔" صالح جو کب سے اکیلا کام کر رہا تھا، آخر کار ذوالنورین کو شرم دلاتے ہوئے بولا تھا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے کھانا بنانا نہیں آتا تو پھر بھی ہیلپ مانگ رہے ہو۔" ذوالنورین صالح کی حالت سے لطف اندوز ہوتے بولا تھا۔

"بس بس میرے سامنے اتنا میسنا بننے کی ضرورت نہیں ہے سب جان۔۔۔۔" صالح اچانک کچھ کہتے کہتے ذوالنورین کے چہرے کو دیکھتے رکا تھا۔

"اف صالح لگتا ہے تیری زبان کے آگے خندق ہے۔ اس لیے کبھی رکتی نہیں ہے۔ جوجی میں آتا ہے بک دیتی ہے۔" شاید صالح کچھ غلط کہہ گیا تھا۔ جس کا احساس اسے جلد ہی ہو گیا تھا۔ اسی لیے فوراً اسے خود کو لتاڑنے لگا تھا۔

"سوری یار! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" دوسری طرف سردار ذوالنورین آغا جس کا چہرہ چند لمحے کے لیے متغیر ہوا تھا پھر سے نارمل ہو گیا تھا۔ صالح کو افسوس ہوا تھا کہ آخر اس نے یہ بات کی ہی کیوں۔

ذوالنورین جو بغیر عنایہ لوگوں کی طرف جانے کی بجائے کسٹمز والی سائیڈ کی طرف چلا آیا تھا۔ اچانک سامنے سے آتی نقاب پوش لڑکی سے ٹکڑا تھا۔ لیکن اس لڑکی پر پہلی نظر پڑتے ہی وہ سن ہو گیا تھا۔

@@@@@@@@@@@@@
 NEW ERA MAGAZINE
 Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
 ایسا نہیں کہیں کوئی ہے،

غلط فہمی جو بنی ہے۔

کھویا نہیں اپنا پن،

احساس کی راہ چنی ہے۔

کیوں دیادرد ہمیں،

ہم آج تلک نا سمجھے

برے ہیں کیا اتنے،

تم آنا سکے جو ملنے

سوچا تمہیں جو رات دن،

ترستی ہیں نگاہیں میری

تکتی ہیں راہیں تیری،

سن کبھی آہیں میری۔۔۔

بلیک اسکارف گلے میں ڈالے سفید جینز اور بلیک شارٹ شرٹ پہنے، ڈی جے سٹوڈیو
میں کھڑی اپنے گانے کی ریکارڈنگ میں مصروف تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں گانے
کے دوران مسلسل بند تھی۔ وہ اپنے گانے کو خود ہی محسوس کر رہی تھی اور یہی اس کی
خاصیت تھی کہ جب بھی وہ گاتی تھی تو دوسروں کے لیے نہیں گاتی تھی بلکہ اپنی لیے
گاتی تھی اور اسے کھل کر انجوائے کرتی تھی۔ کیونکہ اس کا ماننا تھا کہ اگر وہ خود ہی اپنے
گانوں سے لطف اندوز نہیں ہو پائے گی تو دوسرے کہاں سے اسے پسند کریں گے۔

دوسری طرف ڈی جے کے مصروف ہونے کی وجہ سے حمہ، سٹوڈیو کے باہر ڈائریکٹر

صاحب کے پاس کھڑی باتیں کر رہی تھی جب ایک طرف سے آتی ماڈرن سی لڑکی کو آتے دیکھ اس کے ماتھے پر توڑی چڑھی تھی۔

"لو چڑیل کا نام لیا نہیں کہ زل چڑیل حاضر ہو گئی۔" حمہ منہ بسور کر بڑبڑائی تھی اور پھر ڈی جے کی جانب متوجہ ہو گئی تھی جس کا کام بس ختم ہی ہونے والا تھا۔ جبکہ زل چلتی ہوئی سیدھی انہی کے پاس آئی تھی۔

"ہیلو ندیم سر کیسے ہیں؟ آپ تو لگتا ہے آج کل خاصے مصروف ہو گئے ہیں اس لیے لفٹ ہی نہیں کرواتے" زل ڈائریکٹر کے کندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھتے بولی تھی۔

"تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو زل ابھی پرسوں ہی تو ہم ملے تھے۔ ویسے بھی تم کوئی بھولنے والی چیز تھوڑی ہو" فلم کا ڈائریکٹر زل کو آنکھ مارتے بے ہودگی سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ جس پر زل بھی بے شرمی سے ہنس دی تھی۔

حمہ مسلسل اس زل چڑیل کی وجہ سے ڈسٹرب ہو رہی تھی۔ یہ تو شکر تھا کہ ڈی جے کا کام بھی مکمل ہو گیا تھا۔ اسی لیے وہ وہاں سے گہری سانس بھر کر اٹھی تھی۔

"ارے حمہ تم کہاں جارہی ہو؟؟ ویسے بہت المینر ڈلڑکی ہو کیا سلام کے اداب کا نہیں پتہ تمہیں" زمل حمہ کے یوں خود کو نظر انداز کر کے جانے پر، جانب بوجھ کر اسے سلگانے کی خاطر بولی تھی۔

"کمپلیمنٹ کے لیے شکریہ زمل لیکن وہ کیا ہے ناکہ میں لوگوں کو ان کی اوقات کے مطابق مخاطب کرتی ہوں۔ ویسے بھی ہمارا کام مکمل ہو چکا ہے اس لیے جارہے ہیں" حمہ اپنی آواز پر با مشکل قابو پاتے طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

حمہ کی بات پر زمل کا چہرہ توہین سے سرخ ہوا تھا، جبکہ سینے میں ڈی جے کو دیکھ کر حسد کی آگ جل اٹھی تھی۔

"اچھا ہے اچھا ہے جاؤ کیونکہ اب میرے کام کرنے کا وقت ہے اور مجھے بھیڑ میں کام کرنا پسند نہیں۔ اوہ ویسے میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ ندیم صاحب خود مجھے منتیں کر کے لائیں ہیں کہ زمل پلیز میری فلم کا یہ ایک گانا تم گادو۔" زمل مبالغہ آرائی سے کام لیتی اپنے بال پیچھے کی جانب جھٹک کر جتا کر بولی تھی۔ مقصد صرف حمہ پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ ڈی جے کے آنے سے زمل کی شہرت میں کمی نہیں ہوئی۔۔

زمل کی شوخی پر حمہ نے غصہ سے مٹھیاں بھیجی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ زمل کا

منہ توڑ دے۔ یہ لڑکی اسے شروع سے ہی پسند نہیں تھی۔ کیونکہ زل ہر بات کو بڑھا چڑھا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ شاید دنیا میں ایک وہی اہم لڑکی رہ گئی ہے۔

اور اب بھی ندیم صاحب پہلے ہی اسے بتا چکے تھے کہ زل نے یہ سونگ حاصل کرنے کے لیے کسی سیاست دان کی سفارش دلوائی ہے۔

"سن کرا چھا لگا زل آل کی بیسٹ امید ہے کہ تمہارا سونگ سوپر ہٹ جائے گا" حمنہ کو مزید منہ کھولتے دیکھ ڈی جے جلدی سے آگے بڑھی تھی اور حمنہ کو جواب دینے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کرتی، اپنے ساتھ گھسیٹتے باہر لے گئی کیونکہ وہ کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی۔

"وہ تو ہو گا ہی آخر اسے زل ملک نے جو گانا ہے۔" زل ڈی جے کو جاتے دیکھ اپنے بال جھٹک کر بولی تھی اور بال جھٹکتی مخالف سمت میں چل دی۔

"ڈی جے کیا ضرورت تھی اس چوہیا سے آرام سے بات کرنے کی۔۔۔ جس کا نام نہ (چہرہ) نام تھا (ماتھا) جن پہاڑوں لٹھا (اترا)" وینیٹو وین میں بیٹھتی حمنہ کی بات پر ڈی جے نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"یارِ حمنہ! تجھے پتہ ہے ناوہ کھسکی ہوئی ہے تو پھر اس سے الجھنے کا فائدہ پلینز چھوڑو اسے اور چلو کہی چل کر کھانا کھاتے ہیں قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔۔" ڈی جے نے بات ختم کرتے حمنہ کا دھیان کسی اور طرف کیا تھا کیونکہ اس وقت بھوک نے اس کی جان کھائی ہوئی تھی۔

@@@@@@@@@@

"غالب" نظر کے سامنے حسن و جمال تھا

"محسن" وہ بشر خود میں سراپا کمال تھا

ہم نے "فراز" ایسا کوئی دیکھا نہیں تھا

ایسا لگا "وصی" کہ وہ گڈری میں لعل تھا

اب "میر" کیا بیان کریں اس کی نزاکت

ہم "فیض" اسے چھونہ سکے یہ ملال تھا

اس کو "قمر" جو دیکھا تو حیران رہ گئے

اے "داغ" تیری غزل تھا وہ بیمثال تھا

"اقبال" تیری شاعری ہے جیسے باکمال

وہ بھی "جگر" کے لفظوں کا پر کیف جال تھا

بلکل تمہارے گیتوں کے جیسا تھا وہ "قتیل"

یعنی "" یہ سچ ہے کہ وہ لازوال تھا۔۔۔

وقت شاید رک گیا تھا۔ یا شاید اسے لگ رہا تھا۔ کچھ بھی سمجھ سے باہر تھا۔ دل کہہ رہا تھا کہ یہ وہی ہے یہ تمہاری ہی ہے لیکن دماغ کہہ رہا تھا نہیں یہ وہ نہیں ہے یہ کوئی اور ہے سننجل جاودنیا میں ایک جیسی آنکھوں والے تو کی ہو سکتے ہیں۔ تم کیسے یونہی اسے اپنی روح کی ملین سمجھ سکتے ہو۔ اس شہزادے کی ذات زلزلوں کی زد میں تھی۔ ہر چیز عجیب تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دوسری طرف وہ لڑکی جلدی سے پیچھے ہٹتے غصے سے بولی تھی۔

"آنکھیں نیچ آئے ہیں مسٹر؟؟" اس لڑکی کی آواز پر وہ ٹھٹھکا تھا کہ آنکھیں تو چلو مل سکتی ہیں لیکن آواز کیسے مل سکتی ہے۔ دل خوش گمان ہوا لیکن دماغ ابھی بھی خطرے کا نشان دے رہا تھا۔

"اب منہ اٹھائے کیوں کھڑے ہو کیا گونگے ہو؟" اس شہزادے کو اپنے سحر سے باہر نکالتے وہ بد تمیزی سے بولی تھی۔ پردہ میں موجود وہ لڑکی غصہ سے تپ رہی تھی۔ جس پر اب کہ وہ ہوش میں آیا تھا۔

ہاں یہ لڑکی اس کی روح کی مکین کیسے ہو سکتی تھی یہ تو آگ تھی جبکہ اس کی شہزادی تو موم کی طرح مانند تھی یہ شعلے اگتی تھی جبکہ وہ توجہ بھی شہزادے کے پاس ہوتی تو اس کی دیوانی بنی اس کے ارد گرد گھومتی تھی، ارے وہ تو نرم و نازک آگینے کے جیسے تھی جو سخت بولنا تو دور ویسا لہجہ بھی اپنا نہیں سکتی تھی۔ یہ لڑکی وہ نہیں ہو سکتی تھی۔

ہاں یہ وہ نہیں تھی یہ کوئی اور بہر و پیا تھی۔ ذوالنورین جھٹکے سے ہوش میں آیا تھا۔ اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے نظریں بدل جھکا کر بولا

"آئم سوری میری غلطی تھی۔" یہ کہہ کر وہ خاموشی سے چلا گیا تھا شاید وہ اپنے خوش گمان دل کو جھوٹے دلا سے نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ کچھڑے لوگ کبھی واپس نہیں ملتے۔۔۔

ذوالنورین کا یہ انداز سامنے موجود ڈی جے کو ڈسٹرب ضرور کر گیا تھا۔ پہلے وہ اسے کوئی آوارہ لگا تھا جو جان بوجھ کر اس سے ٹکرایا تھا۔ اس لیے اپنی عادت کے برخلاف غصہ

میں بولی تھی۔ لیکن پھر اس کی نیلی اور سبز رنگ آنکھوں میں اترتی سرخی اور ان کو جھکا کر معافی مانگنے کے عمل نے اسے ہلادیا تھا۔ نجانے کیوں لیکن وہ پریشان ہوئی تھی۔ پھر وہ بغیر آڈر کئے واپس حمنہ کے پاس چلی گئی تھی۔ جو شاید ابھی واش روم سے فریش ہو کر آئی تھی اسی لیے اس واقع سے انجان تھی۔

لیکن کاتب تقدیر اس منظر پر ضرور مسکرائی تھی۔ کیونکہ شاید کچھ بدلنے کا آغاز ہو چکا تھا۔ شاید وقت کا پیہ گھومنے لگا تھا۔ کسی کے زخمی دل کو مسیحائی کی دوا ملنے کا وقت آ پہنچا تھا تو کسی نے عشق کی معراج کو چھونے کا سفر کرنا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsan @@@@

"ضرار! ضرار کہاں ہیں ضرار؟" آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے رات کے آٹھ بجے کرلی بالوں والی دوحہ ضرار کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر ضرار کی توجان پر ہی بن گئی تھی۔ جس سے عشق ہو اس انسان کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا انسان کے لیے کتنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ سوال اگر کوئی ضرار سے پوچھتا تو وہ کہتا کہ جان نکلنے کے عمل جتنا مشکل ہوتا ہے۔

"کیا ہوا جاناں! یہ آنسو کیوں کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟" ضرار نے اس کے آنسوؤں صاف کرتے جلدی سے اس کے ماتھے کو چھوا تھا۔ شاید ایسے کر کے وہ اپنی نازک سی بیوی کو سکون پہنچانا چاہ رہا تھا۔

"اضض۔۔۔ ضرار! وو۔۔۔ وہ نا۔۔" روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ ضرار نہیں بلکہ دوحہ کے دیوانے پر اب اسے تکلیف پہنچانے والی چیز کو قتل کرنے کا خون جنون سوار ہو رہا تھا۔

محبت میں کی سڑھیاں آتی ہے اور ضرار ان سیڑھیوں میں سے آخری سیڑھی پر تھا جہاں محبوب کی تکلیف اپنی تکلیف لگنے لگتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت اس کی خوبصورت آنکھیں سرخی مائل ہو گئی تھی۔ شاید وہ اپنے آنسوؤں کو اپنی نازک اندام پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہش دوحہ میری جاناں کیا اپنی تکلیف مجھے سے شئیر نہیں کرو گی؟" دوحہ کا سر اپنے سینے سے لگاتے ضرار نے محبت سے لبریز لہجے میں دریافت کیا تھا اور دوحہ جسے شاید اسی سہارے کی ضرورت تھی، سہارا ملتے بولنے لگی تھی۔

"ضرار جب میں آج کالج سے واپس آئی تو میری لیو کے بے بی فوت ہوئے ہوئے تھے

اور میری لیو بھی وہاں موجود نہیں تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ میں نے بابا سے پوچھا تو انہیں بھی کچھ نہیں پتہ تھا اور کسی نے بھی اس کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ "دوحہ سچ میں بہت نازک لڑکی تھی۔ اپنی بیوی کی اس قدر بری حالت دیکھ کر ضرار تڑپ اٹھا تھا۔ دوحہ نے جو بات بتائی تھی وہ سچ میں بہت تشویش ناک تھی۔ آخر کسی کی بلی سے کیا دشمنی ہو سکتی تھی۔ لیکن خیر اس وقت اس کی تڑپتی بیوی ضرار کے لیے زیادہ ضروری تھی۔

اس لیے دوحہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے اپنے ساتھ سینے سے لگاتے ضبط کی انتہا کو چھوتے ہوئے بولا

"بس میری جان! چپ کر جاؤ۔ دیکھو میں تمہیں فی لیولا کر دوں گا۔ تم پلیز چپ کر جاؤ۔" اس دیوانے کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔

"نہیں مجھے اب لیو نہیں لینی۔ کیونکہ میری بس ایک ہی لیو تھی اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ آپ بس ایک وعدہ کریں کہ آپ جب پولیس والے بن جائیں گے تب میری لیو کے بے بی کے قاتل سے بدلہ لیں گے۔ کیونکہ بابا کہہ رہے تھے کہ وہ میری لیو کی کمپلین لکھوانے نہیں جائیں گے۔ پر پلیز ضرار آپ اس کا بدلہ لیں گے نا۔۔۔"

دوحہ ضرار کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتے، نفی میں سر ہلاتے شدت پسندی سے بولتے آخر میں ایک آس سے بولی تھی

اس کی بات پر ضرار نے لب بھینچے تھے۔ اس کی جاناں بہت حساس اور معصوم تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے یہ سردار ذوالنورین ضرار آغا کا وعدہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کی لیو کے بچوں کے قاتل کو ایک دن ضرور پکڑے گا۔ ٹھیک ہے۔" ضرار نے اسے وعدہ دیا تھا۔ جس پر دوحہ کا رونا تو ختم نہیں ہوا تھا لیکن اب وہ مطمئن ہو گئی تھی اس لیے ضرار کے سینے پر سر رکھے رکھے ہی سو گئی تھی۔

"دوحہ مجھے آج بھی تم سے کیا وعدہ یاد ہے لیکن تم اب میرے ساتھ نہیں ہو۔ تم تو اپنے واپس آنے کے سارے راستے بند کر کے چلی گئی ہو لیکن جانتی ہو تمہاری جدائی میری روح کو اندر ہی اندر کھا رہی ہے۔ میں ختم ہو رہا ہوں۔ پلیز واپس آ جاؤ۔ پہلے تو لوگوں نے مجھے بچا لیا تھا لیکن اب شاید ذوالنورین ضرار آغا سچ میں ہجر کی آگ میں جلتا یہ دنیا کی ہستی سے مٹ جائے۔" اندھیرے کمرے میں رولنگ چیمبر پر جھولتا

ذوالنورین سینے پر رکھے اس فوٹو فریم پر دیوانگی سے ہاتھ پھیرتا کسی اور ہی جہاں میں تھا۔ جہاں صرف ایک ضرار تھا اور دوسری اس کی دوحہ، ناکوئی ظالم سماج تھا اور نا ہی کوئی

آزمائش کا سماع، سب کچھ خوبصورت تھا۔

@@@@@@@@@@

ایک نئی صبح کرہ ارض پر اپنے پر پھیلائے ابھر چکی تھی۔ ہر چیز اپنے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کام میں لگ گئے تھے۔ اسی طرح راولپنڈی کے تھانے میں بھی ہل چل شروع ہو چکی تھی۔ جیل کی ایک کوٹھڑی سے کافی چیخ و پکار کی آواز آرہی تھی۔ شاید کسی مجرم کی خاطر تواضع کی جارہی تھی۔ اگر ہم اس کوٹھڑی میں جائیں تو وہاں کا منظر کچھ یہ تھا کہ سامنے برف کی سلی پر ایک شخص کو الٹا لیٹا یا گیا تھا۔ جبکہ انسپیکٹر واجد اس کی کمر کو اپنے ڈنڈے سے گرمائش پہچانے میں مصروف تھا۔ پر شاید وہ شخص مار کھا کھا کر اب تھک چکا تھا اسی لیے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیے انسپیکٹر واجد نے بھی کرسی پر بیٹھ کر سانس لیا تھا۔

"واجد منہ کھولا اس نے؟" اسی اثنا میں ایس پی ذوالنورین پولیس یونیفارم پہنے ماتھے پر اچھے بال سجائے، اپنی نیلی ٹھنڈی برف کے تاثر والی آنکھوں برف پر لیٹے شخص پر سجائے، پتھر یلے تاثرات لیے اندر داخل ہوا تھا۔ اس کی سحر انگیز اور چھا جانے والی شخصیت دیکھ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی ذوالنورین ہے جو تنہائیوں میں بکھر کر

روتا ہے۔ جو کسی کا دیوانہ ہے۔

ذوالنورین کو دیکھ کر انسپیکٹر واجد نے فوراً سے کھڑے ہوتے سلام کیا تھا۔

"سریہ کوئی معمولی گندہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ بچہ اغواء کار گینگ کا حصہ ہے جس کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور تو اور یہ جس بچے کو ہم نے اس سے پہلے بچایا ہے۔ وہ تو صرف ایک تنکے کے برابر تھا ایسے تو کئی ہزاروں بچے یہ لوگ مختلف حصوں سے اکٹھے کرتے ہیں۔

پھر یہ اغواء کسی توان کی غرض سے نہیں کرتے بلکہ یہ لوگ ان بچوں کو اسمگل کر دیتے ہیں۔ یا پھر اس کے ہاتھ پیر توڑ کر بھیک مانگنے کے لیے بیٹھا دیتے ہیں۔ اور کچھ بچے جن کی نیچر تھوڑی ضدی ہوتی ہے اس کو یہ لوگ ایک دھشت گرد کاروبار دے دیتے ہیں۔ غرض کہ یہ ہر طرح سے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔" واجد نے ایک ہی سانس میں ساری انفارمیشن دی تھی۔

"واجد فوراً سے میرے آفس میں آؤ" ذوالنورین واجد کو اپنے پیچھے آنے کا کہتے اپنے آفس کی طرف بڑھا تھا۔ جس پر عمل کرتے واجد بھی چند لمحے میں اس کے روم میں موجود تھا۔

"واجد! کیا اس نے اپنے باس کا نام لیا؟" ذوالنورین نے کمرے میں آتے ہی پوچھا تھا "نوسر! میں کب سے یہی پتہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس شخص کا یہی ایک جواب تھا کہ وہ اصل باس کو نہیں جانتا، وہ یہاں صرف رنگانام کے ایک آدمی کے سرپرستی میں کام کرتا ہے۔ جس کا تعلق باس سے ہے۔ شاید وہ سچ میں اپنے باس کا نام نہیں جانتا تھا سر، اس لیے مجھے لگتا ہے کہ اب ہمیں اس رنگا کو پکڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہی ہمیں اصل مجرم تک پہنچا سکتا ہے۔" واجد نے جواب کے ساتھ ہی اپنی رائے بھی پیش کی تھی۔

جبکہ اس کی بات سنتا ذوالنورین کا انداز بہت پر اثر ارسہ تھا، پہیلی کی طرح کے ذوالنورین کے اندر اس وقت کیا کچھ چل رہا تھا۔ وہ واجد کے پتہ لگانا فلحال مشکل تھا اسی لیے خاموشی سے اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

"واجد! یہ لوگ ہمارے ملک کے مستقل کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ لیکن بس اب اور نہیں، یہ شخص اگر کچھ نہیں بھی جانتا تب بھی ہمارے بہت کام کا ہے۔ اس لیے اسے ابھی زندہ رکھو۔" ذوالنورین نے پیپر ویٹ گھماتے ہوئے واجد کو حکم دیا تھا۔

"لیکن کیوں سر جب یہ کچھ جانتا نہیں ہے تو اسے زندہ رکھنے کا فائدہ، بلکہ ہمیں تو اس کا

انکاؤنٹر کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اسے ناسوروں کو زندہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے "واجد نے جلدی سے اپنی رائے پیش کی تھی۔ جس پر ذوالنورین نے اسے سخت گھوری سے نوازہ تھا۔

"سوری سر! جیسا آپ کہیں"واجد نے جلدی سے اپنی غلطی سیدھی کی تھی۔ جس پر ذوالنورین سر ہلاتے اپنی کیپ پکڑتے باہر کی جانب بڑھا تھا۔ نجانے اب اس کا رخ کس جانب تھا۔

@@@@@@@@@@

شام کا وقت ہو رہا تھا۔ اس وقت گھر میں ضبود اور عنایہ ہی تھے۔ ایسے میں گھر کی خاموشی سے تنگ آکر عنایہ اپنے اور ضبود کے لیے نوڈلز بنائے ضبود کے کمرے میں آئی تھی۔ ضبود کا کمرہ عام بچوں کے کمرے سے ہٹ کر کھلا اور بہت ڈیسنٹ سہ تھا۔ آخر ہوتا بھی کیوی نازوالنورین آغا کے بڑی کا کمرہ تھا، اتنی نفاست تو اسے ورثے میں ملی تھی۔ عنایہ باول لیے ضبود کے ساتھ آ بیٹھی تھی جو اس وقت آئی پیڈ پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

"اوائے ہیر و کیا کر رہے ہو؟؟"عنایہ نے ضبود کے ماتھے سے بال ہٹاتے پوچھا تھا۔

"سونگزن رہا ہوں نایہ آپی" انتہائی مصروف سہ جواب دیا گیا تھا۔

"کونسا؟ ادھر کرو یہ ہینڈ فری میں نے بھی سنا ہے۔" ضبود کے ایک کان سے ہینڈ فری نکالتے ہوئے عنایہ نے اپنے کان میں لگائی تھی اور نوڈلز کے باول والی اپنے سامنے رکھی تھی۔ اب وہ دونوں سونگزن سنتے نوڈلز کھانے لگے تھے۔

"ویسے ڈی جے بہت زبردست سنگر ہے۔ میں نے اس کے کی سانگ سنے ہوئے ہیں۔ ہر بار سن کر دل کو سرور آ جاتا ہے۔" عنایہ گانا سنتے ہوئے ساتھ ساتھ تبصرہ بھی کرنے لگی تھی۔

"بالکل عنایہ آپی! میں تو اس کا آپ سے بھی بڑے والا فین ہوں۔ جانتی ہیں مجھے یہ بہت پسند ہیں کاش کے میں ان سے ایک بار مل سکوں۔" ڈی جے کے نام پر ضبود کے چہرے پر روشنی سی چھا گئی تھی۔ اس لیے اشتیاق ظاہر کرتے بولا تھا۔

"ہاں دل تو میرا بھی بہت ہے ڈی جے سے ملنے کا، جانتے ہو وہ اپنی مووی کے سلسلے میں روالپنڈی آئی ہوئی ہے۔ اس لیے یونی میں اڑتی اڑتی خبر گردش کر رہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اگر ڈی جے کے پاس ٹائم ہو تو ہمارے یونی کنسرٹ کرنے کے لیے آئی۔ لیکن تم تو جانتے ہو بھائی کو یہ سب پسند نہیں ہے۔ اس لیے اگر وہ آ بھی گئی تو وہ مجھے کبھی

جانے نہیں دیں گے۔ "عنایہ کے چہرے پر افسردگی چھائی تھی۔

"نایہ آپنی! کیوں ناہم بڑی سے چھپ کر کنسرٹ پر ان سے ملنے چلیں۔" ضبود نے
یک دم پر جوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو۔ پہلی بات کے ابھی کنسرٹ ہونا ہے یا نہیں یہ فائنل نہیں ہوا ہے اور
دوسرا وہ اتنی بڑی سیلبرٹی ہیں وہ ہم سے کبھی نہیں ملیں گی۔" عنایہ نے اس کی خوشی پر
پانی پھیرا تھا۔

"پلیز نایہ آپنی! مجھے ان سے ملنا ہے تم کچھ کرو نا۔ پلیز پلیز پلیز۔۔۔ دیکھو میں تمہارے
بھائی کالا ڈلا بڑی ہوں۔ کیا تم میرے لیے اتنا نہیں کر سکتی۔" ضبود نے اپنی موٹی موٹی
آنکھوں میں آنسو لاتے، عنایہ کو ایمو شنل بلیک میل کیا تھا۔ کیا بچہ تھا وہ اتنی سی عمر
میں اتنا ڈرامے باز تھا۔

"بس کرو ڈرامے باز! جیسے میں تمہارے ان آنسو کو جانتی نہیں نا، ہر بار ایسے ہی
بلیک میل کرتے ہو اور کام کرو اتے ہو لیکن جب گڑ بڑ ہو جائے تو ایسے نظریں پھیرتے
ہو جیسے تم تو مجھے جانتے بھی نہیں اس لیے بھول جاؤ کہ اگر میری یونی میں ڈی جے آئی
بھی تو تمہیں کبھی نہیں لے کر جاؤں گی۔" عنایہ اس کی ایکٹنگ کی داد دیتی منہ بسور کر

بولی تھی۔ جبکہ چہرہ نیچے کیے بیٹھے ضبود نے عنایہ کے بات پر آنکھیں پھیری تھی۔ اس کا شاطر دماغ اب اپنی نایہ باجی کو اپنی سائیڈ پر کرنے کا پلین ڈھونڈ رہا تھا۔

"عنایہ میری پیاری آپادیکھو تم ہمیشہ یہی کہتی ہوں ناکہ ضبود کیا ہوا ہماری ماما نہیں ہے میں تو ہوں۔ میں تمہارے لیے سب کچھ کروں گی۔" تو اب تم اپنی زبان سے کیسے مکر سکتی ہو۔ کیا تمہیں اپنے اس بن ماں کے ضبود پر ترس نہیں آتا؟ کیا تم اس کے لیے زرا سی ڈانٹ نہیں کھا سکتی؟ بتاؤ ناعنایہ "اف السلاوہ بچہ نہیں تھا بلکہ چھوٹے پیک میں بڑا دھماکہ تھا۔ اس کی باتیں سن کر عنایہ بچاری کا تو صدمہ سے منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔

"اوئے بس کرایمو شنل بلیک میلر کہی کے! اگر کنسرٹ ہوا تو میں ضرور تمہیں لے کر جاؤں گی لیکن اگر ہوا تو۔۔۔ مائنڈاٹ "عنایہ ضبود کے سر پر چت لگاتے بولی تھی۔

جس پر ضبود کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اس لیے جلدی سے اٹھ کر عنایہ کے گلے لگا تھا۔

"ہرے تھینک یو میری پیاری نایہ! اچھا سنو تمہیں پتہ ہے بڑی کبھی صالح انکل کی بات نہیں مالتے اس لیے اگر تم ان سے کہو گی تو وہ ہماری مدد ضرور کریں گے۔" ضبود کا دماغ سچ میں عام بچوں سے کچھ زیادہ ہی چلتا تھا۔

"اچھا میرے باپ لگتا ہے ٹھیک ہے کر لوں گی تم چلو اب یہ سب چھوڑو، اور سکول کا

کام نکالو جلدی سے "عناہ تیزی سے اس کا آئی پیڈ بند کر کے رکھتی، اس بیگ لے آئی تھی۔ اور ضبود صاحب جن کے لیے یہ حوصلہ ہی کافی تھا کہ اب وہ اپنی من پسند سنگر سے مل سکیں گے، اب آرام سے پڑھنے لگے تھے۔

@ @ @ @ @ @ @

"ذوالنورین! ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے۔ کہ تم یہ کیس بہت اچھے سے ہینڈل کر سکتے ہو۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جب تک تمام ثبوت ہمارے ہاتھ نہیں لگ جاتے تب تک تم اور تمہاری ٹیم اس کیس پر خوفیہ طور پر کام کرو۔" ڈی آئی جی مظہر حسین کے آفس میں اس وقت ذوالنورین اور ڈی آئی جی مظہر آمنے سامنے بیٹھے بچہ اغواہ کیس کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔

"سر آپ جانتے ہیں میں پیچھلے ایک سال سے اس کیس پر کام کر رہا ہوں۔ میں نے ان کے بہت ثبوت اکٹھے کر لیے ہیں۔ پر ہر بار جب بھی میں ان کے خلاف سرے عام قدم اٹھانے کی اجازت مانگنے آتا ہوں۔ تب ہر بار آپ یہی کہہ کر مجھے خاموش کر دیتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ ابھی اس کی کونسی ایسی کڑی ہے کہ جس کا ملنا ہمارے لیے اہم ہے۔" ذوالنورین کے سنجیدہ چہرے پر اس وقت سوچ کی پرچھائیں چھائی ہوئی

تھی۔

"ذوالنورین! ایسا نہیں ہے کہ مجھے تمہاری قابلیت پر کوئی شک نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے پہلے جتنے بھی کیس حل کیے ہیں ان کو بہت عقل مندی سے حل کیا ہے لیکن یہ کیس کچھ الگ نوعیت کا ہے۔ جس میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے ہماری ذرا سی غلطی ہمارے ملک کے مستقبل کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جس سے سارا تختہ الٹ سکتا ہے اور ہمارا ٹارگٹ جو اس گینگ کا باس ہے۔ وہ اور اس کی پشت پناہی پر موجود نیولے بچ نکلیں گے۔" ڈی آئی جی مظہر نے ذوالنورین کو قائل کرنی کی اپنی آخر کوشش کی تھی۔

"ٹھیک ہے سر مجھے سے زیادہ تجربہ کار انسان ہے۔ اگر آپ کہہ رہے ہیں تو میں تھوڑا اور انتظار کرنے کو تیار ہوں لیکن میرا آپ سے وعدہ ہے کہ آنے والے پانچ ماہ کہ اندر اندر میں اس گینگ کے باس اور اس کے ساتھیوں کی گناہوں کی مکمل لسٹ بمع ثبوتوں کے آپ کے سامنے لا کر رکھوں گا۔ پھر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ مجھے اس کیس کو سب کے سامنے ڈسکلوز کرنے کی اجازت دیں گے؟" ذوالنورین نے اٹھتے ہوئے ڈی آئی جی صاحب سے وعدہ لیا تھا۔

"ٹھیک ہے جینٹل مین! ہم تمہیں وعدہ دیتے ہیں کہ پھر ہم تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے بلکہ تمہارے ساتھ کھڑے ہونگے۔ ابھی جاؤ گھر میرا بچہ اور بچی تمہارا انتظار کر رہے ہونگے۔" ڈی آئی جی صاحب بھی ہاتھ ملاتے ہوئے ضبود اور عنایہ کا ذکر کرتے بولے تھے۔

ضبود اور عنایہ کے نام پر ذوالنورین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ کچھ دیر بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

@@@@@
 NEW ERA MAGAZINE
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews
 رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی

جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آئی

جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے باد نسیم

جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

دل رہیں غم جہاں ہے آج

ہر نفس نشنہ فغاں ہے آج

سخت ویران ہے محفل ہستی

اے غم دوست ہے کہاں آج

خدا وہ وقت نہ لائے۔۔۔

خدا وہ وقت نہ لائے کہ سو گوار ہو تو

سکون کی نیند تجھے بھی حرام ہو جائے

تیری مسرت پیہم تمام ہو جائے

تیری حیات تجھے تلخ جام ہو جائے

غموں سے آئینہ دل گداز ہو تیرا

ہجوم یاس سے بیتاب ہو کے رہ جائے

دفور درد سے سیماب ہو کے رہ جائے

تیرا شباب فقط خواب ہو کر رہ جائے۔۔۔

(فیض احمد فیض)

کمرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھی، ڈی جے ہاتھ میں ڈائری اور پینسل پکڑے چاند کی روشنی میں کھوئی کھوئی سی فیض احمد فیض کی نظم لکھ رہی تھی۔ نجانے وہ کس کے خیالوں میں اتنی گم تھی کہ اسے حمہ کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی جو مسلسل اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔

"ڈی جے میں کیا سوچ رہی تھی کہ یونیورسٹی والوں کو اس ہفتے کو کنسرٹ کی ڈیٹ دے دیتی ہوں۔ کیونکہ اس دن تمہاری کوئی ریکاڈنگ نہیں ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کام کو بھی ساتھ ہی نیٹا لینا چاہیے۔ ویسے تم کیا کہتی ہو۔" حمہ جس نے پہلے موبائل سکرولنگ کرتے ہوئے، ڈی جے کی غائب دماغی کا دھیان نہیں دیا تھا۔ اس کی مسلسل خاموشی پر ٹھٹک اٹھی تھی۔

"او میری بہن ڈی جے! کونسے پرنس کی یادوں میں کھوئی ہو جو اپنی بہن کی آواز تمہیں سنائی نہیں دے رہی؟؟" حمہ ڈی جے کے پاس آکر اسے بازوؤں سے ہلا کر بولی تھی۔

ڈی جے بچاری حمہ کی حرکت سے دھل ہی گئی تھی۔

"اف حمہ آپنی! یار ڈر ادیا ہے۔ میں نے کس کو یاد کرنا ہے فیض احمد فیض کی نظر بس

یونہی ذہن میں آئی تو ڈائری پر اتارنے لگی آپ بھی نا۔۔۔ "ڈی جے خفہ نظروں سے
 حمہ کو دیکھتی ڈائری بند کرتے ہوئے بولی تھی۔

اس کے پھولے پھولے رخصاروں کو دیکھ کر حمہ کو بے ساختہ پیار آیا تھا۔ اس لیے ان
 پر چٹا چٹ پیار کرتے بولی

"ہائے میری مٹھو جب تو ناراض ہوتی ہے تو تیرے یہ رخصار اتنے پیارے لگتے ہیں کہ
 میرا دل کرتا ہے کہ انہیں کھا جاؤں۔" حمہ نے لاڈ سے ڈی جے کے گلے میں باہیں ڈالی
 تھی۔

"ایہی یار آپ! کتنی بار کہا ہے ایسے مت کیا کرو مجھے شرم آتی ہے۔" جلدی سے اپنی
 رخصاروں کو صاف کرتے ڈی جے احتجاجاً بولی تھی۔ وہ بچاری شرم سے سرخ ہو رہی
 تھی۔ جبکہ حمہ اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے خوب ہنس رہی تھی۔

"ہا ہا ہا میری پیاری بہن! اچھا چلو یہ چھوڑو اور سچ سچ بتاؤ کس کے خیالوں میں گم تھی جو
 میری بات کا جواب بھی نہیں دے رہی تھی۔" حمہ کے لہجے میں ابھی بھی شرارت
 موجود تھی۔

حمنہ کی بات پر ڈی جے کی آنکھوں کے سامنے کسی کا سنجیدہ سہ چہرہ لہرایا تھا۔ نجانے کیا بات تھی اس چہرہ میں کہ جب سے اس نے وہ دیکھا تھا تب سے بس اسے ہی سوچے جا رہی تھی، ہر بار اس کے خیال پر ڈی جے کو اپنا دل اس کی جانب کھینچتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہے۔ اب بھی نظم لکھتے ہوئے وہ زبردستی اس کے خیالوں میں گھس گیا تھا۔

"فضول مت بولو آپ! تم تو جانتی ہو میری لائف میں ابھی ان چیزوں کی کوئی جگہ نہیں ہے ابھی میرا کیریئر شروع ہوا ہے۔ کوئی پانچ چھ سال بعد اگر بابا نے کہا تو ان کی مرضی سے کر لوں گی۔ خیر آپ جس بھی کنسرٹ کا کہہ رہی تھی۔ اسے فائل کر دیں۔ میرا خیال ہے کہ تھوڑا زندگی میں چیلنج بھی آنا چاہیے۔ میں خود بس روز روز کی ریکارڈنگ سے تنگ آگئی ہوں۔" ڈی جے نے جلدی سے حمنہ کی بازوؤں کو گردن سے ہٹاتے ہوئے دل کی حکایتوں کا نظر انداز کیا تھا اور ڈائری بند کرتے اسے کپ بورڈ میں رکھتی وہ اپنے بستر میں گھس گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے ویسے وہ یاد آیا۔ وہ وحید کا بار بار میرے موبائل پر فون آرہا تھا کہ ڈی جے میرا فون نہیں اٹھا رہی تھی تو میری بات کروادو۔ اس لیے تم اب یاد سے اسے میسج

کر لینا ورنہ تمہیں پتہ ہے نا وہ بابا کو بیچ میں گھسیٹ لاتا ہے۔ "حمنہ اس کا رخصتہ تھپتھا کر اپنی جمائی روکتی خود بھی اپنی طرف سے لحاف میں گھس گئی تھی کیونکہ اب نیند سے بچاری کا برا حال تھا۔

دوسری جانب ڈی جے کی نیند وحید کو میسج کرنے کے خیال سے اڑ گئی تھی۔ اسے اس چپکو شخص سے نفرت تھی جو اس کے زرا سے انگور کرنے پر اس کے باپ کو بیچ میں گھسیٹ لاتا تھا اور بابا کو بھی شاید اپنے دوست کا بیٹا کچھ زیادہ ہی چہیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر بار اسی کا ساتھ دیتے تھے۔ کہی نا کہی ڈی جے کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس کا باپ چاہتا ہے کہ ڈی جے کی شادی وحید سے ہو لیکن ڈی جے ایسا نا چاہتے ہوئے بھی باپ کی خواہش کے آگے خاموش تھی۔

@@@@@@@@

"السلام علیکم بڑی!" ذوالنورین جو رات کے گیارہ بجے واپس آیا تھا۔ اسی لیے عنایہ اور ضبود کو سوتا سمجھ بغیر ڈسٹر ب کیے سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ اپنے پیچھے ضبود کی آواز سن کر پلٹا تھا۔

"وعلیکم السلام بڑی کی جان! سوئے نہیں ابھی تک؟ کیا نیند نہیں آرہی تھی۔"

ذوالنورین نے اپنی کیپ اتار کر ضبود کے سر پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں کیونکہ مجھے آپ کے ساتھ سونا تھا نا آپ نے پرومیس کیا تھا مجھ سے" ضبود

ذوالنورین کو اس وعدہ یاد دلاتے اس کی گرد میں چہرہ چھپائے لاڈ سے بولا۔

ضبود کی حرکت پر ذوالنورین کو بے تحاشا پیار آیا تھا۔ اس لیے بغیر اپنی یونیفارم چینج

کیے، اسے اٹھایا تھا۔ پھر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے لیے اپنے بیڈ پر لے آیا تھا۔

اسے یاد تھا کہ آج سے پانچ سال پہلے جب ایک صبح وہ ناشتہ بنانے کے لیے سامان لینے

باہر گیا تھا۔ تو وہاں ایک شخص یہ بچہ اسے دے کر دو منٹ کا کہہ کر واش روم گیا تھا اور

پھر واپس نہیں آیا تھا۔ نجانے کون تھا وہ شخص اور یہ بچہ اسے کیوں دے کر گیا تھا؟ کیا

اس شخص کی کوئی مجبوری تھی یا وہ کوئی چور تھا جو پولیس سے بچنے کے لیے بچہ اس کے

حوالہ کر گیا تھا؟ یہ بات ذوالنورین کو آج تک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ پانچ سال سے

ذوالنورین اس شخص کی تلاش میں تھا لیکن ابھی تک وہ شخص ذوالنورین کو نہیں ملا تھا۔

دوسری طرف وہ بچہ جو کہ اب سب کے درمیان ضبود آغا کے نام سے جانا جاتا تھا، جو

ذوالنورین کے لیے ہر گزرتے دن کے ساتھ ضروری ہوتا جاتا تھا۔ وہ محض چند دن کا تھا

جب وہ ذوالنورین کی گود میں آیا تھا۔ وہ ذوالنورین کے لیے زندگی کی ایک فی امنگ لے

کر آیا تھا۔ اسی نے ذوالنورین کو زندگی کا ایک مقصد دیا تھا اور وہ تھا بچہ اغواہ کرنے والی تمام گینگ کا خاتمہ۔۔۔۔

ذوالنورین کو وہ اپنے بچوں کی طرح عزیز تھا۔ اب تو اگر کبھی یہ خیال بھی ذوالنورین کے دل میں آتا کہ کبھی اسے ضبود سے الگ ہونا پڑے گا تو وہ تڑپ جاتا تھا۔

اسے یاد تھا کہ شروع شروع میں جب ضبود نے اسے بابا کہنا شروع کیا تھا تو وہ کتنا خوش ہوا تھا لیکن پھر وہ ڈر گیا تھا کہ قرآن مجید میں حکم ہے کہ لے پالکوں کو ان کے باپوں کے ناموں سے پکارو (منہوم)۔ یہی وجہ تھی کہ اسے کے سر ٹیفکیٹ سے لے کر ہر سکول فارم پر اس نے اپنا نام گارڈین والے حصے میں رکھا تھا اور ضبود کو اس نے کبھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کا اپنا بچہ نہیں ہے کیونکہ وہ ابھی چھوٹا تھا شاید ایسا کرنے سے اس کا دل ٹوٹ جاتا اور ذوالنورین ایسا کبھی نہیں چاہتا یہی وجہ تھی کہ اس نے سوچ لیا تھا کہ جب وہ پندرہ سال کا ہو گا تب وہ اسے ساری سچائی بتا دے گا یا ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ہی اس کا باپ اسے لے جائے۔

ضبود کو تو ذوالنورین اپنا باپ ہی لگتا تھا اور اسے لگتا تھا کہ جیسے کچھ بچوں کی ماما نے نہیں ہوتی ویسے ہی اس کی بھی ماما نہیں ہے۔ اور بڑی لفظ بھی وہ ذوالنورین کو اسی کے کہنے پر

بولتا تھا کیونکہ ذوالنورین کا کہنا تھا کہ ضبود چونکہ اس کا سب سے بہتر دوست ہے تو اس لیے وہ ذوالنورین کو بڑی ہی کہے گا۔

"بڑی! آپ شادی کر لیں نا" ذوالنورین جو اپنی ہی سوچوں میں گم تھا اچانک ضبود کی غیر متوقع بات پر ہوش میں آیا تھا۔

"اتنا مارو سالے۔۔۔ کو کہ ہوش ٹھکانے آجائیں۔۔۔ دفعہ ہو جاو یہاں۔۔۔ یہ لو طلاق کے پیپر ز۔۔۔ باہر پھینکو اسے۔۔۔" یادوں کا ایک تابڑ توڑ حملہ تھا جو سردار ذوالنورین آغا کے سر پر ٹوٹا تھا۔

آنکھیں پل میں نم ہوئی تھی، کسی کی یاد نے پھر سے دلوں کی دریچہ پر دستک دی تو ذوالنورین کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا تھا اور سینے کو مسلنے لگا تھا۔

"شادی۔۔ شادی تو میری ہو چکی ہے۔۔ اور۔۔ ٹوٹ بھی گئی ہے۔۔" ذوالنورین کا دل ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے ماتم کی کہانی سنانے لگا تھا۔

"بڑی آپ ٹھیک تو ہیں؟" ذوالنورین کی حالت پر ضبود گھبرا گیا تھا۔ اس لیے جلدی

سے اٹھ کر پریشانی سے بولا تھا۔

ضبود کو رونے کی تیار کرتا دیکھ ذوالنورین نے جلدی سے اپنے جذبات پر بندھ باندھا تھا، جس کام میں اب تو وہ ماہر ہو گیا تھا۔ اسی لیے چند پل بعد ضبود کو اپنے ساتھ لگاتے محبت سے بولا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں میرا بچہ! اچھا یہ بتاؤ کیا میں تمہیں ایسے اچھا نہیں لگتا؟ جو تم میرے گلے میں شادی کا پھندا ڈالنا چاہتے ہو" ذوالنورین نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس کی بات کے اثر کو زائل کرنا چاہا تھا۔

یا شاید وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا کہ ذوالنورین آغاز زندگی میں ایک بار محبت اور شادی دونوں کر چکا ہے۔ بس اب اس کی زندگی میں اب مزید کوئی اور نہیں آسکتی، اسی لیے وہ بات کو بدل رہا تھا۔

"اچھے تو ہیں لیکن جب آپ میری نئی ماما لے کر آئیں گے تو زیادہ اچھے لگیں گے۔ جانتے ہیں میرے کلاس کے ایک لڑکے کی ماما نہیں تھی تو اس کے بابا بھی شادی کر کے دوسری ماما لے آئیں ہیں۔ وہ اس سے بہت پیار کرتی ہے روز اس کے لیے نئے نئے کھانے بنا کر بھیجتی ہے اور اسے ڈھیر سارا پیار بھی کرتی ہے اگر میری ماما آئیں گی تو وہ

مجھے بھی ایسے ہی پیار کریں گی۔ اس لیے آپ بھی پلیز شادی کر لیں۔ "ضبود کی بات نے ذوالنورین ساکن ہو گیا تھا۔ مطلب کیا ہوا! گر ضبود کہتا نہیں تھا لیکن ماں کی کمی کو پورا محسوس کرتا تھا۔

ذوالنورین کے دل کو ضبود کی خواہشات سن کر کچھ ہوا تھا۔ اس لیے ضبود کو سینے میں بھینچ کر بولا۔

"کیا میں آپ سے پیار نہیں کرتا جو آپ کو پیار کروانے کے لیے ماما چاہیے۔" ذوالنورین کی بات پر ضبود نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر ہاتھ رکھتے بولا "آپ تو والد کے بیسٹ بابا ہیں بڑی! آئی لو یو مور اینڈ مور لیکن مجھے ماما بھی لینا ہے کیونکہ بابا ماما تو نہیں ہو سکتے نا۔" ضبود کے لہجے میں ایک کسک سی موجود تھی۔

"اور اگر وہ فی ماما اچھی نا ہوئی تو۔۔۔ اگر اس نے ضبود کو اس کے بڑی سے الگ کر دیا تو پھر ضبود کیا کرے گا؟ کیا تب بھی ضبود کو ماما چاہیے ہو گی۔" ذوالنورین نے جان بوجھ کر ضبود کا دھیان دوسری جانب کروایا تھا۔ کیونکہ خود تو کبھی شادی نہیں کرنے والا تھا تو پھر بچے کو جھوٹا دلا سے دینے کا فائدہ

"ایسے ہی بری ہوگی۔ آپ کے لیے دلہن میں ڈھونڈوں گانا تو وہ اچھی ہی ہوگی۔ بس آپ ہاں کر دیں۔" ضبود تو ہاتھ پر سرسوں جمائے بیٹھا تھا۔

"اف میرے باپ اچھا ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی ابھی تو سو جاؤ۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ پھر کل سکول بھی جانا ہے۔" ذوالنورین ضبود کو چپ کروانے کے لیے اسے اس کی ڈوری تھما دی تھی۔ جس سے فوری طور پر ضبود چپ بھی ہو گیا تھا اور ذوالنورین کے سینے پر سر رکھتے نیند کی وادیوں میں اتر گیا تھا۔

@@@@@@@@@@

دنیا کی سطح پر ابھرنا ہر ایک دن ایک نئی زندگی لے کر آتا ہے۔ جس کا استقبال کچھ لوگ ماضی کی یادوں میں کھو کر بے دلی سے کرتے ہیں۔ لیکن زندہ دل لوگ زندگی کے ہر لمحہ کو زندہ دلی سے خوش آمدید کہتے ہیں بدلہ میں یہ وقت ان کی جھولی میں ڈھیر ساری خوشیاں ڈالتا ہے کیونکہ وقت اسے ہی کچھ دیتا ہے جو پر امید ہوتے ہیں۔ ناامید لوگوں کے لیے کہی بھی کچھ نہیں ہے۔

یو نہی سردار ذوالنورین آغا بھی صبح کو پر امید سے دیکھتا ضبود اور عنایہ کو سکول اور یونی چھوڑنے کے بعد اپنے تھانے کی جانب جا رہا تھا۔ جب راستے میں ایک جگہ ہجوم دیکھ کر

رک گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" ذوالنورین جو ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔ سامنے اسی دن والی نقاب پوش لڑکی کو لڑتے دیکھ چند پل خاموش ہوا تھا۔ پھر ایک دم غصہ سے بولا۔

ذوالنورین کی روعب دار آواز کا ہی اثر تھا کہ چند منٹ وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔

"کیوں بھی تمہیں کیوں بتائیں کیا کہی کہ ڈی سی لگے ہو جو ایسے پوچھ رہے ہو؟؟ ایک تو پہلے ہی اس آدمی نے دماغ خراب کر کے رکھا ہے اوپر سے تم بھی آ جاؤ۔" ڈی جے جو آج صبح کسی اچھے سے ہوٹل میں ناشتے کے خیال سے حمہ سے چھپ کر یہاں آئی تھی۔

ابھی اس نے پارکنگ میں کار روکی تھی کہ پیچھے سے کسی نے زور سے اس کی گاڑی کے اندر اپنی گاڑی لگائی تھی۔

بجاری دو منٹ کے لیے تو ہل کر ہی رہ گئی تھی۔ اپنی پسندیدہ گاڑی کی بری حالت دیکھ کر اس کا پارہ منٹوں میں ہائی ہوا تھا۔ اسی وجہ سے لڑنے لگی تھی۔ اوپر سے ذوالنورین کی غلط وقت کی انٹری پر وہ اس پر ہی الٹ دی تھی۔ پر اب پچھتائے کیا ہو جب چڑیا چک گئی

کھیت۔۔۔۔

"شکر ہے ذوالنورین تو آگیا ورنہ تو یہ خاتون میری کچھ سن ہی نہیں رہی۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہی یہ ابھی تیرے پیارے دلارے جگری یار کو قتل ہی نہ کر دے" دوسری طرف صالح جس بچارے سے چھوٹی سی غلطی کیا ہو گئی وہ تو اب اس ڈی جے کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اپنے یار کو ٹھیک وقت پر سامنے دیکھ کر شکر کرتے بولا

"او تو یہ تمہارا دوست ہے۔ لیکن سن لو میں ڈرتی۔۔" ڈی جے جس کا غصہ ذوالنورین کو دیکھ کر تھوڑا کنٹرول ہوا تھا۔ صالح کی بات پر پھر سے بڑھا تھا۔
ذوالنورین کے برداشت کا لیول شاید یہی تک تھا، اسی لیے غصہ سے دھاڑا

"بس بہت ہوا محترمہ میں کون ہوں یہ تو آپ کو تھانے جا کر پتہ چلے گا۔ اور آپ سب یہاں کیا کر رہے ہیں کوئی تماشہ نہیں لگا جائے اپنے اپنے کام پر اور صالح تو بھی چل میرے ساتھ تم دونوں سے اب میں اب تھانے چل کر بات کروں گا۔" ذوالنورین نے سب کو وہاں سے رفع دفع کیا تھا۔

"تت۔۔۔ تھانے جانے کی کیا ضرورت ہے میری کوئی غلطی نہیں ہے انہوں نے ہی

میری گاڑی ہٹ کی ہے۔ "ذوالنورین کی بات پر ڈی جے کو پہلی دفعہ کسی گڑ بڑ کا احساس ہوا تھا۔ اس لیے جلدی سے ہکلا کر بولی تھی۔ اگر حمہ کو اس کی غائب حاضری کا پتہ چل جاتا تو بچاری کی خیر نہیں تھی۔

تو دوسری طرف تھانے جانے کے خیال سے صالح بھی اچھا تھا

"یار تو ریلیکس کر مانا تو یہاں کا ایس پی ہے کسی کو بھی اٹھا کر تھانے لے جاسکتا ہے لیکن یہ دیکھ کسی محترمہ کو یوں تھانے لیجانا اچھا۔۔۔ ویسے بھی غلطی میری بھی تھی میں نے جلدی میں پارک کرتے وقت ان کی گاڑی کو نہیں دیکھنا۔ میں معافی مانگتا ہوں اور جو ان کا نقصان ہوا ہے وہ بھی بھرنے کو تیار ہوں۔ تم میرے ساتھ انہیں ریستوران میں لے کر چلو ہم وہی بات کرتے ہیں۔ پلیز میرا یاد نہیں بات مان جا۔" صالح نے آخر میں ذوالنورین کی منت کی تھی

"ٹھیک ہے چلو لیکن یاد رہے اگر پھر ان محترمہ نے مجھ سے ایسے لہجے میں بات کی تو دو منٹ نہیں لگاؤں گا انہیں تھانے پہنچانے میں۔" ذوالنورین پتھر یلے لہجے میں بولتا اندر کی جانب بڑھا تھا۔

جس پر صالح نے بھی شکر کا سانس بھرتے، ڈی جے کی جانب دیکھا تھا۔ جو آج والے

ذوالنورین کے الگ انداز پر دھنگ سی تھی۔

وہ دوبار اس سے ملا تھا اور دونوں بار اس سے الگ انداز میں ملا تھا ایک دفعہ انتہائی نرم اور کھویا کھویا سے تھا تو دوسرا پتھر دل اور غصیلہ نجانے کونسا روپ اصل تھا۔ ہاں ذوالنورین کی نسبت صالح اسے ٹھیک لگا تھا جس پر وہ پہلے اپنے غصہ کی باعث بہت بول چکی تھی۔ اس لیے خود بھی ان دونوں کے پیچھے اندر کی جانب چل دی تھی۔

@@@@@@@@@@

صالح اور ذوالنورین کے پیچھے چلتے چلتے ڈی جے آج 'میرال ریستوران' کے اس حصہ میں آئی تھی۔ جہاں عام طور پر صرف صالح اور ذوالنورین کی فیملی کو ہی جانے کی اجازت تھی۔ جدید طرز سے بنے اس حصے کا انٹیریر مکمل طور پر لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ وہاں کی ہر ایک چیز کسی کی اعلیٰ معیار کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ ڈی جے ریستوران کے انٹیریر سے متاثر ہوتی، کرسی گھسیٹ کر ذوالنورین کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"جی تو محترمہ! آپ یہاں بیٹھیں 'دی شیف صالح کمال' ابھی آپ کے لیے کچھ لے کر آتا ہے۔" صالح ان دونوں کو بیٹھا کر خود کیچن کی جانب بڑھا تھا۔

صالح کے جانے کے بعد جانے کیوں ایک عجیب سی خاموشی نے وہاں پر گھیرا کر لیا تھا۔ جس میں سردار ذوالنورین آغا اپنی سنجیدہ نظریں ڈی جے پر سجائے بیٹھا تھا۔ ایسے جیسے اس کے بولنے کا انتظار کر رہا ہو۔

لیکن دوسری طرف ڈی جے کی اب بولتی بند ہو گئی تھی۔ ایک گھبراہٹ سی بچاری پر طاری ہو گئی تھی۔ اوپر سے ذوالنورین کی وہ ساحرہ آنکھیں جو کسی کو بھی سحر زدہ کر سکتی تھی وہ اسے جانے کیوں پزل کر رہی تھی۔ اس لیے آخر کار بول ہی پڑی تھی

"سر! دیکھیں آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں نگل جائیں گے۔ حالانکہ میں تو اب چپ بیٹھی ہوں۔" ڈی جے بولنے کے بعد خود کو کافی ریلیکس محسوس کر رہی تھی۔ لیکن ذوالنورین کے ماتھے کی تیوڑی ضرور چڑھی تھی

"دیکھیں محترمہ میں الحمد للہ مسلمان ہوں۔ اس لیے انسانوں کا گوشت حرام ہے مجھ پر سو آپ ریلیکس رہیں آپ کو نہیں کھاتا اور دوسری بات کیا اب آپ بتانا پسند فرمائیں گی اس بھٹیر میں کھڑے ہو کر اتنا چیخ کیوں رہی تھی حالانکہ یہ معاملہ آرام سے بھی تہہ کیا جاسکتا تھا۔" ذوالنورین نے ڈی جے کی بات کا جواب بہت اچھے سے اسے لوٹایا تھا۔

ڈی جے جذبہ ہوئی تھی۔

"اچھا خیر میں پہلے ہی بتا دو میرا نام ایس پی ذوالنورین آغا ہے۔ اس لیے یہ سب پوچھ رہا ہوں۔ پلیز اب بعد میں یہ مت کہیں گا کہ آپ ہوتے کون ہیں یہ سوال کرنے والے؟؟" ذوالنورین تو چن چن کر ڈی جے پر طنز کے تیر برسا رہا تھا۔

"دیکھیں ایس پی سر! مانا کے انسان سے غلطی ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ بعد میں پہلے سے شر مندہ انسان کو مزید شر مندہ کریں۔ میں جانتی ہوں باہر جو بھی ہوا اس میں میری بھی کچھ ناکچھ غلطی تھی۔ اس لیے سوری فارڈیٹ "ڈی جے نے معذرت خواہ لہجہ میں کہا تھا۔

"آپ کو شر مندہ ہونا بھی چاہیے مس" ذوالنورین روکھے لہجے میں بغیر لحاظ کے بولا تھا۔

"مس نہیں مائی سیلف ڈی جے ! تم مجھے باقی سب کی طرح ڈی جے بولا سکتے ہو" ذوالنورین کے لہجے کو اگنور کرتے ڈی جے مزے سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتی تعارف کرواتے بولی تھی۔ جس غیر محسوس انداز میں ذوالنورین نے اگنور کیا تھا۔

"اوہ تو آپ مس ڈی جے ہیں۔ لگتا ہے آپ کے ماں باپ نے وہ ڈی جے جو سنگر ہے ان سے متاثر ہو کر آپ کا نام رکھا ہو گا ہے نا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟" صالح اور اس کے

سٹرے ہوئے لطیفہ کبھی بھی کہی بھی حاضر ہو سکتے ہیں۔ جیسے اب وہ کافی لے کر وہاں آیا تھا۔

"مجھے اپنے نام سے متاثر ہو کر اپنا نام ڈی جے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مسٹر شیف" ڈی جے جوش میں آتے اپنا نقاب گراتے صالح کو دیکھ کر جتا بولی تھی۔

"اوہ تو مطلب آپ اصل کہ ڈی جے ہیں واہ ڈیٹس گریٹ مائی سیلف صالح کمال میرے بابا، بھائی، اس کی بہن اور ہمارا چھوٹا بڑی سب آپ کے گانوں کے فین ہیں۔ اگر آپ ہمارے گھر چلیں گی تو سب آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے ضبود تو آپ کا بہت بڑا فین ہے اس کا تو دن بن جائے گا۔" صالح کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ البتہ ذوالنورین ایسے بیٹھا تھا جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو۔

"اتنی تعریف کے لیے بہت شکریہ مسٹر صالح کمال! مجھے خوشی ہوگی کہ اگر میں اپنے فینز سے خود ملو" صالح کی پر جوشی پر ہلکے سے مسکراتے ہوئے ڈی جے نے جواب دیا تھا۔ نجانے کیوں وہ اپنی نیچر کے برخلاف صالح اور ذوالنورین سے پٹر پٹر بول رہی تھی۔ یا شاید اس لیے ان کی آنکھوں میں اسے اپنے عزت اور احترام محسوس ہو رہا تھا۔

"اچھا تو آپ یہاں کہاں رہتی ہیں؟" صالح نے کیسی چیخو کا کپ ڈی جے کے سامنے

رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایکجہولی میں رہتی تو کراچی ہوں لیکن پیچھلے کچھ دنوں سے میں ایک فلم کی وجہ سے راولپنڈی آئی ہوئی ہوں۔ یہ رہا وہاں کا ڈریس۔۔" ڈی جے اپنے بیگ سے ایک کارڈ نکال کر صالح کو دیتے ہوئے بولی تھی۔ جسے صالح نے خوش دلی سے تھام لیا تھا۔

"ٹھیک ہے صالح تم لوگ بیٹھ کر باتیں کرو میں چلتا ہوں اور ہاں میڈم پلیرز آئیندہ ایسے کہی بھی شروع ہونے سے پہلے سوچ لیا کیجئے گا کہ ایسے تماشہ کرنے اور شور شرابہ کرنے سے وقت اور انرجی کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔" ذوالنورین صالح اور ڈی جے کے درمیان معاملہ رفع دفع ہوتے دیکھ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے جلد از جلد اب پولیس اسٹیشن پہنچنا تھا۔

"ٹھیک السہ حافظ!" ذوالنورین کے جانے پر صالح اٹھ کر اس سے بگل گیر ہوا تھا۔ جبکہ ڈی جے نے خاموشی سے ذوالنورین کو جاتے دیکھا تھا۔ یہ پہلا انسان تھا۔ جس میں نجانے کونسی کشش تھی جو ڈی جے کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

ذوالنورین کے جانے کے بعد ڈی جے بھی کچھ دیر مزید وہاں ٹھہر کر واپس گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

"سرے آئی کم ان!" ذوالنورین اپنے کمرے میں بیٹھا کوئی فائل سٹڈی کر رہا تھا۔ جب واجد دروازہ نوک کر کے اندر داخل ہوا تھا۔

"آؤ واجد کہو کام ہوا جو تم سے کہا تھا؟؟؟" واجد کو دیکھتے ہی ذوالنورین نے فائل بند کر کے رکھی تھی اور اس سے سوال کیا تھا۔

"جی سر! جیسا آپ نے کہا تھا ویسے ہی میں اور میرے دو ساتھی بھیس بدل کر رنگا کی ٹیم میں داخل ہونے میں آج کامیاب ہو گئے ہیں۔" واجد نے چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی کو شک تو نہیں ہوا؟" ذوالنورین نے کسی خدشہ کے تحت پوچھا تھا۔

"نو سر فلحال تو کسی کو بھی نہیں ہوا اور ان شاء اللہ آگے بھی کسی کو نہیں ہوگا۔" واجد نے ذوالنورین کو مطمئن کیا تھا۔

"اوکے گریٹ! ویسے تمہیں ابھی رنگا کا اعتماد جیتنے کے لیے کچھ دن اس کے ساتھ رہنا تھا" ذوالنورین نے اب کے اس کے یہاں آنے کے مقصد کو جاننا چاہا تھا۔

"جی سر کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔ لیکن سر مجھے ایک بہت اہم بات ڈسکس کرنی تھی۔ اسی لیے چلا آیا۔ سر مجھے ان کے ساتھ کام کرتے جتنے بھی دن ہوئے ہیں۔ ان میں میں نے ایک بات نوٹس کی ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر نومولود بچے سے لے کر دس سال تک کے بچوں تک کو زیادہ اغواء کرتے ہیں اور عموماً ان کا ٹارگٹ اسپتال ہوتے ہیں۔ اور یونوٹ سر کچھ دنوں بعد یہ لوگ روالپنڈی کے دس بچوں کا سودا کرنے والے ہیں۔ جن میں پانچ سے دس سال تک کی عمر کے بچے شامل ہونگے۔" واجد کی بات پر ذوالنورین کا چہرہ سیاٹ ہوا تھا۔

"اور سر مزید یہ مجھے ان کی باتوں سے محسوس ہوا ہے کہ اس کام کے لیے وہ کسی خوفیہ راستے کا استعمال کرنے والے ہیں۔ پر کونسی یہ ابھی پتہ نہیں چل رہا۔" واجد تمام بات بتانے کے بعد خاموش ہو کر ذوالنورین کے بولنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

"واجد ہونا ہو خوفیہ راستے کسی سورنگ کی صورت میں ہی جاتا ہوگا۔ لیکن یہ سورنگ ہے کہاں اس کا پتہ لگانے کے لیے تمہیں اپنی جی جان لگا کر رنگا کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔ اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم انہیں تین چار بچے لا کر دو۔ تاکہ تم سے خوش ہو کر وہ رنگا تمہیں اپنے ساتھ بنالے اور تمہیں ساتھ لیجانے کے چانسز بڑھ جائیں۔

باقی کا پلین میں تمہیں بعد میں سمجھاؤں گا۔ ابھی تم اور تمہارے ساتھی بس یہی کرو" ذوالنورین نے واجد کو چند مزید ہدایت دیتے رخصت کیا تھا۔

واجد کے جانے کے بعد کافی دیر بیٹھا ذوالنورین کسی گہری سوچ میں گم رہا تھا۔ پھر اٹھ کر اس نے ایک چٹ پر چند لائنز لکھ کر، اس چٹ کو اپنے پیچھے موجود بلیک بورڈ پر لگائیں تھی۔ شاید کسی کے اٹنے دن شروع ہو چکے تھے۔

@@@@@@

"دیکھ میرے یار! اب یہ مت کہنا کہ صالح تو روزادھر کیوں ٹپک پڑتا ہے۔ تجھے تو پتہ ہے تیرے بغیر میرا تھوڑی دیر بھی گزارا نہیں ہوتا۔ میں تو بابا سے کہا بھی تھا کہ بابا آپ ذوالنورین کے بگل والا گھر خرید لیں کیونکہ آج کل وہ بک رہا ہے۔ پر کیا کروں میرے بابا کو میری ماما سے اتنا پیار ہے کہ کہتے ہیں صالح جہاں تمہاری ماما نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے ہیں۔ میں اس گھر کو چھوڑ کر بالکل بھی نہیں جاؤں گا۔ چلو خیر ابھی بھی میرے گھر صرف ایک گلی چھوڑ کر ہی آگے ہے۔ پر کیا کروں جانم تم بن گزارا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے دیکھو آج تجھے تھانے سے چھٹی تھی اوپر سے موسم بھی بے ایمان ہو رہا تو تیرا یہ جگر صالح کمال منہ اٹھا کر اپنے پھپھڑے سے ملنے چلا آیا۔ چل

اب مجھے مسکرا کر ویلکم کر میرے پھپھڑے "گھر کے داخلی دروازے سے اندر آتا صالح ذوالنورین کو بولنے کا موقع دیے بغیر بس اپنی ہی ہانکے چل جا رہا تھا۔ صالح کی حرکت پر عاقب، شیراز اور عنایہ لوگ سب کھل کر مسکرا دیے تھے۔

"بس کر پیچھے ہٹ صالح کبھی کبھی تیری مشکوک حرکتیں مجھے وہم ڈال دیتی ہیں کہ تو لڑکا ہی ہے نا" صالح کے مسلسل خود سے چپٹے رہنے پر ذوالنورین نے اس پر چوٹ کی تھی۔ جس پر صالح بلبلا اٹھا تھا۔

"لاحوالہ والا قوتہ! ذوالنورین کیسی باتیں کر رہے ہو۔" صالح کے ایک دم اچھل کر کہنے پر پورے لاونج میں قہقہہ لگا تھا۔ ذوالنورین کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ نے جھنپ دیکھائی تھی۔

"آپ سب بہت اچھے موسم اور وقت پر آئیں صالح لالہ دیکھیں میں ابھی بس پکوڑے ہی بنا رہی تھی۔ آپ لوگ بیٹھیں میں بس ابھی بنا کر لاتی ہوں۔" عنایہ ان سب کے لاونج میں بیٹھنے کے بعد جوش سے بولی تھی۔

"گریٹ عنایہ! شاباش جلدی سے لے کر آؤ۔" عنایہ کی بات پر خوش ہوتے صالح نے کہا تھا۔ عنایہ فوراً سے کیچن کی جانب بڑھی تھی۔

"صالح انکل، عاقب اور شیریں بھائی آپ لوگ کب آئے۔ میں ابھی آپ کو ہی مس کر رہا تھا۔" ضبود جو اوپر سیکنڈ فلور پر موجود لاونج میں بیٹھا کارٹون دیکھ رہا تھا۔ شور سن کر نیچے آیا تھا اور صالح لوگوں کو دیکھ کر خوشی سے چلایا تھا۔

"ارے میرے شیر میں بھی تجھے بہت مس کر رہا تھا۔ اسی لیے چلا آیا تھا۔ دیکھ لے ذوالنورین تجھ سے زیادہ ضبود مجھ سے محبت کرتا ہے۔ صالح صدقے جائے اپنے ضبود پر لیکن تو ایک بات کان کھول کر سن لے ضبود خبردار جو تو بڑا ہو کر اپنے باپ جیسا سڑیل بنا تو نے اپنے صالح انکل کے جیسے بنا ہے سمجھے" صالح ضبود کو گلے لگاتے ذوالنورین کو جانب بوجھ کر جلانے کی خاطر بولا تھا۔

"صالح انکل آپ سب سے اچھے انکل ہیں لیکن میرے بڑی آپ سے بس تھوڑے سے زیادہ اچھے بڑی ہیں۔ اس لیے میں ان کے جیسے بنو گا اور پھر آپ بابا کے دوست اس لیے ہیں کیونکہ وہ بابا ہیں۔ اگر میں ان کے جیسے بنا ہے۔ تبھی تو پھر آپ میرے بھی ہمیشہ دوست رہیں گے۔" حاضری دماغی میں تو ضبود آغا بھی ذوالنورین آغا سے کم نہیں تھا۔ اس کی بات پر سب عیش عیش کراٹھے تھے۔ ذوالنورین نے تو جان نثار نظروں سے اسے دیکھا تھا

"ہائے رے ظالم لڑکے باپ کی طرح تو بھی باتوں میں کم نہیں ہے۔ چل خیر چھوڑ تو بھی کیا یاد کرے گا۔ صالح ہمیشہ تیرا دوست رہے گا۔" صالح نے مسکراتے ہوئے ضبود کی گال کا بوسہ لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی عنایہ پکوڑے اور چائے لیے اندر داخل ہوئی تھی۔

"ذوالنورین یاد آیا یا تجھے یاد ہے وہ ڈی جے جس سے کچھ دن پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ سنا ہے اس کا کنسرٹ ہے عنایہ لوگوں کی یونیورسٹی میں عاقب اور شیریں لوگ تو جارہے ہیں تو کیوں نا تو عنایہ اور ضبود کو بھی جانے دے بچوں روٹین سے ہٹ کر کچھ کریں گے تو ان کا موڈ بھی فریش ہو جائے گا۔ دیکھو گھر رہ رہ کر کتنا مر جھاگئے ہیں۔" صالح نے پکوڑوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اچانک بات چھیڑی تھی۔ جس پر چندیل کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم تو جانتے ہو صالح میں ان سب فضول چیزوں کے حق میں نہیں ہوں اور وہ سنگرتو ہے بھی بہت بد تمیز کوئی ضرورت نہیں ہے عنایہ اور ضبود کو وہاں جانے کی۔" چندیل بعد ذوالنورین نے سنجیدہ سہ جواب دیا تھا۔ اس کے جواب پر ضبود اور عنایہ کا سانس سوکھا تھا۔

"ذوالنورین یار کیا ہو گیا ہے۔ صرف چند پل کی تو بات ہے۔ ڈی جے اتنی بھی بری نہیں ہے اور پھر شیریں اور عاقب بھی تو ان کے ساتھ ہونگے۔" صالح نے ذوالنورین کو منانا چاہا۔

"جی بھائی صالح بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ عنایہ ہماری لیے ہماری یونیورسٹی جو شیریا آپکی بہن ہی نہیں بلکہ ہماری بھی چھوٹی بہن جیسی ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں ان کی پوری حفاظت کریں گے۔ آپ پلیز اسے جانیں دیں۔" اب کہ عاقب نے بھی منہ کھولا تھا۔ لیکن ذوالنورین کے چہرے پر مسلسل نوبورڈ کا سائن لگا تھا۔

"بالکل بھائی ہم سچ میں ضبود اور عنایہ سس کا خیال رکھیں گے۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ سکیورٹی کے لیے انتظامیہ آپ کو بھی بلائے تو اس لیے آپ پلیز مان جائیں۔" شیریں نے اب نے ایک نئی بات کی طرف دھیان دیا تھا۔ جس پر ذوالنورین کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا تھا۔

"بڈی پلیز مان جائیے نامیرے لیے" ضبود جو کب سے خاموش بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ آہستہ سے اٹھتا ذوالنورین کے پاس آیا تھا اور اس کا چہرہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں پکڑتے، اپنی ہیزل آنکھیں ذوالنورین کی ہیزل آنکھوں میں ڈالتے التجہ کرتے بولا۔

"تھیک ہے تم دونوں جاسکتے ہو۔ لیکن صرف دو گھنٹے کے لیے" ضبود اور عنایہ کے چہروں کو چند پل دیکھنے کے بعد ذوالنورین ضبود کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولا تھا۔

"ہرے بڑی! آئی لو یو سوچ بڑی۔ یواردی بیسٹ بڑی ان کی ولڈ" ذوالنورین کے اقرا پر خوشی سے پاگل ہوتے ضبود تو چہک اٹھا تھا۔ وہی نہیں بلکہ وہاں موجود ہر شخص کا خوشی سے یہی حال تھا

@@@@@@@@@@

ساون کا موسم دنیا کے حسین ترین موسموں سے ایک ہوتا ہے جب شدید گرمی کا توڑ بھی جل تھل کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایسے ہی کوئیٹھ کے اس موسم میں بھی بارش کے پہلے قطرے نے اپنا دیدار کروایا تو انسانوں کے چہرے کھل اٹھے تھے۔ بچے، منچلے اور کچھ بڑے بھی بارش میں بھگتے اس سے لطف اندوز ہونے لگے تھے۔ ایسے میں ضرار آغا کے گھر کے لان میں ایک تتلی اپنے پر پھیلائے بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اس کی ہنسی کی جلت رنگ ضرار آغا کی روح کو تسکین دے رہی تھی۔ جو دیوانہ وار برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھا دوحہ کو دیکھ رہا تھا۔

"ضرار آئیے نادیکھیں کتنی اچھی بارش ہو رہی ہے۔" دوحہ جو ضرار کو ایک جگہ بیٹھے

دیکھ دیکھ کر اکتا گئی تھی۔

"نہیں میں یہی ٹھیک ہوں تم لوگ انجوائے کرو۔" ضرار کو پانی میں بھگنا بالکل بھی نہیں پسند تھا اسی لیے انکار کرتے ہوئے بولا تھا۔

"آئیے نابھائی دیکھیں کتنا مزہ آرہا ہے۔" اب کہ اس کی چھوٹی بہن نے بھی اسے بلایا تھا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں اب اگر تم لوگوں نے مجھے کہا تو میں تم لوگوں کو بھی اندر بولا لوں گا۔" ضرار نے اب کے انہیں ڈرایا تھا۔ جس پر دو حہ اور چودہ سالہ عنایہ نے منہ بسورا تھا لیکن پھر شرارتی ہنسی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر وہ لوگ ضرار کی جانب لپکی تھی اور اسے کھینچتے ہوئے بارش میں لے آئی تھی۔

بچارہ ضرار آغا جو یہ توقع نہیں کر رہا تھا۔ بارش میں آتے ہی چیخا تھا۔

"افف دو حہ عنایہ چلو اندر اب بس بہت ہوا" ضرار اب کے غصہ سے ان دونوں کا ہاتھ پکڑتے انہیں اندر لے گیا تھا۔ آخر یہ ان کی سزا تھی لیکن وہ بھی ضرار کو بھگو کر اپنے مزے میں تھی۔

ضرار نے ان دونوں کے بالوں کو اچھی طرح اپنے ٹاول سے سکھایا تھا اور پھر ان دونوں کے لیے چائے بنا کر لے آیا تھا۔

"بس اب آج کہ بعد تم دونوں میں سے کوئی بھی بارش میں یوں نہیں جائے گا یہی تم دونوں کی سزا ہے۔" ضرار انہیں چائے دیتے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ضرار یہ غلط ہے۔ دیکھیں میں آپ کی ہر بات مانتی ہوں تو آپ میری اتنی سی خوشی نہیں پوری کر سکتے یاد رکھیے گا ایک دن میں چلی گئی تو پھر بارشوں میں ہی ڈھونڈتے رہیے گا لیکن میں کہی نہیں ملوں گی۔" دوحہ غصہ سے بولتی اسی کے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

"دوحہ دیکھو کہی بات جس کو تب میں نے صرف غصہ میں کہی ایک بات سمجھ کر انگور کر دیا تھا۔ آج تلخ حقیقت کا روپ دھارے میرے سامنے کھڑے ہے۔ آج سچ میں میں پاگلوں کی طرح تمہیں اس بارش میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں اور تم کہی نہیں ہو۔ ایک دفعہ واپس آ جاؤ وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی تمہیں بارش میں بھگینے سے نہیں روکوں گا بلکہ خود ہر بارش میں ساتھ بھگیو گا۔" ذوالنورین ضرار آغا کی ہیزل گرین آنکھیں آنسوؤں بہا رہی تھی۔ جن کے قطرے پانی میں مل رہے تھے۔ لیکن شاید قدر کرنے

والا کوئی تھا۔ سوائے اس کی بہن کے جو اس وقت کھڑکی میں کھڑی ہمیشہ کی طرح دیکھ رہی تھی۔

"دوہ تم دنیا کی وہ لڑکی تھی جو میری دوست ہی نہیں بلکہ میرے بھائی کی دنیا تھی لیکن تم نے میرے بھائی کو تنہائی کے اندھیروں میں دھکیل کر اچھا نہیں کیا۔ بھلے میں اس وقت اتنی سمجھدار نہیں تھی کہ جان پاتی کہ تم لوگوں کے چھڑے کی وجہ کیا تھی۔ پر اتنا ضرور جانتی ہوں میرا بھائی ذوالنورین تم سے دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ وہ تمہیں کبھی تکلیف دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ تو تمہاری سانسوں کے ساتھ سانس لیتا تھا۔ وہ تو ہر لمحہ تم سے عشق کرتا تھا۔ پر تم نے ان کے ہاتھ میں طلاق کے پیپر زتھا کر انہیں ہجر کی نوید سنادی اور مجھے اس عشق نامی چیز سے نفرت کرنا سیکھا دی۔ لیکن جانتی ہو میرے بھائی نے آج تک ان طلاق کے پیپر ز پر اپنے سائن نہیں کیے وہ ابھی بھی ان کی الماری میں پڑے ہیں۔ اس امید سے کہ شاید تم کبھی واپس آ جاؤ۔ لیکن تمہاری وجہ سے میں عنایہ آغا جس کو کبھی محبت لفظ سے محبت تھی آج وہ اس لفظ سے نفرت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ صرف تکلیف دیتی ہے۔ میری یہی دعا ہے کہ میری زندگی میں کبھی ایسی لمحہ نا آئے جب مجھے کسی سے محبت ہو اور نا ہی کبھی

ایسا لمحہ آئے جب میں تم ہماری زندگیوں میں واپس آؤ۔ کیونکہ میں نہیں جانتے کہ اگر تم سامنے آئی تو میں غصہ سے کیا کر بیٹھوں گی۔ "اپنی سوچوں میں الجھتے سرخ آنکھیں لیے عنایہ نے کمرے کے پردے برابر کیے تھے اور ضبود کے ساتھ خود بھی بیڈ پر کمرے میں گھس گئی تھی۔

اب صرف باہر ایک دیوانہ تنہا بارش میں بھیگ رہا تھا جس پر گرتی بارش بھی شاید اس کے غم کو چھپانے میں ناکام تھی۔

محبت جب امتحان لینے پر آتی ہے تو ایسے ہی لیتی ہے جیسے ذوالنورین سے لے رہی تھی۔ بس فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ یہ امتحان کسی کے لیے سخت اور کسی کے لیے انتہائی سخت ترین ہوتا ہے۔

@@@@@@

"ہیلو ڈیڈ! کیسے ہیں آپ؟ ڈیڈ آپ کو تو ہماری یاد ہی نہیں آتی جب دیکھیں اپنے بزنس میں کھوئے رہتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ آپ کو ہم سے پیار ہی نہیں ہے۔" کافی کے مگ سے ہلکے ہلکے سیپ لیتی ڈی جے اپنے والد سے موبائل پر شکوہ کر رہی تھی۔

"ہا ہا ہا ڈیڈی کا پیار اچھے ڈیڈی اپنی بیٹیوں کو بہت محبت کرتے ہیں۔ لیکن کچھ مصروفیات کی بنا پر ڈیڈی ان سے مل نہیں پارہے۔ جیسے مجھے کچھ فراغت ملے گی میں اپنی بیٹیوں سے ضرور ملنے آؤں گا۔ میں نے آپ کے لیے ایک سرپرائز پلین کیا ہے۔ جو بہت جلد آپ کو ملنے والا ہے اپنی برتھڈے پر امید ہے آپ کو پسند آئے گا۔" تیمور صاحب نے اپنی لاڈلی بیٹی کے شکوہ پر معذرت کرتے، اسے چند پل میں خوش کیا تھا۔

"اور نیلی ڈیڈی؟ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ لٹ می گیس کے آپ کیا سرپرائز دیں گے ہم۔۔۔ ویسے ڈیڈی اگر میری برتھڈے پر میرے ڈیڈی جو دنیا کے ولڈ بیسٹ بابا ہیں وہ میرے سامنے ہوں تو یہی میرے لیے سب سے خاص اور بہترین گفٹ ہوگا۔ ویسے آپ آئیں گے نا" ڈی جے اپنے دل کی خواہش ظاہر کرتی آخر میں ایک آس سے بولی تھی

"ڈیڈی کالاڈ لا بیٹا ! ٹھیک ہے ڈیڈی اپنی بیٹی کی خواہش پوری کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اب میں فون رکھتا ہوں کیونکہ میری ابھی ایک کلائنٹ سے میٹنگ ہے۔ پھر بہت جلد بات ہوگی۔ اللہ حافظ ڈیڈی کی جان!" تیمور صاحب نے ڈی جے کی خواہش کو پورے کرنے کی ہامی بھرتے فون بند کیا تھا۔

تیمور صاحب کا شمار دنیا کے مشہور ترین بزنس مین میں ہوتا تھا۔ جن کے چرچے دور دور تک تھے۔ انہوں نے اپنے بزنس کو کی ملکوں تک پھیلایا ہوا تھا۔ لیکن بزنس کو سنبھالنے کے لیے ان کا کوئی اپنا بیٹا نہیں تھا۔ رب نے انہیں صرف دو بیٹیاں دی تھیں اور بیوی بھی چند سال پہلے دنیا سے چل بسی تھی۔ لیکن تیمور صاحب اس پر بھی رب کا شکر ادا کرتے تھکے تھے۔

"حممنہ یار ویسے ہم کتنی خوش نصیب ہیں ناکہ ہمیں اتنے اچھے بابا ملے ہیں۔ جو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ کاش ہماری جگہ ان کے بیٹے ہوتے تو شاید وہ ان کا بزنس سنبھال پاتے بلکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ تم کی شادی کر کے میں بزنس تم لوگوں کے شوہروں کو دے دوں گا اور خود آرام کروں گا۔ ہمارے بابا سچ میں والد کے بیٹے بابا ہیں۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ کبھی شادی نہیں کروں گی بلکہ بابا کے پاس رہوں گی۔ تم کیا کہتی ہو حممنہ؟؟" ڈی جے موبائل بند کرتے رکھ کر حممنہ کے سامنے بیڈ پر گرتے ہوئے بولی تھی جو میگزین کے پیج پلٹنے میں لگی تھی۔

"ہاں یار یہ تو سچ کے ڈیڈی جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ خیر یہ سب چھوڑو دیکھو ناڈی جے یار کیسا منحوس دن ہے یہ بارش بھی آج ہی ہونی تھی۔ مجھے ناگھر میں رہ رہ کر سخت

بوریت ہو رہی ہے۔ کاش کے ہم آج شوٹنگ پر جا پاتے۔ "حنہ ایک دم سے میگزین بند کرتے بولی تھی۔ اصل میں کل سے وقفے وقفے سے ہونے والی بارش ہونے کی وجہ سے وہ لوگ آج سیٹ پر نہیں جاسکی تھی۔ اس لیے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو۔ خیر یہ چھوڑ مجھے نا تمہیں کچھ بتانا تھا اصل میں یار اس دن جب تم سوئی ہوئی تھی نا تو میں تم سے چپکے ریستور ان گئی تھی ناشتہ کرنے اور وہاں چھوٹا سا جھگڑا ہو گیا تھا۔" ڈی جے جو کافی دونوں سے حنہ کو بات بتانے کا سوچ رہی تھی۔ آج موقع ملتے اچانک بولی تھی۔

"ہائے اللہ یہ کب ہوا ڈی جے تم بھی کتنی فضول حرکتیں کرتی ہو یار! اگر کہی وہاں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی پاگل لڑکی کبھی تو تھوڑا سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔" حنہ نے ابھی پوری بات سنی نہیں تھی۔ کہ اس کی صلواتیں پہلے ہی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن جو بھی تھا اس میں ماں والی کئی اور بہن والا پیار تھا اس لیے ڈی جے انہیں بہت انجوائے کر رہی تھی۔

"اچھا میری پیاری بہن سوری آئندہ اکیلی نہیں جاؤ گی بلکہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤ گی۔ بس تھیک ہے خوش؟؟" ہا ہا ہا "ڈی جے حنہ کے گال کھینچتی اسے چڑا کر

بولی تھی اور آخر میں خود ہی ہنس پڑی تھی۔

"نکمی لڑکی چلو اب بتاؤ کیا ہوا تھا وہاں؟" حمنہ چند پل اسے مصنوعی غصہ سے گھورنے کے بعد اشتیاق سے پوچھا تھا۔ جس پر ڈی جے نے اسے پوری کہانی بتا ڈالی تھی۔ حمنہ کا تو منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔

"ہائے ڈی جے شکر ہے اس ایس پی نے تمہیں اندر نہیں کر دیا ورنہ میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" حمنہ نے گہری سانس بھرتے کہا تھا

"او حمنہ آپ وہ اتنا بھی کھڑوس نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ بس اوپر اوپر سے غصہ والا لگتا ہے اندر سے نرم ہے۔" ڈی جے کھوئی کھوئی سی اس کے متعلق اپ گ خیالات کا اظہار کرتے بولی تھی۔

"ہاں ہاں تمہیں تو جیسے بڑا پتہ ہے نادیکھو ڈی جے تمہارے کیرئیر کے لیے یہی بہتر ہے کہ تم یہ پولیس وغیرہ سے دور رہو۔ تمہیں پتہ ہے انڈسٹری میں بات کا بٹنگلڑ بننے میں دیر نہیں لگتی اور یہ پولیس والا جیسے بھی ہو۔ تم بس اس سے دھیان سے بچ کر رہو اور اگر کہی وہ دیکھے تو وہاں سے راستہ بدل لینا ٹھیک ہے نا۔ چل اب جلدی سے اٹھ باہر سے کچھ اچھا سہ لہجہ کر کے آتے ہیں میری تو بھوک سے جان نکل رہی ہے۔" حمنہ

سنجیدگی سے ڈی جے کو سمجھاتی آخر میں خود بھی تیار ہونے کی طرف چل دی تھی۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"او کے پرنسپل سر آپ فکر مت کریں کل سارا دن پولیس کے آدمی یہی موجود ہوں۔ اس کے علاوہ میں ایونٹ کے وقت یہی پر موجود ہوں گا۔ میری پوری ٹیم ڈی جے میڈم کی حفاظت کا دھیان رکھے گا۔ آپ پریشان مت ہو اس ادارے میں ان کی جان محفوظ رہے گی۔" ذوالنورین اس وقت یونیورسٹی کے وی سی کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔

"بہت شکریہ ذوالنورین بچے اب میں بے فکر ہوں کیونکہ ذمہ داری تم نے جو لے لی ہے اور ہاں یہ لو انویٹیشن میں چاہتا ہوں میرے لاڈلے دوست کا پیٹا کل کے فنکشن میں ایسی پی ذوالنورین آغا کی حیثیت سے نہیں بلکہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شامل ہو۔" وی سی صاحب ذوالنورین کی طرف کارڈ بڑھا کر مسکرا کر بولے تھے۔

"بہت شکریہ انکل! لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ مجھے ایسے فنکشن بالکل پسند نہیں ہے اور پھر مجھے ڈی آئی جی صاحب سے ملنے بھی جانا تو ہو سکتا ہے کہ شاید میں کل صرف ایونٹ کے موقع پر کچھ دیر کے لیے ہی آؤں۔" ذوالنورین وی سی صاحب کو ادب سے منع کرتے اٹھ کھڑا ہوا تھا

"ذوالنورین یہ بہانے کسی اور کے سامنے لگانا، کیونکہ میرے سامنے یہ بالکل بھی نہیں چلنے والے، کل یاد سے ٹائم پر آجانا میں تمہارا انتظار کروں گا۔" وی سی صاحب ذوالنورین سے ہاتھ ملاتے اسے حکم دینا نہیں بھولے تھے۔ جس پر ذوالنورین نے محض سر ہلایا تھا۔ اور وہاں سے نکل آیا تھا۔

چونکہ اس وقت یونیورسٹی کی چھٹی کا وقت تھا اس لیے ذوالنورین عنایہ کو لیے ضبود کے سکول آیا تھا۔ جہاں سے انہوں نے ضبود کو پک کیا تھا۔

"میری آج ڈی آئی جی صاحب سے میٹنگ ہے اس لیے مجھے واپسی پر دیر ہو جائے گی۔ جب تک میں واپس نہیں آتا تب تک تم لوگ آج صبح کے پاس روکو گے۔ میں تم لوگوں کو اس کے ریسٹوران چھوڑ دیتا ہوں۔" ذوالنورین ریسٹوران کی پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"ہرے تب تو مزہ آئے گا بڑی" ذوالنورین کی انگلی پکڑ کر چلتا ضبود چہک کر بولا تھا۔ پھر وہ تینوں آگے پیچھے چلتے ریسٹوران کی فیملی سائیڈ پر آئے تھے۔

"دادو!" سامنے چئیر پر بیٹھے جبرائیل صاحب کو دیکھتے ضبود چہک کر بولا تھا۔

"ارے میرا گڈ آیا ہے۔" جبرائیل صاحب ضبود کو گلے لگاتے بولے تھے۔

"جی انکل اصل میں وہ آج مجھے ایک کام کے سلسلے میں دیر ہو جائے گی اس لیے سوچا آپ کے پاس چھوڑ دوں۔ پھر یاد آیا اس وقت تو آپ سب یہیں ہونگے تو میں انہیں بھی ادھر لے آیا میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا" ذوالنورین نے اپنی مصروفیت کے بارے میں بتاتے آخر میں ان سے پوچھا تھا

"ارے بالکل نہیں ذوالنورین بیٹا! اچھا کیا تم نے جو انہیں یہیں لے آئے۔ میں بھی بور ہو رہا تھا۔ چلو ان کے بہانے اچھا وقت گزر جائے گا۔" جبرائیل صاحب نے عنایہ کے سر پر پیار دیتے انہیں کھلے دل سے خوش آمدید کہا تھا۔

"ٹھیک ہے انکل میں اب چلتا ہوا السلام حافظ" اس کے بعد جلد ہی ذوالنورین وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

@@@@@@@@@@

"انسان کے اندر کا موسم اچھا ہو تو باہر بھی سب کچھ کتنا اچھا لگتا ہے۔ مجھے یہ موسم کبھی پسند نہیں تھا لیکن جانے اس بار یہ موسم مجھے دل کے قریب کیوں لگ رہا ہے۔ جانے

اس بار اس میں موسم میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ میرا دل اس میں ایک ازاد پنچھی کی مانند اڑنے کو بے تاب ہے۔ کہی یہ سب اس ایس پی۔۔۔ اف ڈی جے تم بھی پتہ نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔ ابھی اگر حمنہ کو خبر ہو گئی نا تو تیری خیر نہیں۔۔۔ ویسے بھی وہ کھڑوس ایس پی میرے ٹائپ کی نہیں ہے۔۔۔ میں ڈیڈی موچھوڑ کر کہی نہیں جاؤں گی۔ اس لیے چھوڑوان سب باتوں کو۔۔۔ "گاڑی کی ونڈوسے باہر دیکھتی ڈی جے اس وقت اپنی ہی سوچ میں گم تھی۔ جب حمنہ نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ڈی جے کیا سوچ رہی ہو یا ریسٹوران آگیا ہے۔ چلو اندر چلتے ہیں۔ قسم سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی، تم تو جانتی ہو میں بھوک کی کتنی کچی ہوں۔" حمنہ کی بات پر ڈی جے چونک کر خیالوں سے نکلی تھی اور مسکرا کر باہر نکلی تھی۔ پھر حمنہ کے پیچھے چلتے چلتے ریسٹوران کے اندر داخل ہوئی تھی۔

"چل وہاں چل کر بیٹھتے ہیں ڈی جے"

"نہیں تم کو تمہیں کسی سے ملاتی ہوں۔" ڈی جے نے حمنہ کو کونے والی میز کی طرف جانے سے روکا تھا۔

"ایکسیوز میس! کین یو پلیز کال مسٹر صالح کمال اینڈ سے ڈیٹ ہز فرینڈز آر ویننگ

فارہیم (میڈم)! کیا آپ پلیز صالح کمال فون کر کے کہہ سکتی ہیں کہ ان کے دوست ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ "ڈی جے ریسپشن پر موجود لڑکی کو مخاطب کرتے بولی تھی۔

"شیور میم! (جی میم)" اس لڑکی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے صالح کو کال کی تھی۔ صالح جو آج صبح سے کیچن میں دوسرے شیف کے ساتھ کام میں مصروف تھا۔ فون سن کر باہر آیا تھا۔ اور سامنے ڈی جے کو دیکھ کر فوراً پہچان گیا تھا۔

"ارے واہ آپ کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مس۔ ویسے آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔ آئیے نا" صالح نے انہیں خوشگوار لہکے میں خوش آمدید کہا تھا۔ پھر انہیں لیتے اندر کی جانب بڑھا تھا

"تھینکیو صالح!" ڈی جے مسکرا کر حمنہ کے ساتھ دوسری جانب چل پڑی تھی جہاں پہلے سے ہی جبرائیل صاحب اور ضبود لوگ بیٹھے تھے۔

"ہاہاہا نا یہ آپ، دادو! پکڑ لو مجھے ہاہاہاہاہا" ابھی وہ لوگ اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ کھلکھلاتا ہوا ضبود بھاگتا ہوا ڈی جے کے اندر آکر لگا تھا۔

"اوہ کہی آپ کو لگی تو نہیں نا" ڈی جے نے فوراً ضبود کو گرنے سے سنبھلاتا تھا۔ شکر تھا

کہ اسے چوٹ لگنے سے بچ گئی تھی۔

"سردار ضبود آغا کو کبھی چوٹ نہیں لگتی کیونکہ وہ اپنے ذوالنورین آغا کا بریو بڑی جو ہے
"ڈی جے کی بات پر ضبود ایک ادا ٹیٹیوڈ سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔ جس پر سب
کے چہروں پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" ڈی جے اس کی بات پر غور کیے بنا ضبود کے
رخصار پر پیار کرتے مسکرائی تھی۔

"اوہ آنٹی! آپ نے مجھے کس کی؟" ضبود اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کرتے منہ
پر ہاتھ رکھ کر شرم سے سرخ ہوتے تھا۔ ضبود کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر ڈی
جے کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

"ہاں کیوں میں نہیں کر سکتی کیا؟" ڈی جے نے آنکھیں پٹیٹاتے معصومیت سے پوچھا۔
"نہیں کیونکہ بڑی کہتے ہیں کہ بری بات ہے۔" ضبود بچارہ شرمندگی کی اتہ گہرائیوں
میں گم تھا۔

"ہاہا ہا آپ کے بڑی تو خوب اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ آخر ہیں کون وہ؟" ڈی جے

ہنستے ہوئے ضبود کے رخصار کھینچ کر بولی تھی۔

"ایس پی ذوالنورین ضرار آغا!" ضبود نے مسکراتے ہوئے ایک ادا سے اپنے بڑی کانام لیا تھا۔

ذوالنورین کانام سن کر ڈی جے کے دل میں عجیب سی حرکت ہوئی تھی۔ دماغ نے جھٹ سے سوال اٹھایا تھا۔

"رو کیا یہ ذوالنورین کا بیٹا ہے؟ یہ یہ تو اسے بڑی کہہ رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کا بھائی ہو؟ لیکن ان کی عمروں میں تو ایسے فرق ہے جیسے باپ بیٹے کے ہوتا ہے۔ اوہو ہو سکتا ہے کہ یہ اس کی بہن یا بھائی کا بیٹا ہو۔" ڈی جے جو خود کو ذوالنورین سے لا تعلق ظاہر کرتی تھی۔ اس وقت سوچ میں گم ہو گئی تھی۔

"بس کرو ضبود! ادھر آؤ۔" عنایہ جلدی سے آگے بڑھتے ضبود کو پکڑتے ہوئے بولی تھی۔ جس پر ڈی جے ہوش میں آئی تھی۔

ڈی جے یہ عنایہ ہے ضبود کی پھوپھو اور ذوالنورین کی بہن جس سے تم کل ملی تھی اور یہ میرے بابا ہیں جبرائیل کمال اور بابا یہ ڈی جے ہیں میری بہت پیاری سی دوست اور یہ

ان کی بڑی بہن ہے۔ آج یہ ہمارے مہمان ہیں۔ تو ادھر ہی رہیں گے۔" صالح نے جبرائیل صاحب کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے جلدی سے ان کا تعارف کروایا تھا۔

ڈی جے تو بچاری اپنے شک کے درست ہونے پر سن کھڑی تھی۔ جنے کیوں اس کے دل میں کچھ بہت زور سے چبھ تھا۔

"اوہ ویلکم پیٹا! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی" جبرائیل صاحب نے آگے بڑھ کر ان کے سر ہاتھ رکھا تھا۔ ڈی جے ان کے لمس پر ہوش میں آئی تھی جن سے اسے بہت اپنائیت محسوس ہوئی تھی۔ پھر وہ اپنے ذہن سے باتوں کو جھٹکتے اپنا دھیان بٹانے کی خاطر عنایہ اور جبرائیل صاحب کے پاس بیٹھتے ان سے باتیں کرنے لگے تھے۔

"ڈی جے دوست تمہیں پتہ ہے میری فیورٹ سنگر کا نام بھی ڈی جے ہے وہ بہت پیاری ہے۔ اس کی آنکھیں بالکل آپ کے جیسے ہے۔ کل نا اس کا کنسرٹ ہے میں بھی وہاں جاؤں گا۔ کیا تم وہاں آؤ گی۔" ڈی جے جو نقاب اتارنا بھول گئی تھی، ضبود اس کی بھوری کی آنکھوں کو دیکھتا اشتیاق سے بولا تھا۔

ضبود کی بات پر حمزہ اور ڈی جے نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"ارے چھوٹو تم کہو تو میں تمہاری ابھی ملاقات کروا سکتی ہوں۔" حمنہ ڈی جے کو آنکھ مارتے ضبود سے بولی تھی۔

"سچی پر وہ کیسے؟ کیا آپ اسے جانتی ہیں؟" ضبود کی خوشی دیکھنے والی تھی۔

"بالکل ڈی جے زرا اپنا نقاب تو اتارنا!" حمنہ کی بات پر ڈی نے نقاب اتارا تھا۔ جس پر ضبود کی خوشی سے چیخ نکلی تھی۔ ہلکا سا شاک تو عنایہ کو بھی لگا تھا۔ کیونکہ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ اسے سامنے اس کی فیورٹ سنگر بیٹھی ہے۔

"نایہ آپنی زرا مجھے چٹکی تو کاٹنا مجھے شک ہو رہا ہے کہ یہ میرے سامنے ڈی جے میم ہی ہے نا" اس سال کے بچے کی ایکٹنگ دیکھنے والی تھی۔ عنایہ سمیت سب نے اس کی حالت سے لطف لیا تھا۔

"بالکل یقین نہیں آتا تو چھو کر دیکھ لو" ڈی جے اپنا ہاتھ سامنے کیا تھا۔ ضبود نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ لگایا تھا۔ بس پھر کیا تھا یقین ہوتے ہی بچارے کی خوشی کی انتہا نہیں تھی پھر جب تک ڈی جے وہاں رہی، ضبود نے بچاری کی جان نہیں چھوڑی۔ ڈی جے کو بھی اس تھوڑے سے وقت میں ہی ضبود سے ایک الگ قسم کی انسیت سی ہو گئی تھی۔

@@@@@@

ذوالنورین کوڈی آئی جے سے بات کرتے کرتے واپسی پر سچ میں بہت دیر ہو گئی تھی۔
ایسے میں گھر کی طرف جاتے ہوئے اس کی نظر سنسان سٹرک پر کھڑی گاڑی پر پڑی
تھی۔ جس کی بونٹ پر ایک لڑکی جھکی ہوئی تھی۔

"سنیں سب کچھ ٹھیک ہے نا ہے؟ آدھی رات کو یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" ذوالنورین
اس وقت پولیس یونیفارم میں موجود تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ لڑکی اسے دیکھ کر جلدی
سے بولی
"سر وہ گاڑی گرم ہو کر چلنا بند ہو گئی ہے۔ اب میرے پاس پانی نہیں ہے اور نا ہی
یہاں آس پاس کا مجھے کوئی اندازہ ہے کہ کہاں سے پانی ملے گا۔ اگر آپ کے پاس پانی
ہے تو کیا آپ مجھے وہ دے سکتے ہیں؟" اس لڑکی کی بات پر ذوالنورین نے اپنی جیب
چیک کی تھی۔

"نہیں پانی تو میرے پاس بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ مجھے بتائیں کہاں جانا ہے میں چھوڑ
دیتا ہوں۔ یوں رات کے اس وقت آپ کا یہاں کھڑا ہونا محفوظ نہیں ہے۔ آپ کی یہ
گاڑی یہی چھوڑ دیں میرا دم ٹھیک کروا کر آپ کو دے جائے گا۔" ذوالنورین نے

ارد گرد موجود سنسان پر نظر دوڑاتے کہا تھا۔ اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا خود گاڑی میں جا بیٹھا۔

"او تھینکیو سوچ سر کیا میں آپ کا نام جان سکتی ہوں۔" وہ لڑکی گاڑی میں بیٹھتے ہی بولی

"ایس پی ذوالنورین آغا، اب کیا آپ مجھے اپنا ڈریس بتائیں گی۔" ذوالنورین سنجیدگی سے اپنا نام بتاتے بولا تھا۔ وہ لڑکی جو ذوالنورین کے چھ فٹ سے نکلتے قد، مضبوط جسمات، سنجیدہ چہرہ پر موجود ہلکی ہلکی بیرڈ اور ہیزل بیلو سا حرہ آنکھوں کو محویت سے دیکھ رہی تھی۔ ذوالنورین کی آنکھوں کو دیکھتے کھوئے کھوئے لہجے میں بولی تھی۔

"واو آپ کا نام تو آپ کی طرح پیارا ہے۔ بائی داوے مائی سیلف زمل، میں ایک سنگر ہوں یقیناً آپ نے میرے بارے میں سنا ہو گا۔ میں یہاں ایک چھوٹی ایک فلم کے سلسلے میں آئی ہوئی ہوں۔" زمل ایک ادا سے اپنے بال جھٹک کر بولی تھی۔

ذوالنورین کو اب اس بے باک لڑکی سے کوفت ہوئی تھی۔ جو ڈریس بتا ہی نہیں رہی تھی۔

"مس زمل سوری مجھے سونگزن نہیں پسند تو مجھے اس لیے سنگرز کا بھی نہیں پتہ کیا اب آپ اپنا ڈریس بتا سکتی ہیں۔" ذوالنورین کا سنجیدہ سہ جواب زمل کے منہ پر تماچہ کی مانند لگا تھا لیکن وہاں پرواہ کسے تھے وہ تو بس ذوالنورین پر رفتہ رفتہ فرقتہ ہو رہی تھی۔

"ارے کوئی بات نہیں ذوالنورین تمہاری پرسنیلٹی پر یہ سوٹ بھی کرتا ہے۔ خیر میرا اپارٹمنٹ۔۔۔" زمل ذوالنورین کی تعریف کرتے اس کا نام لے کر بے باکی سے اس کا نام لیتی ڈریس بتا گئی تھی۔ ذوالنورین نے اس کے بعد سارے راستے بڑی مشکل سے اس لڑکی کی چیڑ چیڑ برداشت کی تھی جو جاتے ہوئے زبردستی اس کا وزٹنگ کارڈ بھی لے گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

"عنایہ! کیا ہوا آج تم بہت چپ چپ سی ہو۔ کیا کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے سنیر کر سکتی ہو۔" صالح عنایہ اور ضبود کو گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔ ضبود تو تھک کر سوچکا تھا۔ لیکن عنایہ خلاف توقع کچھ خاموش خاموش سی تھی۔ اسے لیے پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں صالح لالا! ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔" عنایہ جلدی سے ہونٹوں کو مسکراہٹ میں ڈالنے کی کوشش کرتے بولی۔

"عنایہ جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ اس لیے جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے کیا کسی نے تنگ کیا ہے؟ یا یونی میں کچھ ہوا ہے؟ کہی ذوالنورین نے تمہیں ڈانٹا تو نہیں۔ ویسے ایسا کبھی ہو نہیں سکتا لیکن پھر بھی اگر اس نے ڈانٹا ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں اس کی ابھی کلاس لیتا ہو۔ یا جس نے بھی میری پیاری سی پرسنز کو پریشان کیا ہے۔ تم اس کا نام لؤ ابھی اس کی عقل ٹھکانے لگا کر آتا ہوں۔" صالح کے لہجے میں اس وقت عنایہ کے لیے فکر ہی فکر ہی تھی۔

"صالح لالہ لالہ میں کچھ نہیں ہوا۔ بس ویسے ہی آج بات کرنے کا موڈ نہیں ہو رہا اس لیے چپ بیٹھی تھی۔" عنایہ نے اسے قائل کرنا چاہا تھا۔

"دیکھو عنایہ تم مجھے بھی ذوالنورین کی طرح ہی عزیز ہو لیکن اگر تم اس بات کو نہیں مانتی اور اسی وجہ سے نہیں بتانا چاہتی تو الگ بات ہے میں ابھی تم سے نہیں پوچھوں گا۔" صالح نے اب کہ ایمو شنل بلیک میلنگ کا حربہ استعمال کیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے صالح لالہ! اصل میں میں بس لالہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔ اتنے سال گزر گئے ہیں ہم نے وہ جگہ وہ رشتے ہر چیز چھوڑ دی ہے لیکن پھر بھی وہ ماضی کی تکلیف دہ یادوں سے باہر نہیں آرہے جانتے ہیں کل رات بھی وہ بارش میں کھڑے بھیسکتے

رہے ہیں۔ بارش ان کی آنسوؤں چھپا تو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ مجھے نظر آرہے تھے۔ وہ سب کے سامنے بہت مضبوط، کھڑوس، اکڑو نظر آتے ہیں۔ سب کو لگتا ہے کہ وہ بہت پتھر دل ہیں لیکن کوئی ان کے دل پر لگے ان زخموں کو نہیں دیکھ سکتا جن کو ہر روز میں اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہوں اور چپ رہتی ہوں۔ کاش کے میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی ہوتی تو میں محبت نامی بلا کو دنیا سے مٹا دیتی جو ہر پل میرے لالا کو تڑپاتی رہتی ہے۔ مجھے نفرت ہو گئی ہے اس محبت سے جس نے میرے لالا کو اس قدر بری حالت میں پہنچا دیا ہے۔ میں بس میں ہوتا تو میں اس محبت نامی بلا کو دنیا سے مٹا دیتی۔ "عنایہ جب بولنے پر ائی تو پھر بولتی ہی چلی گئی تھی۔ شاید وہ بھی کسی ہمدرد کے انتظار میں تھی۔ جس سے وہ اپنا دکھ بانٹ سکے۔ اور وہ ہمدرد اسے صالح کے روپ میں ملا تھا اس لیے سب کہہ گئی تھی۔

"عنایہ پر نسز صالح کے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ذوالنورین ابھی تک نارمل نہیں ہو پایا لیکن میرا وعدہ ہے کہ ہم اسے نارمل زندگی کی طرف لانے کی کوشش کروں گا۔" صالح نے عنایہ کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے حوصلہ دیا تھا۔

"اور دوسری بات پر نرسز محبت بری نہیں ہے بلکہ یہ ایسی ہی ہوتی ہے اس میں آزمائش تو شرط ہوتی ہے اسی لیے یہ عام انسانوں کو نہیں بلکہ خاص کو چنتی ہے اور میرا جگر تو خاص سے بھی خاص ہے اسی لیے تو وہ منتخب کر لیا گیا ہے۔ تم پریشان مت ہوا کرو۔ بس ہنستی مسکراتی رہا کرو۔ کیونکہ تم مجھے ایسے ہی اچھی لگتی ہو۔ باقی ذوالنورین کو درست کرنے کا کام اس بندہ ناچیز پر چھوڑ دو۔ میں بہت جلد اسے زندگی کی طرف لانے کی کوشش کروں گا۔" صالح نے گھر کے آگے گاڑی روکتے عنایہ کے سر کو دھیرے سے تھپتھپایا تھا۔ جس پر عنایہ بہت کچھ کہنے کی خواہش دباتی ہلکا سا مسکرا کر اتر گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد صالح بڑبڑایا تھا۔

"ذوالنورین میرے مجنوں تیری وجہ سے میری پر نرسز کی ہنسی جو مجھے بہت عزیز ہے وہ آج کل کہی کھو چکی ہے۔ اب تیرا علاج تو کرنا پڑے گا۔" صالح گاڑی میں گئیر لگاتا، خود کو ہدایت دیتے بولا تھا۔ لیکن پاگل تو وہ خود یہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ دوسرا کالاج کرنے والا اب خود لا علاج ہو چکا ہے

@@@@

روالپنڈی کی ایچ_آئی_ٹی_ای_سی یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں اس وقت طلبہ کا

ایک طوفان اٹھ آیا تھا۔ ہر طرف پر جوش سے چہرے دیکھائی دے رہے تھے۔ بھیڑ اتنی تھی کہ پاؤں رکھنے کے لیے جگہ بھی کم پڑی رہی تھی۔ ہر کوئی میوزک کی دنیا میں ابھرتی نیو سنسیشن ڈی جے سے ملنے کے لیے بے تاب اور اُٹاؤ لے ہو رہے تھے۔ طلبہ کے اس ہجوم میں بد مزگی کو پھیلنے سے بچانے کے لیے پولیس کے اہلکار جگہ جگہ کھڑے ہوئے تھے اور تو اور طلبہ کو حال میں آنے کے لیے بھی چیکنگ کروانا پڑ رہی تھی۔

عناویہ لوگ جو بھی ابھی کچھ دیر پہلے یونیورسٹی پہنچے تھے۔ ابھی وہ اندر حال میں نہیں گئے ہوئے تھے۔ ویسے تو کنسرٹ پر آئی ہر لڑکا لڑکی ویسٹرن ڈریس پہنے، ماڈرن انداز میں تیار ہوئے تھے۔ لیکن عناویہ ان سب میں بہت منفرد اور نمایاں لگ رہی تھی کیونکہ وہ سفید رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراق کے ساتھ سفید چوڑی دار پاجامہ اور سر پر سرخ ڈوپٹہ کا حجاب کیے ہلکے پھلکا میک اپ کیے ہوئے تھے۔ ضبود نے شیریں اور عاقب کی طرح بلیک پینٹ پر وائٹ شرٹ کے ساتھ گلے میں بلیک ٹائی لگائی ہوئی تھی۔ بالوں کو اچھے سے بنائے ان چاروں کی تو چھپ ہی نرالی تھی۔ عاقب اور شیریں شکلوں کے ساتھ آج تو ڈریسنگ بھی ایک جیسی ہی کیے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو پہچاننا مشکل

سہ ہو رہا تھا۔ ضبود کو اٹھائے جب وہ عنایہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے تھے تو کئی لڑکیوں کی نظریں ان کی جانب اٹھی تھی۔ جنہیں وہ انکسور کرتے نیچلے حصے میں موجود کر سیوں پر ایسے بیٹھے تھے کہ درمیان میں عنایہ اور ضبود جب کہ ان کے دائیں بائیں جانب عاقب اور شیر ی تھے۔

"شیری ڈی جے کب آئے گی؟" بیٹھتے ساتھ ہی بے تاب سے ضبود صاحب بول اٹھے تھے۔

"میرے لاڈلے ابھی آجاتی ہے۔ ویسے ایسے بور ہو کر بیٹھنے سے اچھا ہے کہ ہم سب کچھ پکس ہی بنالیں۔ کیوں کیا خیال ہے؟؟" شیر ی جو شاید خود بھی ابھی بور ہو رہا تھا۔ اپنا ہینڈی کیم نکالتے ان لوگوں کی جانب دیکھ کر بولا تھا۔

"شیری لالا! نہیں میں یہی ٹھیک ہوں۔ اگر تم لوگوں نے پکس بنانی ہے تو تم سب جا سکتے ہو" عنایہ بھیڑ سے گھبرائی گھبرائی سی تھی اسی لیے منع کرتے ہوئے بولی

"ٹھیک ہے شیر ی پھر تم دونوں بنا لو میں بھی عنایہ کے ساتھ ہی ہوں" عاقب نے اس بھیڑ میں عنایہ کے پاس بیٹھنا مناسب سمجھا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر چل میرے شہزادے ہم کچھ مستی کر کے آتے ہیں۔" شیر ی یہ کہتے ہوئے ضبود کو لے سیٹج کی جانب آیا تھا اور سیٹج کے سامنے ضبود کو کھڑا کر کے اس کی تصویریں بنانے لگا تھا۔

"ضبود یار دیکھ ایسے اپنی پاؤں تھوڑے کھول کر کھڑا ہو جاؤ اور ہاتھوں سے V کا نشان بناؤ اور پھر کیمرہ میں دیکھنا ٹھیک ہے" شیر ی نے ضبود کو ہدایت دی تھی۔ جس پر ضبود نے سمجھتے سر ہلایا تھا۔

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی آئی ہے لیکن اس میں نہیں آیار کو ایک منٹ ہم دونوں لیتے ہیں۔" ضبود کو اس کی تصویر دیکھانے کے بعد شیر ی سامنے موجود لڑکی کو مخاطب کرتے بولا تھا۔

"مس! کیا آپ ہم دونوں کی تصویر کلک کر سکتی ہیں؟"

"یاشیور!" وہ لڑکی خوش دلی سے مسکراتے ہوئے کیمرہ پکڑ کر بولی تھی۔

پر پھر تو شیر ی اور ضبود شروع ہی ہو گئے تھے، تصویر پر تصویر بنائے جا رہے تھے اور ریکجٹ کیے جائے رہے تھے۔

"مس فریحہ! یہ اچھی نہیں بنی۔ ایک کام کریں آپ تھوڑے ایسے بیٹھ کر کیمرہ کو تھوڑا سہ گھوما کر لیں۔ دیکھنا پھر بہت اچھی آئے گی۔" شیریں تصویر کو دیکھ کر ٹیڑھے میڑھے منہ بنا کر بولا تھا۔ جس پر اس لڑکی فریحہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوا تھا یہ کوئی پچیسویں تصویر تھی جس پر شیریں کا یہی تبصرہ تھا۔

"دیکھو مسٹر شیریں پچھلے آدھے گھنٹے سے آپ ایسے ہی کہے جا رہے ہیں اور مزید تصویریں اتر وارہے ہیں۔ ایسے جیسے میں جانب بوجھ کر تصویر کو خراب کر رہی ہوں۔ حالانکہ کہ جیسی آپ کی شکل ہے ویسی ہی موبائل میں آرہی ہے۔ اور میں کوئی آپ کی فوٹو گرافر نہیں ہوں جواب مزید تصویریں بناؤ۔ جائیں کسی اور سے کہیں۔ سارا ٹائم برباد کر دیا میرا" فریحہ تو شیریں کی بات پر بھناٹھی پڑی تھی۔

"ہائے اللہ! جی کتنا جھوٹ بولتی ہو تم! میں نے بامشکل تمہارے صرف تیس منٹ لیے ہیں اور تم اسے آدھا گھنٹا بنائے جا رہی ہو اور حسن کی تو قدر ہی نہیں ہے اتنا ہینڈ سم بند اتم سے تصویر بنوا رہا ہے اور تم انکار کر رہی ہو۔ مجھے لگتا ہے اسی حسن کی بے قدری کی وجہ سے تم ابھی تک سنگل ہو۔ اور مجھے بھی تم جیسے لوگوں سے تصویر بنوانے کا کوئی شوق نہیں ہے اگر تمہارا سایہ مجھ پر پڑ گیا تو ہائے میں بھی کنوارہ ہی رہ جاؤں گا اور

پھر میرے بچے ساری زندگی آسمان پر بیٹھے مجھے تانے مارتے رہیں گے شیریں تو خود کو ایک منحوس کے سائے سے ناجا سکا۔ چل بڑی تو بھی چل ہم کسی اور کو ڈھونڈتے ہیں۔

"اپنے حسن کی بے قدری شیریں دی گریٹ کو پسند نہیں آئی تھی۔ اس لیے اس لڑکی فریجہ کو کھری کھری سناتے نود و گیارہ ہو گیا تھا جو بچاری کڑ کر مزید سرخ ہو رہی تھی۔

"شیریں کیوں ناہم ڈی جے کے پاس چلیں۔" شیریں اور ضبود گھومتے گھومتے بیک سیٹج کی طرف آگئے تھے۔ جب ضبود پر جوشی سے بولا تھا۔

"اے پاگل تجھے کیا لگتا ہے یونی کی انتظامیہ ہمیں اتنی آسانی سے اندر جانے دے گی نہیں بالکل نہیں چل ہم واپس چلتے ہیں شوبس شروع ہونے والا ہے۔" شیریں ضبود کو سمجھاتے واپسی کی جانب مڑا تھا۔ جب سامنے سے آتی لڑکی میں زور سے ٹکرایا تھا۔

نتیجتاً وہ لڑکی نیچے گر کر زمین کو بوسہ دینے لگی تھی۔

"اوسوری میڈم آپ ٹھیک تو ہیں" شیریں ضبود کو نیچے کھڑا کرتے، خود اس لڑکی کو اٹھانے لگا تھا جو شیریں کے ہاتھ لگانے پر بھڑک اٹھی تھی۔

"دفعہ ہو جاو بد تمیز انسان ہاتھ مت لگاؤ۔ ہائے السلامیر اناک توڑ دیا ظالم انسان" حمہ جو شیریں سے ٹکرائی تھی، اپنے ناک کو دباتے غصہ سے چیخی تھی۔ اس کی حالت پر ضبود

اور شیر ی کو اچانک ہنسی آرہی تھی۔ لیکن ضبط کیے کھڑی تھی۔

"اے چیمپ تم اس نکمے انسان کے ساتھ کیا کر رہے ہو۔ جسے زرا شرم لحاظ نہیں ہے۔ دیکھو کیسے مجھے گرا کر میرے پہ اب ہنس رہا ہے۔" حمنہ ناک کو رگڑتے ضبود سے بولی تھی۔ جو خود بھی اسے پہچان گیا تھا۔

"اے ضبود تو اسے جانتا ہے؟" حمنہ کے ضبود کو گود میں اٹھانے پر شیر ی حیرانی سے بولا تھا۔

"ہاں ناشیر ی بھائی یہ ڈی جے کی آپی حمنہ ہیں یہ اس دن ہوٹل میں آئی تھی۔ میں تب ان سے ملا تھا۔ اور حمنہ آپی یہ شیر ی بھائی ہیں صالح بھائی کے چھوٹے بھائی" ضبود نے ان دونوں کا تعارف کروایا تھا۔

"نائس ٹومیٹ یو مس حمنہ! ویسے کیا آپ کی آنکھیں تو ٹھیک ہیں نا؟ نہیں میرا مطلب ہے کہ یوں آپ مجھ سے ٹکڑا گئی تھی تو اس لیے پوچھا۔" شیر ی حمنہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے، شرارت سے لب دبائے بولا تھا۔

"لیکن مجھے تم سے مل کر کوئی کوئی خوشی نہیں ہوئی بد تمیز انسان۔ خیر ابھی تو کنسرٹ

سٹارٹ ہونے کا ٹائم ہو گیا ہے ضبود اس لیے مجھے جانا ہو گا لیکن اگر تم نے ڈی جے سے ملنا ہو تو واپسی پر آ جانا میں ملا دوں گی۔ ابھی چلتی ہوں "حمہ تڑخ کر شیر کی بات کا جواب دیتے ضبود کو اس کے حوالے کرتے چلی گئی تھی۔

"تیکھی مرچی!" حمہ کو نیا نام دیتے شیر کی ضبود کو لیے خود بھی اپنی جگہ کی جانب چل دیا تھا۔ کیونکہ کنسرٹ کا ابتدا ہو گیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

واجد رنگا کی ٹیم میں بالکل اچھے طریقے سے ناصر ف گھل مل گیا تھا بلکہ وہ رنگا کا اعتماد جیتنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ چند دنوں بعد ہونے والی اسمگلنگ میں واجد بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہاں سے رنگا لوگوں کی تیاریاں عروج پر تھی اور ادھر سے ذوالنورین کا پلین بھی فل تیار تھا آخر شکار اور شکاری والے کھیل کا باقاعدہ آغاز ہونے والا تھا۔ جس کو لے کر ذوالنورین بہت پر جوش تھا۔ انہی سب تیاریوں میں اسے یونیورسٹی پہنچتے پہنچتے دیر ہو گی۔

جس وقت ذوالنورین حال میں پہنچا ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا صرف اسٹیج پر سپوٹ لائٹ میں کھڑی ڈی جے نظر آرہی تھی۔ شاید وہ کوئی گانا شروع کرنے لگی تھی، اسی

لیے طلبہ بھی اس اندھیرے میں اپنے اپنے موبائل کی روشنی جلائے، اس ماحول میں رومانوی تاثر بھرتے میوزک کے ساتھ جھومنے لگے تھے وہاں کہ ماحول میں ایک سحر سہ چھایا ہوا تھا۔ ذوالنورین خاموشی سے سب سے پہلی رو میں موجود وی سی صاحب اور دوسرے لوگوں سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا اور موبائل کھول کر انی میل چیک کرنے لگا تھا۔ جب اسٹیج میں گو نجی آواز نے اس کا دھیان اپنی طرف کھینچا تھا۔



ہو کے جدا ہم ناجدا ہو سکے
 دل میں ہے زندہ ہر گھڑی تو کہیں
 ہو کے جدا ہم ناجدا ہو سکے
 کتنی چاہت ہے دل میں تو جانے نا
 کیسے دل کو سمجھائیں دل مانے نا۔۔۔

باتوں کو تیری ہم بھلانا سکے۔۔۔

وہ گانا نہیں تھا ذوالنورین کو اپنے دل کی آواز لگ رہی تھی جو وہاں گونج رہا تھا۔ کانوں میں کچھ سرگوشیاں دھیرے دھیرے گونجنے لگی تھیں۔

"دوحہ جاناں دیکھو دودن سے تم بات نہیں کر رہی اب تو معاف کر دو پکایہ ضرار آغا تمہیں پھر کبھی نے ڈانٹے گا۔ پلیز مجھ سے بات کرو تم جانتی ہونا کہ اگر تم ایک پل بھی مجھ سے بات نہیں کرتی تو میری سانسیں تھم سی جاتی ہیں کیا تم چاہتی ہو کہ ضرار آغا کی سانسیں ہمیشہ کے لیے تھم جائیں؟" بارش والے دن سے ناراض ناراض سی گھومتی دوحہ کو بازوؤں سے پکڑتے ضرار نے بچا رگی سے کہا تھا۔ کہاں برداشت تھی اسے دوحہ کی بے رخی۔۔

"تو آپ پھر ہمیں ڈانٹنا کریں جانتے ہیں نا کہ ہم بھی آپ سے بات کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پیچھلے دودن سے میرا پیٹ اتنا درد کر رہا ہے کیونکہ میں نے آپ سے کچھ بھی شنیر نہیں کیا نا اور پھر میرا دل میں بھی کچھ کچھ ہو رہا تھا۔" دوحہ کے معصوم سے اظہار پر ضرار بے ساختہ آسودگی سے مسکرایا تھا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے سینے میں بھینچ گیا تھا۔

"آئم سوری جاناں آئم سوسو سوری اب کے بعد آئندہ نہیں ڈانٹوں گا" ضرار کی معصوم سی بیوی کے لمس میں ایسا جادو تھا کہ اس کے پاس آتے ہی ضرار کو اپنا ہر غم بھول جاتا تھا جیسے اب بھی وہ خود کو پر سکون محسوس کرنے لگا تھا۔

"آپ دنیا کے سب سے بیسٹ شوہر ہیں ضرار دوحہ آپ سے بات کیے بنا نہیں رہ سکتی۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔۔۔" دوحہ کے کہے گئے الفاظ ذوالنورین ضرار آغا کے کانوں میں گونجنے لگے تھے۔

ذوالنورین نے چونک کر ارد گرد دیکھا تھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔
 میری تمناؤں کا احساس تم

میں کہیں بھی رہوں میرے آس پاس تم

خدا جانے خدا جانے خدا جانے

اک پل بھی تم سے دور نا جاسکے

ہو کے جدا بھی نا جدا ہو سکے

وہ سرگوشی صرف اس کا وہم تھا۔ یہ بات وہاں موجود ہر چیز کے ساتھ وہ گانا بھی چیخ چیخ

گانا ختم ہو چکا تھا۔ ماحول میں چھایا ایک سحر لوگوں کی تالیوں کی گونج سے ٹوٹا تھا لیکن شاید ذوالنورین ابھی بھی اسی حالت میں تھا۔ اس کی خوبصورت ساحرہ آنکھیں تو سامنے کھڑی ڈیجے پر تھی جو کہ ٹوپ اور جینز پہنے گلے میں اسکارف ڈالے بالوں کی پونی بنائے اپنی بھوری آنکھوں میں چمک لیے سامنے دیکھ رہی تھی۔ لیکن خیال شاید اس کے کہی اور ہی سفر کر رہے تھے۔

ڈیجے جس نے خود پر نظروں کے تسلسل سے پریشان ہوتے ارد گرد دیکھا تھا۔ نظروں کے سامنے ان درد سے بھری سرخی مائل جادوئی کھانوں کو پاتے جانے کیوں اس کی آنکھیں ٹھہر سی گئی تھی۔ دو لمحوں کا یہ ٹکراؤ ڈیجے کے دل کی دنیا کو ہلا گیا تھا۔ یا شاید اس کی زندگی بدل گیا تھا۔ اسے وہاں کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف اور صرف وہ آنکھیں دیکھائی دے رہی تھی۔

اچانک ذوالنورین اپنے خیالوں کی دنیا سے چونکا تھا۔ اور پھر بغیر ارد گرد دیکھے وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ کیونکہ خیالوں میں آیا وہ تلاطم روکنے کے لیے اسے تنہائی کی ضرورت تھی جو یہاں اسے کہی نہیں مل سکتا تھا۔ ڈیجے کی بھوری آنکھوں نے اس کے وہاں سے نکلنے تک اس کا پیچھا کیا تھا

@@@@@

کنسرٹ رات کے بارہ بجے کے بعد کہی جا کر ختم ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے ضبود جو پہلے تو بہت پر جوش سہ تھا، تھک کر سوچکا تھا۔ پھر کنسرٹ کے بعد اتنی بھیڑ میں ڈی جے سے ملنا بھی بہت مشکل تھی، انہی سب باتوں کو سوچتے وہ لوگ سیدھا گھر کی طرف نکل آئے تھے۔ شیری اور عاقب صالح کی ہدایت پر سیدھا گھر گئے تھے۔ جبکہ صالح خود عنایہ اور ضبود کو چھوڑنے ان کے گھر آیا تھا۔

"صالح لالا! آپ تو کہہ رہے تھے کہ ذوالنورین لالا گھر آگئے ہیں لیکن ان کا کمرہ تو خالی ہے۔ نجانے لالا اتنی رات گئے کہاں ہوں گے۔" عنایہ جو ضبود کو ذوالنورین کے کمرے میں لیٹانے گئی تھی، خالی کمرہ کو دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"شاید وہ ٹیرس پر ہو یا شاید بیک یارڈ میں ہو۔ اس میں پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے میں دیکھ کر آتا ہوں ادھر ہی کہی ہوگا اور پھر اسی نے مجھے میسج کیا تھا کہ تم دونوں کو گھر چھوڑ دوں کیونکہ اس کی طبیعت خراب ہے تو وہ پہلے ہی گھر جا رہا ہے۔ تو ایسے کیسے ممکن ہے کہ وہ گھر پر موجود نہ ہو۔" صالح یہ کہتے ہوئے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا لیکن اس نے پورا گھر چھان مارا پر ذوالنورین کہیں نہیں تھا۔

"ہیلو ذوالنورین کہاں ہو یا؟ تم تو کب کے گھر کے لیے نکلے ہوئے ہو تو ابھی تک پہنچے کیوں نہیں میں عنایہ اور ضبود کو بھی لے کر آ گیا ہوں۔" صالح جو ذوالنورین کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ اسے فون لگانے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ آخر اس کا فون لگ جانے پر بے تابی سے بولا تھا۔

"صالح اصل میں راستے میں ہوئے ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے مجھے اچانک رکنا پڑا اور پھر سارے معاملات سے نبٹنے میں دیر ہو گئی۔ پریشان مت ہو میں بس تھوڑی دیر میں گھر پہنچتا ہوں۔" ذوالنورین جو اس وقت اسپتال کے پارکنگ میں کھڑا تھا، پریشانی سے ماتھا مسلتے ہوئے بولا تھا۔

"کوئی پرالیم نہیں تم جب تک نہیں آ جاتے میں تب تک یہی ہوں۔" صالح ذوالنورین کو ہدایت دیتے فون بند کر گیا تھا۔

"صالح لالا! آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" عنایہ جو پریشانی سے اس کے پاس کھڑی تھی، ذوالنورین کی خیریت معلوم ہوتے ہی، اس نے پرسکون سانس خارج کرتے بولی۔

"عنایہ تم رکو میں چائے بناتا ہوں تم جاو فریش ہو جاو پھر ساتھ مل کر پیئیں گے۔"

صالح عنایہ کو ٹوکتا خود کیچن کی جانب بڑھاتا تھا۔ جس پر عنایہ بھی مسکرا کر فریش ہونے کمرے کی جانب گئی تھی۔

کچھ دیر بعد جب وہ واپس نیچے آئی تو صالح چائے کے ساتھ نگٹس بھی فرائی کر چکا تھا۔ ان کو دیکھ کر عنایہ کی تو بھوک کی چمک اٹھی۔

"ارے واہ صالح لا لاسچ میں کمال کر دیا آپ نے تو مجھے واقع میں بھوک لگی تھی۔ ویسے آپ کی بیوی بہت لکی ہوگی جس کے لیے آپ ایسے کھانے بنایا کریں گے اور وہ بیٹھ کر کھایا کرے گی۔" عنایہ شرارت سے صالح کو چھیڑتے خود چئیر پر بیٹھی کر کھانے لگی تھی۔

دوسری طرف عنایہ کی بات پر صالح کی آنکھوں میں ایک خاص چمک اٹھی تھی جس کی خبر شاید اس نٹ کھٹ شہزادے کو خود بھی نہیں ہوئی تھی۔

"کہہ تو تم سچ رہی ہو دیکھنا اپنے خاندان کا پہلا زن مرید صالح کمال ہی بنے گا اور اپنی بیوی کو تو کام تو کیا بیڈ سے پاؤں بھی نیچے نہیں اتارنے دوں گا۔ لیکن ایک اہم بات یہ سب صالح کمال اسی لڑکی کے لیے کرے گا جو صالح کے دل تک رسائی حاصل کر پائے گی۔" صالح شرارت سے بولا تھا۔ جس پر عنایہ نے قہقہہ لگایا تھا۔ لیکن پھر سنجیدگی

سے اس کی جانب دیکھ کر بولی

"صالح لالا! آپ پلیز محبت مت کرے گا کیونکہ میں اپنے بھائی کی تکلیف بہت مشکل سے برداشت کر رہی ہوں۔ آپ نے محبت تو محبت آپ کے ساتھ بھی ویسا ہی حال کرے گی اور میں نے چاہتی کہ میرے صالح لالا کبھی ذوالنورین لالا جیسے ہو جائیں۔" عنایہ کی آواز میں اور چہرے پر ایک درد تھا جس نے چندپیل صالح کو تھما دیا تھا۔

پھر عنایہ مزید وہاں نہیں بیٹھی تھی بلکہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ جبکہ صالح جو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ذوالنورین کی گاڑی کی آواز سے ہوش میں آیا تھا۔

@@@

"تھینکیو سوچ صالح! اگر تم ناہوتے تو پتہ نہیں میرا کیا ہوتا" ذوالنورین صالح کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

"بس کرو اگر اتنا ہی تمہارا شکریہ ادا کرنے کا شوق ہو رہا ہے تو کسی اور کو کر لو۔ خیر رات بہت ہو گئی ہے میں چلتا ہوں گڈ نائٹ" صالح ذوالنورین کے شکریہ پر منہ بسور کر جانے کے لیے اٹھا تھا لیکن پھر ذوالنورین کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔

"ذوالنورین تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟" صالح کی بات پر ذوالنورین چند لمحے خاموش ہوا تھا۔

"کچھ نہیں بس وہ راستے میں دھول بہت تھی تو اسی سے الرجی سی ہو رہی ہے۔"

ذوالنورین نظریں چراتے بولا تھا۔

"ذوالنورین انسان کو ایسے انسان سے جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے جو اس کی رگ رگ سے واقف ہوتا ہے۔ تجھے کیا لگتا ہے میں بس منہ سے بولتا ہوں کہ تو میرا جگر ہے نہیں یار تو صالح کمال کی جان ہے جانتا ہوں میں آج پھر تو نے اسے یاد کیا ہوگا تبھی یہ آنکھیں چیخ چیخ کر تیرے اندر کے ابتر حال کو مجھ سے کہہ سنا رہی ہے۔ دیکھ ذوالنورین تو میرا بہت اچھا دوست ہے۔ اس لیے بتا رہا ہوں کہ تیری یہ حالت مجھے ہی نہیں بلکہ تیرے ارد گرد کے لوگوں کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ جانتا ہے تو عنایہ عمر کے جس حصہ میں ہے اس میں لڑکیاں فینٹسی کی دنیا میں رہتی ہیں ان کے خوبصورت خواب ہوتے ہیں۔ لیکن عنایہ کو شادی سے محبت کے نام سے نفرت ہے کیوں؟ کیونکہ وہ روز تجھے تڑپتا دیکھتی ہے۔ مانتا ہوں کہ تو بہت بڑا ایکٹریس ہے تو ہم سب سے اپنا غم چھپا لیتا ہے لیکن یاد رکھ دنیا میں ایک تیری بہن بھی ہے۔ جس سے تو چھپانا بھی چاہے تو

وہ جان جاتی ہے۔ اس لیے تجھ سے گزارش ہے کہ خدا کے لیے اپنی حالت کو بدل اور اپنی زندگی میں آگے بڑھ کیونکہ تیرا یوں لا حاصل انتظار ہم سب کو تکلیف دے رہا ہے۔ میری بات مان اور چپ چاپ اپنی الماری سے ان ڈیورس پیپرز کو نکال اور اس قصہ کو ختم کر۔ جانتا ہوں کہ تجھے تکلیف دے گا لیکن شاید یہ تجھے آگے بڑھنے میں مدد بھی دے گا جو کہ اب بہت ضروری ہو گیا ہے۔ "صالح نے ذوالنورین کو ایک مخلص مشورہ سے نوازا تھا۔

"صالح کہہ دینا بہت آسان ہوتا ہے لیکن جس شخص پر بیت رہی ہوتی ہے اس کی جگہ کھڑے ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور میں چاہتا بھی نہیں ہوں کہ خدا نا کرے تو کبھی اس تکلیف سے گزرے تو ہمیشہ خوش رہے لیکن میں کیا کروں میں خود کو اس معاملے میں بہت بے بس پاتا ہوں۔ جانتا ہوں کہ میری گڑیا میری وجہ سے تکلیف میں ہے لیکن صالح سب کچھ میرے اختیار سے باہر ہے۔ تجھے پتہ ہے میں پچھلے پانچ سال سے چاچو کو ڈھونڈ رہا ہوں جنہوں نے اسے جانے کہاں غائب کر دیا ہے۔ جب میں اس تک پہنچنے والا ہوتا ہوں۔ اس سے پہلے ہی وہ اسے کہی اور بھیج دیتے ہیں۔ میں بس ایک بار اس کے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے اگر وہ کہے گی تو میں سچ میں

سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ پر جانتا ہے تو جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ وہ لوٹے گی۔ میرا دل کہتا ہے کہ ذوالنورین تمہاری چلتی سانسیں اس کی تجھ سے محبت کی شاہد ہے۔ اس لیے خدا راجھ سے وہ کرنے کو ناکھوں جو میرے بس میں نہیں ہے۔

خیر میں عنایہ سے ضرور بات کروں گا اور کوشش کروں گا کہ آئندہ میری وجہ سے اسے تکلیف نہ پہنچے "ذوالنورین نے تکلیف سے سرخی مائل ہوتی اپنی آنکھوں کو چھپاتے جواب دیا تھا۔ ذوالنورین کا درد دوسری طرف صالح کی آنکھوں میں بھی ہلکورے لینے لگا تھا۔ اس لیے آگے بڑھتے وہ ذوالنورین کو گلے لگا گیا تھا۔

"ذوالنورین تو بہت مضبوط ہے میرے یارا اگر میری جگہ ہوتا تو شاید کبھی اتنا سب کچھ سہہ ناپتا۔ دعا ہے کہ تیری آزمائش جلد ہی ختم ہو جائے لیکن سن یاد رکھ اگر میں نے عنایہ گڑیا کے چہرے پر مزید فسردگی دیکھی تو تیرے لیے اچھا نہیں ہوگا۔" صالح پیچھے ہٹتے جوش جوش میں اپنے پوشیدہ جذبات کو ظاہر کر گیا تھا۔ جس کا اندازہ اسے خود کو نہیں تھا۔ لیکن ذوالنورین نے ضرور سنجیدگی سے صالح کی جانب دیکھا تھا۔

@@@@

ذوالنورین نے صالح کی بات پر چند لمحے اسے سنجیدگی سے جانچا تھا۔ پر اسے وہاں کوئی

ایسا تاثر نظر نہیں آیا تھا جس سے اسے لگتا کہ صالح عنایہ کے متعلق کوئی جذبات رکھتا ہے۔

"ذوالنورین وہ تیرا دوست ہے۔ جس کو تیری سب سے زیادہ پرواہ ہے۔ اسی لیے وہ تیری بہن کو اپنی بہن کے جیسے ٹریٹ کرتا ہے۔ اس لیے اس پر شک مت کر۔"

ذوالنورین کے اندر سے کوئی چپکے سے بولا تھا۔ جس پر ذوالنورین نے ہوش میں آیا تھا۔ اور صالح کو خدا حافظ کہتے خود عنایہ کے کمرے میں اسے چیک کرنے گیا تھا۔ جو اس وقت آرام سے سو رہی تھی۔

عنایہ کے اوپر اچھے سے بلینک دیتے، ذوالنورین نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ پھر وہاں سے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ پر نجانے کیوں اس کی سوچوں کا محور بار بار عنایہ اور صالح کی ذات ہی بن رہی تھی۔ وہ کافی دیر وہاں کھڑا یہی سب سوچتا رہا تھا۔

@@@@@@@@

"ڈی جے! ڈی جے! یا راٹھ جاودن کے بارہ بج گئے ہیں لیکن تم ہو کہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہی۔ قسم خدا کا تمہیں اٹھاتے اٹھاتے میری ساری انرجی ویسٹ ہو جاتی ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کیا کرو۔ کیوں مجھ بچاری ننھی بچی پر ظلم کرتی ہو۔۔ ڈی جے!!" حمنا

کمرے میں داخل ہوتے مسلسل بول رہی تھی۔ لیکن جس کو سنایا جارہا تھا وہ میڈم تو نیند کی وادیوں میں گم تھی۔

"ڈی جے تم ایسے نہیں مانو گی تو ٹھیک ہے اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔"

"حمہ ڈی جے کو بھنگیوں کی طرح سوتے دیکھ کر چڑتی ہوئی پانی کا جگ اٹھالے آئی تھی۔"

"ڈی جے میں پانچ تک گنو گی اگر تم نا اٹھی تو یہ سر کا سار اپنی تمہارے پر جائے گا۔ پھر نا کہنا کہ صبح صبح تمہیں بھگو دیا سمجھی" حمہ نے ڈی جے کے چہرے سے بلیکٹ پیچھے کرتے دھمکی دی تھی۔

"آپی یار کیا ہے بھی؟ ابھی صبح تین بجے تو شوٹ سے واپس آئیں ہیں۔ اور پھر سوتے سوتے بھی چار بج گئے تھے۔ ایسے میں مجھ بچاری نے ابھی اپنی نیند کی آدھی ڈوز بھی نہیں لی اور تم آگئی ہو مجھے اٹھانے۔ یہ غلط بات ہے میں ڈیڈی کو شکایت لگاؤں گی دیکھ لینا۔" ڈی جے بچوں کی طرح ہونٹ باہر نکال کر نیند میں بڑبڑا رہی تھی۔ اس کے انداز پر حمہ کو ہنسی آئی تھی۔

"اوہو تو میں بھی تمہارے ساتھ ہی سوئی تھی میری جان! لیکن اب اس کا یہ مطلب تو

نہیں کہ ہم اب سارا دن بستر توڑتے رہے۔ ویسے مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ یہ پیچھلے کچھ دن سے تمہاری نیند اتنی ریگولر کیسے ہو گئی ہیں؟ نہیں مطلب میں یہ نہیں کہہ رہی کہ یہ بری بات پر یار کیا تم نے نوٹ نہیں کیا کہ تم پیچھلے کچھ دنوں سے بہت پر سکون نیند لے رہی ہوں۔ "حمنہ پانی کا جگ سائیڈ پر رکھتے اپنا تجزیہ بیان کرتے بولی تھی۔ اس کی بات پر ڈی جے کی آنکھیں پھٹ سے کھلیں تھی کیونکہ یہ غیر معمولی بات تو اسے بھی بہت عجیب لگی تھی۔

"آپی یار تم ناٹھیک کہہ رہی ہو مطلب اب وہ شخص میرے خوابوں میں آنا بند کر گیا ہے اور تو اور راتوں کو نیند اتنی گہری آتی ہے کہ مانوں برسوں کا کوٹاپورا کر رہی ہوں۔ مجھے بھی کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ سب کیا ہے اور جانتی ہو جس دن سے وہ کنسرٹ ہوا ہے اس کے بعد سے ایسا ہو رہا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ آخر یہ چکر کیا ہے۔" ڈی جے کے چہرے پر پریشانی کی پرچھائیں پھیلی ہوئی تھی۔

"پریشان مت ہو ڈی جے ہو سکتا ہے کہ وہ سب ایک وہم ہو۔ جو تمہاری مصروفیات زیادہ ہونے کے باعث ختم ہو گیا ہو۔ اس لیے اس کو چھوڑو اور خوش ہو جاؤ کہ اس منحوس خواب سے تمہاری جان چھوٹ گئی ہے۔ میں تو کہتی ہو چلو اٹھی آج ہم شاپنگ

پر چلتے ہیں۔ پہلے تمہارے لیے کل کی پارٹی میں پہننے کے لیے ڈریس لیں گے پھر پارلر جائیں گیں کیونکہ تمہیں اس کی بہت ضرورت ہے۔ اور پھر سب کو انوائٹ بھی تو کرنا ہے ویسے تو میں نے انڈسٹری کے ہر ایک ڈائریکٹر سے لے کر اس زمل چٹیل تک کو انوائٹ کر دیا ہے لیکن پھر بھی مجھے لگتا ہے جبرائیل انکل اور ایس پی سر کی فیملی کو ہمیں پر سنلی انوائٹ کرنا چاہیے۔ تم کیا کہتی ہو۔ "حمنہ نے ڈی جے کا دھیان اس خواب کی طرف سے ہٹاتے کل ہونے والی ڈی جے کی برتھڈے پارٹی کی طرف کیا تھا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم، ایسے کرتے ہیں کہ شاپنگ اور پارلر کے بعد ریسٹوران چلیں گے وہی پر صالح کو ہی سارے انوائٹ دے دیں گے ٹھیک ہے نا؟" ڈی جے نے بستر سے نکلتے اپنے بالوں کو باندھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے اور سنو جو پارٹی کا وینیو ہے اس کے لیے بھی تو صالح کارستور ان ہی ہے تو ہم پھر انہیں ڈیکوریشن وغیرہ سب سمجھاتے ہوئے آئیں گے۔" حمنہ ڈی جے کی چیزوں کو سمیٹنے لگی تھی۔

"یاد آیا ڈی جے میری صبح بابا سے بات ہو رہی تھی وہ کہہ رہا تھے کہ آج رات ان کی دو بیٹی میں بہت اہم میٹنگ ہے۔ جس کو کرتے ہی وہ فوراً کل صبح کی فلائیٹ سے ہمارے

پاس ہونگے۔ "حنہ کی اطلاع پر ڈی جے جو منہ دھور ہی تھی وہی سے چیختی باہر آئی تھی اور خوشی سے حنہ کے گلے لگی تھی۔

"اوو سچی آپنی یار قسم سے اتنی اچھی خبر سنا کر تم نے تو میرا دن ہی بنا دیا ہے۔ مزہ آگیا یار "حنہ کے رخصتوں پر بوسہ دیتے ڈی جے تو جھوم ہی اٹھی تھی۔

"انفنگمی لڑکی جاو پہلے اچھے سے منہ دھو کر آؤ دیکھو سارا فیس واش میرے پکڑوں پر لگا دیا۔ کل تم پورے 25 سال کی ہونے والی ہونے، پھر بھی رب جانے تمہارا یہ بچپنا کب جائے گا۔" حنہ ڈی جے کو ڈانٹتی جلدی سے اپنے کپڑے صاف کرنے لگی تھی۔

"ہا ہا ہا آپنی یار تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں بڑھی ہو گئی ہوں۔ یار ابھی تو میں جوان ہوں۔" آخری فقرہ ڈی جے نے شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔ پھر ہنستے ہوئے وہ واش روم میں گھسی تھی۔

یو نہی ہنستے مسکراتے وہ لوگ کچھ ہی دیر میں شاپنگ مال پہنچ چکے تھے۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"ضرار! اگر کبھی ایسا ہو کہ میں آپس سے دور چلی جاؤں تو پھر آپ کیا کریں گے؟"

نجانے دوحہ کے دل میں کیا آئی تھی کہ کیچن میں کھانا تیار کرتے ضرار سے آکر پوچھنے لگی تھی۔ جس کے ہاتھ دوحہ کی بات پر تھم سے گئے تھے۔

"دوحہ اگر زمین سے آکسیجن ختم کر دی جائے تو کیا ہوگا۔" ضرار نے چولہے کی آنچ ہلکی کرتے دوحہ کی جانب رخ کرتے سوال کے بدلے میں سوال کیا تھا۔

"تو انسان تڑپ تڑپ کر ختم ہو جائے گا۔" دوحہ نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔

"تو ایسے ہی اگر کبھی دوحہ ذوالنورین ضرار آغا سے دور ہو گئی تو اس کا ضرار بھی رفتہ رفتہ تڑپ تڑپ کر ایک دن ختم ہو جائے گا۔" دوحہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ضرار نے اس کی اہمیت اپنی زندگی میں واضح کی تھی۔ جس پر دوحہ کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔

"ویسے میری دوحہ آج یہ سوال کیوں پوچھ رہی تھی۔؟" ضرار نے ماحول میں موجود معنی خیز خاموشی کو توڑتے ہوئے سوال بدلا تھا۔

"وہ بس بیٹھے بیٹھے ذہن میں سوال آیا تو پوچھ لیا لیکن ضرار آپ پلیز مرنے کی باتیں مت کریں کیونکہ دوحہ اپنے ضرار کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ ہمیشہ دوحہ کے ضرار تھے اور دوحہ کے ضرار رہیں گے اور ہاں سنیں آپ کو صرف میں ضرار بلا سکتی ہوں۔"

خبردار جو آپ نے کسی اور شخص کو خواہ وہ آدمی ہی کیوں نا اسے خود کو یہ نام بلانے کا حق دیا۔ ضرار صرف دو حہ کا ہے اور دو حہ کا ہی رہے گا۔ "ضرار کے سینے پر سر رکھتے دو حہ شدت پسندی سے بولی تھی۔ جس پر ذوالنورین آسودگی سے مسکرا دیا تھا۔

"سر!!" ذوالنورین جو عام لباس میں اس وقت گاڑی میں بیٹھا کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ عجیب سے حلیے والے شخص کے گاڑی کا دروازہ کھٹکھٹانے پر ہوش میں آیا تھا۔

"آؤ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" ذوالنورین کا چہرہ منٹوں میں ہر تاثر سے پاک ہو چکا تھا۔ اس وقت اس خوب رو شہزادے کے چہرے پر ایسی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی کہ کوئی جان نہیں سکتا تھا کہ اس کے اندر کیا چل رہا ہے۔

"سر آج رات ہم لوگ جس سونگ کو استعمال کرنے والے ہیں۔ اس کا نقشایہ ہے۔ امید ہے کہ آج رات یہ آپ کے کام آئے گا۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے کیونکہ اگر کسی نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو انہیں مجھ پر شک ہو جائے گا۔ آپ اسے کھول کر دیکھ لیجئے گا۔ میں آج رات آپ کا انتظار کروں گا۔" واجد جو گنڈوں والے بھیس میں تھا۔ گاڑی کا دروازہ کھلنے پر غیر محسوس انداز میں وہ چٹ ذوالنورین کے حوالے کر کے دوبارہ سے سٹرک عبور کرتے دوسری جانب بھیڑ میں گم ہو گیا تھا۔

جبکہ ذوالنورین وہاں سے سیدھا اپنے آفس آیا تھا، آج رات کو اسے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خوفیہ طور پر بچوں کی اسمگلنگ کو روکنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ واجد کی دی گئی وہ چٹ کو کھول کر وہ اب اپنے ٹیبل پر پھیلائے دیکھ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس وقت سب انسپکٹر عارف اور حوالدار فضل دین موجود تھے۔

"یہ خوفیہ راستہ ایک بڑی غیر قانونی آمدورفت کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے یہ اندر سے بہت سے خطرات سے بھرا ہوا ہو سکتا ہے۔ اس کے اندر جا کر ہمارا ان سے لڑنا ہمارے میشن کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ اس لیے یاد رہے کہ ہمیں ان کو اس میں داخل ہونے سے پہلے پکڑنا ہے۔ اس سلسلے میں عارف تم اور تمہاری ٹیم پیچھے سے حملہ کرو گے جبکہ میں اور فضل دین ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے سے جائیں گے۔ باقی کا کام اس کے ہاتھ میں ہے۔ جیت حق کی ہوگی اور ان شاء اللہ ہم آج اپنا پہلا ہدف مکمل کریں گے۔ از دیٹ کلیر؟؟" ذوالنورین نے انہیں بریفنگ دیتے آخر میں سوال کیا تھا۔

ذوالنورین کے چہرے پر اس وقت ایک الگ ہی قسم کا جنون سوار تھا۔ اس دیوانے ذوالنورین کی جگہ ایک ایماندار اور بہادر ایس پی لے چکا تھا۔ جس کی زندگی کا پہلا اور

آخری مقصد اپنے ملک کی حفاظت تھا۔ ذوالنورین کی بات پر فضل دین اور عارف نے
یس سر کہا تھا۔ پھر وہ لوگ رات کی تیاری کرنے لگے تھے۔ کیونکہ آنے والا وقت ان
کے لیے بہت اہم تھا۔

@@@@@@@@@@

خلاف معمول آج تو جبرائیل صاحب کے گھر میں رونق لگی ہوئی تھی۔ چونکہ
ذوالنورین آج رات اہم مشن پر جا رہا تھا، جس کی اطلاع صرف صالح اور جبرائیل
صاحب کو ہی تھی تو انہوں نے بہانے سے عنایہ اور ضبود کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ اب
منظر کچھ یوں تھا کہ شیریں، عاقب، اور ضبود نے مل کر گھر میں دھمال مچایا ہوا تھا۔ عنایہ
جبرائیل صاحب کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور صالح جو ریسٹوران مینجر کے
حوالے کرتے آج خود جلدی آگیا تھا، اب فریش ہو کر نیچے آیا تھا۔

"صالح لالا آپ کے لیے کھانا لاؤ؟" صالح کے لاونج میں آتے ہی عنایہ تیزی سے
بولی تھی۔

"نہیں بھی ہم مہانوں سے کام نہیں کرواتے۔ میں خود بنالیتا ہوں تم بتاؤ کچھ چاہیے تو
میں لے آتا ہوں" صالح عنایہ کو منع کرتے ضبود کو اٹھا کر پیار کرتے بولا تھا۔

"ارے صالح لالا آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے ہم دونوں پہلی بار آپ کے یہاں آئے ہیں۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ اور پھر میں اپنے گھر میں بھی تو بنالیتی ہوں تو پھر یہاں کھانا گرم کر کے لانے میں کیا مسئلہ ہے۔ کیوں بابا کیا میں اب اپنے بابا کے گھر کھانا گرم بھی نہیں کر سکتی؟" عنایہ نے خفگی سے کہتے آخر میں اپنی بات میں جبرائیل صاحب کو شامل کیا تھا۔ جن کو بابا وہ انہی کے کہنے پر کہتی تھی۔

"کیوں نہیں میرا بچہ تمہارا اپنا گھر ہے جو چاہے وہ کرو۔ اور صالح اگر میری بیٹی کا من ہے تو تمہیں کیوں مسئلہ ہو رہا ہے۔ بلکہ تمہیں تو شکر کرنا چاہیے کہ میری پیاری بیٹی کے ہاتھ سے تمہیں کھانا مل رہی ہے۔" جبرائیل صاحب عنایہ کی سائیڈ لیتے صالح پر احسان کرنے والے انداز میں بولے تھے۔ جس پر صالح مسکرا دیا تھا۔

"جو حکم بابا آپ اب میری کیا مجال جو میں آپ کی بیٹی کے آگے سے اف بھی کر جاؤں"

"صالح شرارت سے کہتے صوفہ پر بیٹھا تھا جبکہ عنایہ مسکرا کر کیچن کی جانب بڑھی تھی۔

"بابا ویسے آپ نے نوٹ کیا ہے کہ کسی کے آجانے سے میرے لالا کے چہرے پر سو واٹ کا بلب روشن ہو جاتا ہے۔" شیریں جو سامنے بیٹھایہ سب بہت غور سے دیکھ رہا تھا،

موقع ملتے ہی صالح کو چھڑ کر بولا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا شیریں؟" صالح کا دل جانے کیوں عجیب انداز میں اس وقت دھڑک اٹھا تھا۔ وہ شرارتی شہزادہ دل کی حکایات سمجھ کر بھی شاید سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"بھی آپ گھبرا کیوں رہے ہیں میں نے تو ابھی کچھ کہا ہی نہیں ہے۔" شیریں کا شرارتی جن لگتا تھا صالح کے شرارتی جن پر آج بھاری آیا ہوا تھا۔

"شٹ آپ زیادہ بکواس مت کیا کرو جاو جا کر دیکھو دروازے پر کون ہے؟" صالح اپنی عجیب ہوتی حالت سے گھبرا کر شیریں پر الٹا اسے باہر دروازے کی جانب بھیج چکا تھا۔

جبکہ جبرائیل جو خاموش سے اپنے شہزادے کے چہرے کے تاثرات جانچ رہے تھے۔

اس کے دل کی چوری کو پکڑ چکے تھے۔ جس سے صالح ابھی خود مکمل طور پر واقف نا ہوا تھا۔ لیکن جبرائیل صاحب ذہن اس وقت بہت دور کی سوچ رہا تھا۔

@@@@@@@@@@

"جی میڈم آپ کون اور کس سے ملنا ہے؟" دروازہ پر کھڑی حمہ کو پہچاننے کی باوجود بھی شیریں جانب بوجھ کر انجان بنتے بولا تھا۔

"ہمیں صالح سے ملنا ہے کیا وہ گھر پر ہے؟" حمنہ کے چہرے کے زاویے شیری کو دیکھ کر بگڑے تھے اس لیے چڑ کر بولی تھی۔ ڈی جے پیچھے گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"لیکن آپ ہیں کون؟ اپنا تعارف تو کروائیں میں ایسے ہی کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا کیا پتہ آپ کوئی چور ڈاکو ہوں۔ اور ہمارا سب کچھ لوٹ کر لے جائیں تو پھر ہم کیا کریں گے" شیری اب اسے جان بوجھ کر چڑا رہا تھا، ایسا کرنے میں اسے بہت لطف آرہا تھا

"زیادہ شوخ ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتی ہوں کہ تم مجھے پہچان گئے ہو اس لیے شرافت سے پیچھے ہٹو اور ڈی جے آجاؤ تم بھی اندر چلتے ہیں ورنہ اس ڈفر کا بس چلے تو ہمیں یہیں کھڑا رکھے" حمنہ تو پ بنی شیری کو پیچھے دکھا دیتی خود اندر کی جانب بڑھی تھی۔

جس پر شیری بالوں میں ہاتھ پھیرتے ڈھیٹ پن سے مسکرا کر ڈی جے کو دیکھ کر بولا تھا۔

"سوری ڈی جے میم میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ آئیے نا اندر!" شیری شرافت سے ڈی جے کو اندر کی طرف اشارہ کرتے بولا تھا۔

"بہت شکریہ شیری ویسے تمہیں مجھے میم کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کے تم مجھے ڈی جے یا پھر ڈی جے سس بھی کہہ سکتے ہو مجھے اچھا لگے گا۔" ڈی جے شیری کو بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے بولی تھی۔ اسے یہ نٹ کھٹ سہ شیری بہت پسند آیا تھا۔

"سو سویت آف یو ڈی جے سس!" شیری ڈی جے کی جانب ہلکا سہ سر جھکاتے خوشی کے اظہار میں بولا تھا۔ پھر وہ آگے پیچھے چلتے لاونج میں داخل ہوئے تھے۔

جہاں ضبود تو ڈی جے کو دیکھتے خوشی سے پھول ناسمار ہا تھا۔ آخر اتنے دنوں بعد جو مل رہا تھا اسی لیے اس سے چپک کر بیٹھ گیا تھا۔ اور ڈی جے بھی ضبود سے مل کر بہت خوش لگ رہی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ یہ لوگ اسے یہی ملیں گے۔

"یوں آپ کے گھر آنے کے لیے معذرت انکل اصل میں کل ڈی جے کی برتھڈے ہے اور ہم آپ سب کو پرسنلی انوائٹ کرنا چاہتے تھے کیونکہ کم ہی وقت میں آپ نے ہمیں اس شہر میں جتنا پیار دیا ہے اتنا تو اپنے بھی نہیں آج کل دیتے اس لیے ہم ریسٹوران کے منیجر سے آپ کے گھر کا پتہ لیتے ہی آگے گئے۔" حمنہ نے کارڈ جبرائیل صاحب کی طرف بڑھایا تھا۔

"حمنہ بیٹے معذرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہاں آئی تو ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

ہم ڈی جے بیٹی کی سالگرہ پر ضرور آئیں گے۔ آپ فکر مت کریں "جبرائیل صاحب
ڈی جے کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے تھے۔

"اگر آپ مجھے نا بھی انوائٹ کرتے، میں تو تب بھی آ ہی جانا تھا۔ آخر میری دوست کی
برتھڈے پارٹی وہ بھی میرے ہی ریسٹوران میں ہو رہی ہو تو ایسے کیسے ممکن ہے کہ
صالح کمال آئے نا" صالح ڈی جے کو چھیڑتے شرارت سے بولا تھا۔ جس پر ڈی جے
مسکرا دی تھی۔

اتنے میں عنایہ چائے لے کر بھی آ گئی تھی۔ بہت خوشگوار ماحول میں سب نے چائے پی
تھی اور ڈی جے نے عنایہ کو بھی وہی پرانویٹیشن کارڈ دے دیا تھا۔

@@@@@@@@@@

رات کا اندھیرا ہر سو چھا چکے تھا۔ چاند کی آخری تاریکیاں ہونے کی وجہ سے یہ اندھیرا اور
بھی گہرا محسوس ہو رہا تھا۔ ایسی تاریکی سے پر رات میں لوگوں کے سو جانے کے بعد کچھ
لوگ اپنے بد افعال کو سرانجام دینے نکل پڑے تھے۔ ان کی گاڑی سنان سٹرک پر تیزی
سے چل رہی تھی۔ جس کے آگے پیچھے نقاب پوش چہروں والے شخص ہاتھ میں اسلحہ
تھامے اپنی اپنی گاڑیوں میں موجود تھے۔

کہتے ہی جہاں برے لوگ ہوتے ہیں وہاں اچھے بھی ہوتے ہیں اسی طرح اس وقت اس سیاہ دل والے لوگوں کے ساتھ وطن کی محبت سے لبریز دل بھی بیٹھے تھے۔ واجد مین گاڑی میں رنگا کے ساتھ تھا۔ جبکہ اس کے چند ساتھی بھی دوسرے آدمیوں کے ساتھ موجود تھے۔ ایک سنسان ویرانے والی جگہ پر جا کر وہ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ جہاں سامنے صرف ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کے سوا کچھ نہ تھا۔

"بس یہاں سے آگے ہم لوگ اس خوفیہ غار کے اندر سے جائیں گے اس لیے سنبھال کر ان سب بچوں کو نکالو اور خبردار اگر کسی کی آواز بھی یہاں پر نکلی تو تم سب کی خیر نہیں" عجیب بے ڈھنگے کپڑوں میں موجود کریہہ چہرے والے رنگانے اپنی بھدی آواز میں سب کو حکم دیا تھا۔

ابھی وہ گاری سے نکل کر اس گھر کے اندر بنے راستے میں دیکھ رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے فائرنگ کی آواز آنا شروع ہو گئی تھی۔ ملک کے جانباز اپنے وطن کے مستقبل کو بچانے پہنچ گئے تھے۔ اس خاموشی جگہ پر ایک دم سے افراتفری اور بھگدڑ مچ گئی تھی دونوں جانب سے گولیوں کی آواز آنا شروع ہو چکی تھی۔ واجد جو گاڑی کے پاس ہی تھا۔ فوراً سے دوبارہ سے اس کا پیچھے دروازے کا لاک لگاتے گاڑی کو ریورس کرنے لگا تھا۔

"اے پکڑ واس سالے کو ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپے کہا بھاگ رہا ہے۔" رنگا تو تڑپ کر دروازے سے باہر نکلا تھا۔ اور گاڑی پر نشانے باندھنے لگا تھا۔ لیکن واجد بہت تیزی سے اپنی پرواہ کیے بغیر وہاں سے بچے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ رنگا کو واجد کی طرف بڑھتے دیکھ ذوالنورین نے رنگا کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔ اور تیزی سے اس کی جانب لپکا تھا۔ جو لنگڑاتا ہوا وہاں سے نکلنے کے چکروں میں تھا۔

اس سارے ماحول میں گولیوں کی آوازیں، اور خون کی بدبو بس چکی تھی۔ ذوالنورین جو رنگا کے پیچھے تھا، فضل دین کو گولی لگنے سے اس کی طرف ہوا تھا اور ایسے میں موقع سے فائدہ اٹھاتے رنگا جان بچا کر بھگ نکلا تھا لیکن جاتے جاتے وہ ذوالنورین پر گولی چلانا نہیں بھولا تھا۔

"ٹھاہ" کی آواز کے ساتھ ایک گولی سیدھا آکر ذوالنورین لگی تھی۔

@@@@...@

اسپتال کے سردکاریڈور میں عجیب سی ہلچل کا سماں تھا۔ ڈاکٹر ز تیزی سے ایک کمرے سے باہر نکلے تھے۔ جس کے باہر ذوالنورین، عارف اور واجد سر جھکائے بیٹھے تھے۔

"ڈاکٹر! فضل دین اب کیسا ہے؟" ذوالنورین کے لہجے میں پریشانی بول رہی تھی۔

"ایس پی سر! ہم نے گولی تو نکال دی ہے۔ پر ان کا خون بہت ضائع ہوا ہے۔ اسی لیے آپ جلدی سے کہیں سے خون کا بندوبست کریں۔" ڈاکٹر نے خون کا بندوبست کرنے کو کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر پھر آپ میرا لے لیجئے۔ لیکن فضل دین کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" ذوالنورین کے چہرے پر ایک سچے لیڈر کے جیسے اپنے ساتھیوں کی فکر نظر آرہی تھی۔

"ایس پی سر ہم آپ کا خون نہیں لے سکتے کیونکہ پہلی بات خون کا میچ ہونا ضروری ہے اور دوسری بات آپ کو خود کو بھی بازو پہ گولی لگی ہے۔ اوپر سے آپ اس کا ٹریٹمنٹ بھی نہیں کروا رہے۔ اب ایسے میں جب آپ کا خود کا خون ضائع ہوا ہے تو پھر ہم آپ سے نہیں لے سکتے۔" ڈاکٹر نے ذوالنورین کی خون آلودہ بازو کی جانب اشارہ کرتے کہا تھا۔

"ڈاکٹر بس گولی چھو کر گزری ہے یہ اتنا زیادہ زخم نہیں ہے۔ میں اس کی گھر جا کر پیٹی کر لوں گا۔ اس لیے آپ ان باتوں کو چھوڑیں اور میرا بلڈ گروپ چیک کریں۔"

ذوالنورین ڈاکٹر کی بات کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔

"ڈاکٹر ٹھیک کہہ رہے ہیں سر! میرے خیال سے آپ کو اب اپنا ٹریٹمنٹ کروالینا چاہیے ویسے بھی میرا اور فضل کا بلڈ گروپ میچ ہوتا ہے۔ تو خون میں دے دیتا ہوں۔ آپ پلیر اپنی بازو کی پٹی کروالیں۔" اب کہ واجد نے بھی ذوالنورین سے پٹی کروانے کا کہا تھا۔ اور خود بلڈ دینے چلا گیا تھا۔

لیکن یہاں تو پرواہ کسے تھی، ذوالنورین ایسے بیچ پر بیٹھا تھا کہ جیسے اس کی بازو میں ہوا زخم اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا یا شاید جب انسان روح کو گھائل کرنے والے زخم کھا چکا ہو تو پھر ایسے چھوٹے چھوٹے زخموں پر اس کا حال بھی ذوالنورین کی طرح بے حسوں والا ہو جاتا ہے۔

"ذوالنورین! خیالوں میں کھویا ذوالنورین صالح کی آواز پر چونکہ تھا جو اپنی سرخی مائل نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے؟" ذوالنورین نے سوال کیا۔

"یہ کیا بے وقوفی ہے ذوالنورین تم نے ابھی تک بینڈیج کیوں نہیں کروائی دیکھو کتنا خون بہہ گیا ہے۔ انفالسلما نا کہ تم بہت تیس مار خان ہو لیکن یا ایسا بھی کون کرتا ہے کہ اپنی جان پر ظلم کیے جانا اور آہ بھی نا کرنا۔ چلو اٹھو جلدی سے میرے ساتھ چلو پہلے

اس کی بینڈ تاج کرواؤ" صالح ذوالنورین کی بات کا جواب دینے بغیر اسے وہاں سے زبردستی اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔ ذوالنورین سے زیادہ ابتر حالت صالح کی ہو رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسا زخم ذوالنورین کو لگا ہے اور تکلیف صالح کو ہو رہی ہے۔

"صالح میرے جگر دیکھ یہ معمولی سے زخم میں گھر جا کر اس پردوائی پکا لگا لوں گا۔ تو کیوں پریشان ہو رہا ہے۔ دیکھ یار بالکل میری پکی محبوبہ لگا رہا ہے۔ اور تیری وجہ سے لوگ بھی مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔" ذوالنورین صالح کو روکتے اس کی حالت دیکھ شرارت سے بولا تھا۔ حالانکہ رات کے اس وقت وہاں عارف کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"لوگ کہتے ہیں تو کہنے دو۔ ان کا تو کام ہی باتیں کرنا ہے۔ مجھے کسی کی نظروں یا باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر پڑتا ہے تو صرف تجھ سے تیری تکلیف سے پڑتا ہے۔ تو میرا یار ہے اور تیرے لیے صالح کمال کچھ بھی بنے کو تیار ہے۔" صالح نے آستین سے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ ذوالنورین کو بے ساختہ اپنے دوست پر بہت پیار آیا تھا۔

"صالح یقیناً میری قسمت بہت اچھی ہے جو مجھے تیرے جیسا دوست ملا ہے۔ جو میرے ہر درد کی دوا اور ہر برے وقت میں سہارا بنا ہے۔" ذوالنورین صالح کو گلے لگاتے بولا

تھا۔

"جانتا ہے جب واجد کا فون آیا مجھے میں بہت ڈر گیا تھا ذوالنورین تیرے لیے زندگی مذاق ہوگی لیکن میرے لیے نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا یار میری زندگی کے ہر لمحے میرے ساتھ ہو اور تو اور میں سوچ لیا ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تیرے بیٹے سے کراؤں گا۔ اس لیے جلدی جانے کا سوچا بھی نا تو تیرا منہ توڑ دوں گا۔" وہ نٹ کھٹ شہزادہ اپنی عادت کے مطابق آخر میں اپنے دیوانے یار کو دھمکی دیتے بولا تھا۔

"ہا ہا ہا بس کر صالح لائیک سیر نسلی تجھے یہاں کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کی فکر ہو رہی ہے جو ابھی بچاری آئی بھی نہیں ہے۔" ذوالنورین نے ہنستے ہوئے صالح کی پیٹھ پر ہلکی سی دھپ رسید کی تھی۔

"ہاں تو بھی اب اپنی شہزادی کی فکر نہیں کروں گا تو اور کس کی کروں گا۔ اچھا چل یہ سب چھوڑا بھی تو چل پہلے تیری مرحم پٹی کرانا ہے۔ پھر تجھے اپنے پلین بتاؤں گا۔" صالح ذوالنورین کی بات کو ہوا میں اڑاتے اسے گھسیٹے ہوئے پٹی کروانے لے گیا تھا۔ دوستی دنیا کا انمول تحفہ ہوتا ہے اور سچا دوست آپ کے لیے ایک قیمتی خزانے کے جیسے ہوتا ہے اور ذوالنورین خوش قسمت تھا کہ اس کی زندگی اس خزانے سے مالا مال تھی۔

@@@@@@@@@@

رات کے دو بج رہے تھے لیکن ڈی جے اور حمنہ کی آنکھوں سے نیند کو سوں دور تھی۔
وجہ ڈی جے کی فیس بک، انسٹا گرام، میسنجر، ٹویٹر، اور واٹس آپ میں آنے والے
سائلگرہ کے ڈھیروں پیغامات تھے۔ انڈسٹری کا ہر شخص ڈی جے کو اس کے جنم دن کی
مبارکباد دینے میں لگا تھا۔ آخر وہ میوزک کی دنیا کا جانا مانا نام تھی تو اتنا پر وٹو کول تو بنتا ہی
تھا۔

صبح کے چار بجے کہی جا کر وہ لوگ ان سب چیزوں سے فارغ ہوئی تھی تو ڈی جے بیڈ پر
گرنے کے انداز میں لیٹی تھی۔ آنکھیں نیند کے بھوج سے بھاری ہو رہی تھی۔ لیکن
ایک عجیب سہ سر اور چہرے پر ہونا والا درد ڈی جے کو پریشان کرنے لگا تھا۔ کافی دیر
تک جب کروٹ پر کروٹ بدلنے کے بعد بھی سونے میں ناکام ہوئی تو بے چینی سے
اٹھ بیٹھی تھی اور حمنہ کی بازو کو ہلاتے ہوئے بولی

"آپی یار کیا سو گئی ہو؟ دیکھو میرے سر اور چہرے پر بہت درد ہو رہا ہے۔ چہرہ پر مسلسل
ایچنگ (خارش) بھی شروع ہو گئی ہے۔ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے۔" ڈی
جے کی بات پر حمنہ کی آنکھ پٹ سے کھلی تھی۔

"کیا ہوا؟ کہاں درد ہو رہا ہے۔؟" حمنہ نے تیزی سے اٹھتے کمرے کی روشنی جلائی تھی۔

"اومائی ماڈی جے تمہارے چہرے کی سکن ساری سرخ ہو رہی ہے۔ پاگل سچ سچ بتاؤ کل رات تم نے اپنی دوائی استعمال کی تھی یا نہیں؟ مجھے تو لگتا ہے دوائی نالینے کی وجہ سے تمہارے میں سر میں درد ہو رہا ہے۔ انفف کتنی بار کہا ہے کہ تمہارے ڈاکٹر نے سختی سے کہا ہے کہ ان دوائیوں کو تم نے چھوڑنا نہیں ہے۔ ڈی جے اگر بابا کو پتہ چل گیا تو تمہاری لاپرواہی کی ڈانٹ بھی مجھے ہی ملے گی۔" حمنہ تیزی سے ڈی جے کی دوائی ڈھونڈتے اس کی جانب آئی تھی۔

"آپی یار میں اس ایکسڈنٹ اور سرجری کے بعد سے یہ دوائیاں کھاتے ہوئے تنگ آگئی ہوں۔ پانچ سال کم نہیں ہوتے آپ کی اس میں چند زخم نا بھر سکیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ کیوں آخر میں عام انسانوں کی طرح بغیر دوائیوں کے زندگی نہیں گزار سکتی۔ ایک تو مجھے ایکسڈنٹ سے پہلے کا کچھ بھی یاد نہیں ہے اوپر سے روز روزان دوائیوں کو کھا کر مجھے اپنا آپ مریضوں جیسا لگنے لگتا ہے۔ اس لیے بس رات کو اپنی برتھڈے کی خوشی میں میں نے چھوڑ دی تھی۔" ڈی جے اپنے چہرے کو رگڑتی آخر میں بے بسی سے نم

آنکھیں لیے بولی تھی۔

"ڈی جے ریلیکس میری پیاری بہن! اتنا سٹریس تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔ پھر تمہارے سر میں درد ہونے لگے گا۔ اور دیکھو ایکسینڈنٹ کے وقت تمہارا چہرہ بری طرح سے خراب ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر ز نے کہا تھا کہ دوبارہ سے پہلے جیسا چہرہ بنا مشکل ہے اسی لیے بابا کے کہنے پر تمہیں کسی اور کا چہرہ دے دیا گیا تھا۔ لیکن تمہارا چہرہ سرجری کے بعد بہت حساس ہو گیا تھا۔ ساتھ میں تمہارے سر میں درد بھی رہنے لگا تھا، اسی لیے دوائیاں دی گئیں تھیں اور میری بہن کوئی مرٹضہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ڈی جے ہے پاکستان کی سب سے مشہور سنگراس لیے اب تمام باتوں کو چھوڑو اور سو جاو شام میں پارٹی کے وقت تمہارا فریش ہونا بہت ضروری ہے۔" حمزہ ڈی جے کو دوائی کھلانے کے بعد اس کے چہرے پر کریم لگا کر اس کا سراپنی گود میں رکھ کر ہلکے ہلکے تھپکنے لگی تھی۔

"آپی یار! پتہ نہیں کیوں نیند نہیں آرہا، بہت عجیب سہ لگ رہا ہے۔ ایسے جیسے کوئی اپنا تکلیف میں ہے۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی کا کچھ تو حصہ مسنگ ہے۔ ایسے جیسے کوئی چیز غائب ہے جیسے پزل کا ایک ٹکڑا کھو جاتا ہے شاید میں بھی ویسے کھو گئی

ہوں۔ اور اب تنہا بھٹک رہی ہوں۔ "ڈی جے کی آنکھوں سے اچانک موتی بہانے لگی تھی۔

"ڈی جے میری بہن یہ صرف تمہارا وہم ہے اصل میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ تمہیں شید یہ سب اسی لیے لگتا ہے کیونکہ تمہیں اپنی زندگی کا ایک خاص حصہ یاد نہیں ہے۔ بس اسی وجہ سے لگتا ہے۔ تم پلیز اس کے بارے میں مت سوچا کرو۔ ہم پہلے بھی ایسے ہی رہتے تھے اور اب بھی ایسے ہی رہتے ہیں۔ یہ بس تمہارے وہم ہے جو تمہیں ستاتے ہیں۔ چلو اب اچھے بچوں کی طرح آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ دیکھو کل بہت اہم دن ہے تمہیں سب سے اچھا لگنا ہے۔ اتنا کہ وہ زل چڑیل جل کر خاک ہو جائے۔ چلو اب سو جاؤ" حمہ ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ پر شاید نیند ڈی جے کی آنکھوں سے روٹھ گئی تھی۔

"شاید کوئی میری تکلیف کو سمجھ نہیں سکتا کہ جب آپ اپنے ماضی کو بھول جائیں اور ہمیشہ اسے یاد کرنے کے لیے تڑپتے رہیں پر چاہ کر بھی کچھ یاد نا کر پائیں تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔" ڈی جے افسردگی سے سوچتی حمہ کے سو جانے کے کافی دیر بعد تک جاگتی رہی تھی۔

@@@@@@@@@@

"عاقب دیکھ میں تجھے پہلے ہی بتا رہا ہوں کہ وہ بلیک والا ڈریس آج رات کو میں پہنوں گا۔ خبردار جو تو نے اس پر نظر بھی رکھی تو "شیری جولا ونج میں بیٹھا موبائل پر گیم کھیل رہا تھا۔ عاقب کو کمرے کی طرف جاتے دیکھ بولا

"تو میں کو نسا وہ پہننے جا رہا ہوں جو مرے جا رہے ہو۔ نہیں پہنوں گا خوش ہو جاؤ"

عاقب شیری کی بات پر چڑ کر بولا تھا۔

"کیا بندروں کی طرح صبح صبح چیخ رہے ہو آرام سے بات نہیں ہوتی تم دونوں کو سسے نکلے لو گو! جب دیکھو یہیں پڑے رہتے ہیں" صالح جو ابھی نیند سے اٹھ کر نیچے آیا تھا، ان کو ڈانٹنے لگا تھا۔

"صالح بھائی پہلی بات یہ صبح نہیں ہے بلکہ دن کے تین بج رہے ہیں اور دوسری بات ہم لوگ نکلے بالکل نہیں ہے بلکہ یونی سے واپس بھی آگئے ہیں اور آپ ہیں کہ ابھی خود سوئے اٹھے ہیں۔ ویسے کل رات کہاں تھے آپ جو صبح دس بجے گھر آئیں اور آتے ہی ایسے سوئے ہیں جیسے صدیوں کی نیند پوری کر رہے ہوں۔" شیری گھڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا

"کچھ نہیں۔۔۔"

"کیا ہو رہا ہے؟ کہاں کی تیاریاں ہیں بھی؟" صالح کی بات پوری ہونے سے پہلے فریش سہ ذوالنورین لاونج میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"ذوالنورین لالا! آپ یہاں کب آئے؟ مطلب کل رات تو آپ کہیں گئے تھے نا؟" ذوالنورین کو دیکھ کر شیریں حیرت سے بولا تھا۔ جبکہ صالح اب پانی پینے کیچن کی جانب گیا تھا۔

"ہاں وہ میں آج صبح ہی کام سے فارغ ہوا تھا تو پھر صالح نے کہاں کہ یہی آجاؤں تو میں یہی آگیا۔ خیر ضبود اور عنایہ کہاں ہیں؟" ذوالنورین بالوں میں ہاتھ پھیرتے صوفہ پر بیٹھتے بولا تھا۔ اپنی چوٹ کے متعلق صالح کے علاوہ اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔

"عنایہ شاید کیچن میں ہے اور ضبود تو بابا کے ساتھ ریسٹوران گیا ہوا ہے۔ ابھی کچھ دیر تک واپس آجائے گا۔ ویسے کیا آپ آج رات ہمارے ساتھ ڈی جے کی برتھڈے پارٹی میں چل رہے ہیں نا؟" شیریں نے جواب دیتے ہی آخر میں پوچھا تھا۔

"ہاں بالکل ذوالنورین ضرور جائے گا۔ آخر ڈی جے اتنے پیارے سے خود یہاں آکر

انوائیٹ کر کے گئی ہے۔ تو ایسے کیسے نہیں جائے گا ذوالنورین "ذوالنورین کو انکار کرنے کے لیے منہ کھولتا دیکھ کر عنایہ کے اشارہ پر صالح جلدی سے بولا تھا۔

"لیکن صالح تو جانتا ہے مجھے ڈی آئی جی صاحب کو رپوٹ کرنا ہے۔" ذوالنورین صالح کی بات پر لب بھینچ کر بولا تھا۔ اسے ڈی جے کی پارٹی میں شاید کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"تو لالا ابھی تو ٹائم ہے نا پارٹی میں آپ تب تک جا کر ڈی آئی جی سر کو رپوٹ کر آئیں اور پھر آپ وہاں سے سیدھا پارٹی میں آجائیے گا۔ پلیز لالامان جائیے نا" عنایہ ذوالنورین کے گلے لگتے پیار سے اسے مناتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے جیسے میری گڑیا کہے گی ویسے ہی ہوگا۔" عنایہ کے اتنے پیار سے کہنے پر ذوالنورین اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا تھا۔ ذوالنورین کے مان جانے پر صالح نے عنایہ کو چپکے سے تھم اپ کا اشارہ دیا تھا۔ شاید ان دونوں کے دماغ میں کوئی کچھڑی پک رہی تھی۔

@@@@@@

میرال ریستوران کی دوسری منزل پر بنے اس بڑے سے حال کو پنک اور وائیٹ کلر کی

تھیم سے سجایا گیا تھا۔ خوبصورتی سے سب اس حال میں اس وقت رنگ و بو کا سیلاب اٹھ آیا تھا۔ اس گہما گہمی کے ماحول میں ہلکی آواز میں ڈی جے کے گائے گانے ہی گونج رہے تھے، جو پارٹی کو مزید پر لطف بنا رہے تھے، ویٹر لیس ٹرے تھامے ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے، انڈسٹری کے بڑے سے بڑے پروڈیوسر، ایکٹریس اور تو اور میڈیا کے ہر انسان تک یہاں سب لوگ یہاں موجود تھے۔ سب کی سب کی نظریں اس وقت ڈی جے کی آمد کی منتظر تھیں۔

اچانک حال کی تمام روشنیاں بند ہو گئی تھیں، اور مین سپوٹ لائٹ دروازے کی جانب اٹھی تھی جہاں سے بلیک باری فراق کے ساتھ بالوں کا میسی جوڑا بنائے، کانوں میں لمبے لمبے آویزے ڈالے، اپنی بھوری پرکشش آنکھوں کو سمو کی لک دے کر مزید نکھارے، ہونٹوں پر سرخ رنگ کی لپ سٹک سجائے، ہائی ہیلز میں ڈی جے وہاں داخل ہوئی تھی۔ جس کے ایک طرف خوبصورتی سے تیار ہوئی حمہ کھڑی تھی۔ دوسری طرف اس ک باڈی گارڈ کھڑا تھا۔

ڈی جے کے آتے ہی ہر طرف ہوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ سب لوگ باری باری انہیں مبارکباد دینے آرہے تھے۔ جسے ڈی جے بہت خوش دلی سے قبول کر رہی تھی۔

"Happy birthday my sweet heart DG ! By the way you are looking soo hot darling. "

،وائیٹ پیٹ شرٹ میں موجود وحید خان ہاتھوں میں بکے تھامے آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے ڈی جے کی جانب جھکتے بولا تھا۔

"مبارکباد کے لیے اور اس کمپلیمنٹ کے لیے بہت شکریہ وحید" ڈی جے نے بامشکل اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے وحید سے بکے کو تھاما تھا۔

"My pleasure sweet heart

ویسے انکل نہیں کہیں دکھ رہے کیا وہ آج پارٹی میں شامل نہیں ہونگے؟" وحید ڈی جے کے ہاتھ کو تھامتے ان پر بے شرمی سے بوسہ دیتے بولا

"اصل میں فلائیٹ لیٹ ہونے کی وجہ سے بابا کو دیر ہو گئی ہے۔ تو وہ شاید پارٹی میں نا پہنچ پائیں لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ کل تک وہ میرے پاس ضرور موجود ہونگے۔" ڈی جے نے غیر محسوس انداز میں اپنے ہاتھ کو ٹشو سے صاف کرتے، بامشکل سے جواب دیا تھا۔

"اوہ چلو کوئی نہیں آوہم ڈانس کرتے ہیں۔ آخر میں تمہارا ہونے والا فیو نسی ہوں۔
میرے ساتھ تو ایک ڈانس بنتا ہے۔" وحید تو چپک ہی گیا تھا۔ ڈی جے کو اب اس سے
کوفت ہو رہی تھی۔

"سوری فار ڈسٹر بنس وحید اینڈ ڈی جے! ایکچولی یہ مسٹر کیف ہیں۔ جو انڈسٹری کے
جانے مانے ڈائریکٹر ہیں۔ اور جن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ ڈی جے سے
پر سنلی ملنا چاہتے تو میں اسی لیے انہیں یہاں لے آئی۔" حممنہ نے اپنے ساتھ کھڑے
ادھیڑ عمر کے شخص سے ڈی جے کا تعارف کرواتے ہوئے کہا تھا۔

حممنہ کے آنے پر ڈی جے نے سچ میں سکون کا سانس لیا تھا۔ جبکہ وحید کا چہرہ ایسے ہو گیا
تھا۔ جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔ وہ بامشکل اپنے تاثرات کو کنٹرول کرتا وہاں سے دوسری
جانب گیا تھا۔ جبکہ ڈی جے کیف سے باتوں میں لگ گئی تھی جو شاید اسے اپنی آنے والی
فلم کے سائنگز کے لیے سائن کرنے کی بات کر رہے تھے۔

@@@@@@@@@@

نونج رہے تھے۔ جب صالح اور اس کی فیملی عنایہ اور ضبود کے ساتھ وہاں آئی تھی۔
نک سک سے تیار شیریں اور عاقب تو وہاں کا ماحول دیکھ کر بہت پر جوش سے دیکھائی

دے رہے تھے۔ لیکن عنایہ وہاں کے بولڈ ماحول سے تھوڑا گھبرا ضرور گئی تھی۔ اس کے چہرے کی گھبراہٹ پہچانتے صالح جو اس کے پیچھے ہی ضبود کو اٹھائے کھڑا تھا، دھیرے سے آگے ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"ریلیکس عنایہ گڑیا! تم ان اب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ لگ رہی ہو۔" صالح کی کہی گئی بات نے عنایہ کے اندر کہی سکون کی ایک لہر دوڑادی تھی۔

"تھینکیو صالح لالا! آپ ہمیشہ میرے اندر کی بات بہت جلد سمجھ جاتے ہیں" عنایہ معصومیت سے مسکراتے بولی تھی۔ جس پر صالح کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔ پھر نجانے کیوں وہ عنایہ کے دکتے چہرے سے نظریں چراہ گیا تھا۔ شاید اسے ڈر تھا کہ کہی اس کی ہی نظر نا لگ جائے

اس لمحے نٹ کھٹ شہزادے کی پاکیزہ محبت پر وہاں ہر چیز رقص کرتی دیکھائی دے رہی تھی۔ جو عنایہ اور باقی سب کے ساتھ چلتا اب ڈی جے کے پاس گیا تھا۔

"Happy birthday fairy"

نیلے رنگ کی ڈریس پینٹ میں ہیزل بیلو آنکھوں والا وہ چھوٹا پرنس جس کے کرلی بال

آج خلاف معمول جیل سے سیٹ ہونے کی بجائے ماتھے پر بکھرے انتہائی پیارے لگ رہے تھے، ڈی جے کے سامنے گلاب کے پھولوں کا گلہ ستہ بڑھاتے بولا تھا۔

"تھینکیو لیٹل پرنس!" اپنے کپڑوں کی پرواہ کیے بغیر ڈی جے ضبود کو اٹھاتے اس کے رخصتوں پر بوسہ دیتے پیار سے بولی تھی۔

ضبود تو ڈی جے پاس آتے ہی کھلکھلا اٹھتا تھا۔ اس ننھے شہزادے کی قلقاریاں وہاں موجود بہت سے لوگوں کی توجہ کھینچنے کا سبب بنی تھی۔ میڈیا نے دھڑا دھڑا ضبود کے سنگ کھلکھلاتی ڈی جے کی تصویریں کھینچی تھی۔ جوان سب کے آنے سے سچ میں بہت خوش دیکھائی دے رہی تھی۔

@@@@@@@@@@

جبرائیل صاحب اور ان کی فیملی کے آنے کے کچھ دیر بعد ہی ڈی جے نے کیک کاٹا تھا، تیمور صاحب اس دوران موبائل پر مسلسل رابطے میں تھے۔ کیک کٹنگ کے بعد ڈانس کا دور شروع ہوا تو زبردستی وحید ڈی جے کو اپنے ساتھ اسٹیج پر لے گیا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر عنایہ کے چہرے پر مایوسی چھائی تھی۔

"صالح لالایہ آدمی دیکھیں کتنے استحقاق سے اس کے ساتھ ڈانس کر رہا ہے۔ کبھی ڈی جے کا شوہر وغیرہ تو نہیں؟ اگر ایسا ہوا تو ہم کیا کریں گے صالح لالا؟" عنایہ صالح کے پاس ہوتی پریشانی سے بولی تھی۔

"ریلیکس عنایہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ شخص جو ابھی صرف ہونے والا منگیتر ہے، فضول میں ڈی جے پر لائن مار رہا ہے۔ دیکھو تو ڈی جے اس کے ساتھ ڈانس کرتے بالکل بھی کنفرم ٹیبل نہیں ہے۔" صالح نے اس کا دھیان ڈی جے کے چہرے کی طرف کروایا تھا جہاں سے ناپسندیدگی کے تاثرات چھپانے سے بھی نہیں چھپ رہے تھے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں صالح لالا لیکن اب ہم کیا کریں اسے کیسے دور کریں؟" عنایہ نے ایک اور مسئلہ اٹھایا تھا۔ جس پر صالح کا خرافاتی دماغ بہت تیزی سے گھوما تھا، اور اچانک اس کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ آئی تھی۔

"بس تم دیکھتی جاؤ اب میں اس چپکو کو کیسے دور کرتا ہوں۔" صالح عنایہ کو کہتے تیزی سے ضبود کی جانب لپکا تھا، جو خود بھی بوریت سے بیٹھا تھا۔ صالح ضبود کے کان میں کچھ بولا تھا۔ جس کو سن کر ضبود کا چہرہ چمک اٹھا تھا اور فوراً گری سے اٹھتے اسٹیج کی جانب چل دیا تھا۔

ضبود بھاگتے ہوئے اسٹیج کی طرف گیا تھا لیکن وہاں سے فرش سلیپری ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا۔

"ضبود!" ضبود کے گرنے پر ایک طرف عنایہ اور دوسری طرف ڈی جے چیخی تھی، عنایہ کو آگے بڑھتے دیکھ صالح نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھامتے اسے روکا تھا۔

دوسری طرف ڈی جے نے لپک کر ضبود کو اٹھایا تھا۔ اور اس کے گھٹنوں کو جھاڑتے اس کے چہرے پر جا بجا بوسہ دینے لگی تھی۔ اس کی محبت صالح اور عنایہ سمیت سب کے لیے حیرت انگیز تھی۔ لوگ متجسس ہو رہے تھے کہ آخر یہ بچہ کون ہے کہ جس کے ساتھ ڈی جے کبھی مسکراتی تو کبھی اس کی چھوٹی سی تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہے۔

ماحول میں ہوتی ہلچل کو کنٹرول کرنے کی خاطر حمنا نے تیزی سے سب کا دھیان کھانے کی طرف کیا تھا، دوسری طرف وحید خان غصہ اور حسد سے پاؤں پٹک کر ایک طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ ڈی جے ضبود کو پکڑے ایک ٹیبل پر لے آئی تھی۔

"ضبود میری جان زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" ڈی جے نے ضبود کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا تھا۔

"فیری بس یہاں تھوڑا سہ درد ہو رہا ہے۔" ضبود صاحب تو صالح سے بھی بڑے ایکٹر نکلے تھے، ایسے آنکھوں میں آنسوؤں لے آئے تھے جیسے نجانے کتنی زیادہ چوٹ لگ گئی ہو۔ عنایہ، صالح، اور شیریں لوگ جو ان کے گرد آگئے تھے، ڈی جے اور ضبود کی محبت کو مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔

"او میرا پیارا بچہ ابھی ہم اس پر دوائی لگتے ہیں۔ ویسے تمہارے لاپرواہ بابا کہاں ہیں؟ اور تمہاری ماما؟ زر اپرواہ نہیں ہے انہیں تمہاری؟ ایک بچہ نہیں سنبھال سکتے وہ لوگ؟ آ لینے دو تمہارے بابا کو ویسے تو بڑے ایس پی بنے پھرتے ہیں۔ جب دیکھو بس کام کام اور کام ہی کرتے رہتے ہیں۔ ایک بچے کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔ دیکھنا تم میں ان کی کیسے کلاس لوں گی۔" ڈی جے جو شاید ذوالنورین کو پہلے ہی مس کر رہی تھی۔ ضبود کی چوٹ پر جو منہ میں آیا بولتی جا رہی تھی۔ اس کی باتوں پر اس کے ارد گرد کھڑے صالح لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

ابھی وہ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے جب حال کے دروازہ سے ذوالنورین اندر داخل ہوا تھا، جس کو دیکھ کر سب کی نظریں ادھراٹھی تھی، لیکن صرف ایک ڈی جے تھی جس کے چہرے پر دروازے کی جانب دیکھتے جانے کیوں تکلیف دہ تاثرات ابھرے

تھے۔ آنکھوں میں جیسے مرچی سی بھر گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

۶ فٹ سے نکلتا قد ہیزل بیلو آنکھیں، بھورے بال ماتھے پر سجائے، مسحور کن شخصیت والا ایس پی ذوالنورین ضرار آغانیلے رنگ کے پینٹ کوڑ میں جب دروازہ سے اندر داخل ہوا تو کوئی لوگوں کی نظر میں اس شخص کی طرف اٹھی تھی۔ لیکن ڈے جے کی آنکھوں میں بھرتی مرچی کی وجہ اس کے ساتھ کھڑی زمل بھی تھی جو اس وقت زوالنورین کے ساتھ استحقاق سے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ ایسے میں زمل جو صرف پارکنگ ایریا میں ذوالنورین سے ملی تھی۔ اور زبردستی اس کے ساتھ باتیں کرتی یہاں تک آئی تھی، میڈیا کے لوگ کو اپنی اور ذوالنورین کی طرف محسوس کرتے زمل کی تو خوشی سے باچھین کھل گئی تھی۔

"بڈی! آپ اگئے؟" ضبود زوالنورین کو دیکھتے خوشی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔ جو زمل کو انور کرتے، ان کی طرف آ رہا تھا۔

"دھیان سے ضبود ابھی تمہیں چوٹ لگی ہے نا؟" ڈی جے سر جھٹکتے ضبود کو فکر مندی سے سر زش کرتی اس کی جانب بڑھی تھی۔

"کیسے چوٹ لگی ضبود کو؟ اب ٹھیک تو ہے میرا بچہ؟" ذوالنورین نے بے چین ہو کر جلدی سے ضبود کو اٹھایا تھا۔ ایسا کرتے اس کی بازو میں درد اٹھاتا تھا۔ لیکن وہاں پر راہ کسے تھی؟

زمل جو ڈھیٹوں کی طرح ذوالنورین کے پیچھے چلی آرہی تھی۔ ضبود کو دیکھ کے متعلق ذوالنورین کی محبت دیکھ ٹھٹھک گئی تھی۔

"آپ کو اس سے کیا؟ آپ کو تو بس اپنے کام سے مطلب ہے جب دیکھو کام کام کام مطلب بیٹے سے کوئی لگا وہی نہیں اب بھی وہ یہاں کھلتے کھلتے گر گیا تھا۔ مجھے سمجھ ہیں آتی اگر آپ سے سنبھال نہیں سکتے تھے تو لیا ہی کیوں تھا۔ اور یہ آپکی وائف کہاں ہے۔ لگتا ہے وہ بھی آپ کی طرح کچھ زیادہ ہی لا پرواہ ہے" ڈی جے نجانی کون کون سے غصہ ذوالنورین پر نکال رہی تھی۔ اس کی بات پر ذوالنورین کے ماتھے پر شکنوں کا جال ابھرا تھا۔

"فیری میری ماما نہیں ہے اور آپ بابا کو پلیز کچھ مت کہیں وہ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ بس وہ کام میں بیزی ہوتے ہیں۔ اس لیے کبھی کبھی لیٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ والد کے بیسٹ بابا ہیں۔" ضبود ڈی جے کی بات پر افسردگی سے بولا تھا۔ اسے ڈی جے

کایوں اس کے بابا کو باتیں سنانا اچھا نہیں لگا تھا۔ ڈی جے کو یہ سب جان کر دلی دکھ ہوا تھا۔

صرف ایک زل ایسی تھی۔ کہ جس کے چہرے پر سکون اور خوشی کے تاثرات ابھرے تھے۔ کہ شکر ہے ذوالنورین اور اس کے درمیان کوئی نہیں ہے۔

"آتم سوری! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" ڈی جے جس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔
ندامت سے سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

"مس ڈی جے انسان کو اپنی زبان کا اتنا ہی استعمال کرنا چاہیے کہ جس پر اسے بعد میں افسوس نہیں ہو۔ خیر آپ کو جہنم دن بہت مبارک ہو۔ امید ہے کہ آنے والا آپ کی زندگی کا بہتر سال ہو۔ صالح میں نیچے فیملی پورشن میں جا رہا ہوں۔ تم لوگ جب فارغ ہو جاؤ تو وہی آجانا" ذوالنورین روکھے پن سے کہتے ضبود کو لیے نیچے کی جانب بڑھا تھا۔

"ضرار آتم سوری پلیز کچھ دیر اور رک جائیں۔ اگر آپ ایسے جائیں گے تو مجھے بالکل نہیں اچھا لگے اور ابھی تو پارٹی کا آغاز ہوا ہے۔" ڈی جے کے منہ سے اچانک نکلے الفاظ ذوالنورین کو منجمد کر دیا تھا۔ برسوں بعد 'ضرار' نام کی پکار نے، وہ بھی دوحہ کے علاوہ کسی اور منہ سے، ذوالنورین کے جذبات مس ایک طلا تم بھر پاتا تھا۔ جبکہ دوسری جانب

صالح اور عنایہ کے چہرے پل میں سفید ہوئے تھے۔

"صالح لالایہ کیا کہہ دیا ڈی جے نے، مجھے لگ رہا ہے۔ بس اب ڈی جے نہیں بچنے والی، اف جانے لالا کیا کریں گے" عنایہ نے گھبرا کر صالح کے قریب جھکتے سرگوشی میں کہا تھا۔

"ریلیکس عنایہ کچھ نہیں ہوگا۔" صالح نے عنایہ سے زیادہ خود کو حوصلہ دیتے جلدی سے ان کے درمیان کودا تھا۔

"ڈی جے میرے خیال سے تمہارے دوست تمہیں بولارہا ہے۔ تمہیں جانا چاہیے۔ ویسے بھی میں اور ذوالنورین بس یہی نچلے پورشن تک جارہے ہیں۔ یو پلیز انجوائے یور پارٹی۔ چلو ذوالنورین مجھے تم سے بات کرنی ہے" صالح نے تیزی سے ڈی جے کا دھیان وحید کی طرف کروایا تھا۔ جو چبھتی نظروں سے ڈی جے کے چہرے پر ذوالنورین کے لیے ابھرتے جذبات کو دیکھ رہا تھا۔

صالح ذوالنورین کو لے کر باہر کی جانب بڑھا تھا۔ جو سپاٹ چہرے اور بند مٹھیاں لیے کسی کٹ پتلی کی طرح گھسیتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا میں نے پھر سے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔ جو کہ نہیں کہنا چاہیے تھا؟" ان کے جانے کے بعد ڈی جے نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"ڈی جے لالا اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے تھے۔ صرف ایک وہی تھی جو لالا کو ضرر انام سے بلاتی تھی۔ اس نام کے ساتھ ان کی بہت سی یادیں جڑی ہیں۔ جو کہ ان کو ہمیشہ تکلیف میں مبتلا کرتی ہیں۔ اس لیے ہم اب ان کو اس نام سے نہیں بلاتے پلیز تم بھی آئندہ ان کو اس نام سے مت بلانا" عنایہ یہ کہتے ہی صالح لوگوں کے پیچھے بڑھی تھی۔ ڈی جے کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھی۔ اب نجانے یہ ذوالنورین کی تکلیف محسوس کرتے، آنے والے آنسوؤں تھے یا ان کا سبب کچھ اور تھا؟

"بیٹا! پریشان مت ہو۔ ہم جانتے ہیں تم نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا؟ اس لیے زیادہ مت سوچو اور اپنے باقی مہمانوں کا دھیان رکھو" جبرائیل صاحب جو ڈی جے کی حالت دیکھ رہے تھے۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے حوصلہ دیتے بولے تھے۔ پھر عاقب اور شیریں کو لے کر وہ دیکھنے لگے تھے کہ کہیں مہمانوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔

"ہیپی برتھڈے ڈی جے! ابھی جو بھی ہو اوہ ٹھیک نہیں تھا ڈی جے۔ سچ جانو تو مجھے تم

پر بہت غصہ آیا کہ تم نے میرے سب سے اچھے دوست ذوالنورین کا دل دکھایا ہے۔ لیکن چلو تم ان سب سے ناواقف تھی اس لیے تمہیں معاف کرتی ہوں۔ ویسے تمہیں بتا دوں کہ آج وہ میری وجہ سے لیٹ ہوا تھا کیونکہ میں نے ہی ضد کی تھی کہ ذوالنورین میں تمہارے ساتھ پارٹی میں جاؤں گی۔ اور ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ میری بات نہیں مانتا۔ بس اسی لیے وہ لیٹ ہوا "زل جھوٹ پر جھوٹ بولتی جتنا ڈی جے پر اپنی اور ذوالنورین کے دوست کے تعلقات کو جتا سکتی تھی۔ اس نے اتنا کیا تھا۔

لیکن دوسری طرف ڈی جے جو پہ در پہ ہونے والے انکشافات پر حیران تھی۔ بغیر زل کی بات کو اہمیت دے خود بھی دوسری طرف چلی گئی تھی۔ اتنی بے عزتی پر زل تو کڑھ کر رہ گئی تھی۔

@@@@@@@@@

"عنا یہ تم ضبود کو لے کرو ہاں فیملی پورشن میں بیٹھو۔ میں اور ضبود کے بڑی اس کے لیے ابھی کچھ اچھا سہ بنا کر لاتے ہیں۔" صالح نے ذوالنورین کے ہاتھ سے ضبود کو لے، اسے عنایہ کو پکڑا تھا۔ پھر خود ذوالنورین کو لے ریستوران کی پیچھے بنے پول والے حصے کی جانب لے آیا تھا۔

"ذوالنورین تو ٹھیک ہے؟" صالح ذوالنورین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔ جس پر اس وقت کسی پتھر کی مورتی کا گمان ہو رہا تھا۔ جو ایسے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ جیسے کوئی لاش ہو۔

"ذوالنورین میں تجھ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ پریشانی سے میری جان نکل رہی ہے اور تو کچھ بول کیوں نہیں رہا؟ دیکھو جگر یار وہ ڈی جے کی باتوں کا برامت منانا وہ سب غلطی سے ہوا ہے۔ اس بچاری کو تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔ اس نے تو ایک عام سی بات کی تھی۔ پلیز تو اسے دل پر مت لینا ٹھیک ہے۔" پریشانی سے صالح کا برا حال تھا

"پتہ نہیں!" صالح کی اتنی لمبی بات کے جواب میں ذوالنورین کے ہونٹوں سے الفاظ ہوئے تھے۔ جو سوال چنا اور جواب گندم کے جیسے معلوم ہو رہے تھے۔

"کیا پتہ نہیں؟ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ دل پہ مت لینا اور تو کہہ رہا ہے۔ پتہ نہیں۔ ذوالنورین تو سچ میں ٹھیک ہے نا؟" صالح تو بس رونے والا ہو گیا تھا۔

"صالح میں ٹھیک ہو۔" صالح کو لگ رہا تھا کہ یا تو وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ یا پھر دنیا گھوم رہی ہے۔ اس لیے اسے ذوالنورین کے جواب غلط سنائی دے رہے ہیں۔

"ذوالنورین مطلب تجھے کوئی فرق نہیں پڑا کہ ڈی جے نے تجھے کس نام سے بلایا ہے؟" صالح نے پھر سے پوچھا تھا۔

"صالح کیا تو پلیز مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ سکتا ہے۔" ذوالنورین زمین کی طرف دیکھتے لب بھینچ کر بولا تھا۔ صالح کچھ دیر ذوالنورین کے سپاٹ چہرے کو دیکھنے کے بعد گہری سانس بھرتے اندر کی جانب چل دیا تھا۔

اس کے جاتے ہی ذوالنورین گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا، آنکھیں پل میں نم ہوئی تھی، سپاٹ چہرہ پر پل میں تکلیف اور درد کے تاثرات چھائے تھے۔

"آئم سوری دوحہ دیکھو میں نے جان بوجھ کر ایسا کچھ نہیں کیا۔ تم جانتی ہو میں صرف تم سے محبت کرتا آیا ہوں اور ہمیشہ تمہی سے کرتار ہوں گا۔ دیکھو وہ لڑکی انجان تھی اس لیے اس نے مجھے اس نام سے پکارا اور نہ اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں تھا دوحہ۔۔ میری جان تم سمجھ رہی ہونا۔ دیکھو تم پلیز یہ مت سمجھنا کہ میں اس لڑکی کی طرف داری کر رہا ہوں۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے۔ میں تمہارے علاؤہ کسی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تم تو میری چلتی سانسوں کی ضمانت ہو۔ پلیز آج کی ہوئی غلطی کو میری دوسری غلطی گردانتے مجھ سے دور مت جانا۔ پلیز پلیز خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔" ذوالنورین

سامنے پول کے پانی میں دیکھتے، سرخی مائل آنکھوں لیے دوحہ کے عکس سے مخاطب تھا جو اسے پانی میں نظر آ رہا تھا۔ اس کی حالت عجیب دیوانوں جیسی ہو رہی تھی جو دیوانگی میں اس حد پر ہوتے ہیں جب محبوب کی خوشی کے علاوہ باقی سب کچھ بے معنی ہوتا ہے۔

"آئم سوری ایس پی سر! میں نے کچھ بھی ارادہ نہیں کیا تھا۔ بس اچانک زبان سے پھسل گیا تھا۔ مجھے معاف کر دیں شاید میں نے آپ کی مرحوم بیوی کو بھی انجانے میں دکھ پہنچایا ہے" ڈی جے جو بغیر کچھ سوچے اپنی پارٹی چھوڑ کر ذوالنورین کو ڈھونڈتی ادھر آگئی تھی۔ اسکی ابتر حالت دیکھ کر ندامت سے بولی تھی۔

"مس ڈی جے! بس بہت ہوا۔ آپ کبھی سوچ سمجھ کر بول لیا کریں اور خبردار اگر آئندہ آپ نے میری دوحہ کے مرحوم جیسے الفاظ استعمال کیا۔ خدا نا کرے اسے کچھ ہو۔ ہم لوگ صرف کچھ وقت کے لیے الگ ضرور ہوئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کے متعلق کچھ بھی بکنا شروع کر دیں اور آپ کے معافی مانگنے سے میری دوحہ کی ناراضگی ختم نہیں ہو جائے گی۔ اس لیے اسے اپنے پاس رکھیں۔ آخری بات جتنا ہو سکے مجھ سے دور رہ کر بات کیا کریں اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔" ڈی جے

کی وہاں موجود گی ذوالنورین کو مزید مشتعل کر گئی تھی۔ لیکن پھر بھی خود پر آخری حد تک ضبط کرتے، ذوالنورین ڈی جے کی بازو پکڑتے دھیمے لہجے میں غرایا تھا۔

"ایس پی سر۔۔۔ پلیز میری بازو چھوڑیں۔۔۔ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں۔" ڈی جے ذوالنورین کی سرخ آنکھیں ڈر گئی تھی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھی۔ چہرے پر ننھے ننھے پسینے کے قطرے چمکے تھے۔

ڈی جے کی حالت دیکھ کر جلدی سے ذوالنورین نے اسے چھوڑا تھا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو پرسکون کرنے لگا تھا۔

"کیا کوئی کسی سے اتنی شدید محبت بھی کر سکتا ہے؟ ذوالنورین کی وائف سچ میں بہت خوبصورت ہو گئی اسی لیے وہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ شاید وہ یہاں ہوتی تو میں اس کا وجود کبھی برداشت نہ کر پاتی" ذوالنورین کے چہرے کو دیکھتے ڈی جے جو من ہی من میں خود سے مخاطب ہوئی تھی۔ لیکن ہر اپنے الفاظ پر اچانک ٹھٹھک گئی تھی۔

"لیکن میں کیوں اس کی موجودگی برداشت نہیں کر پاتی؟ مجھے کیوں ذوالنورین کی بیوی کے ناہونے کا سن کر دکھ ہوا تھا لیکن ایک سکون بھی ملا تھا۔ آخر کیوں میں ذوالنورین کے درد کو محسوس کرتی اس کی جانب چلی آئی تھی؟ آخر کیوں میرا دل ذوالنورین کی

جانب کھینچا چلا جا رہا ہے؟ تو کیا مجھے ذوالنورین سے۔۔۔ "ڈی جے کو اپنا احتساب کرتے جو جواب ملا تھا۔ وہ شاید وہ خود بھی سنا نہیں چارہ ہی تھی۔ آگہی کا یہ لمحہ اس پر بہت بھاری پڑ رہا تھا۔

"آئم سوری مس ڈی جے! مجھے آپ کا ہاتھ سختی سے پکڑنا نہیں چاہیے تھا۔ خیر آپ سے ایک درخواست ہے کہ کبھی میری محبت کے لیے الٹے سیدھے الفاظ مت استعمال کی کرے گا اور نا مجھے ضرر کہیے گا کیونکہ یہ حق صرف میری دوحہ کا ہے۔" ذوالنورین بے دردی سے ڈی جے کا دل زخمی کرتے وہاں سے چل دیا تھا۔ جس بچارے نے ابھی ابھی تو دھڑکنا سیکھا تھا۔

"ڈی جے یار تم کہاں ہو۔ جلدی واپس آؤ جانتی نہیں ہو تمہاری غیر موجودگی میڈیا والوں کو کتنے سوال اٹھانے کا موقع دے سکتی ہے۔" ڈی جے جو نم آنکھوں سے جاتے ہوئے ذوالنورین کو دیکھ رہی تھی۔ اپنے موبائل پر آتی حمنہ کی کال پر ہوش میں آئی تھی اور واپسی کی جانب چل دی تھی۔ پر پتہ نہیں کیوں وہ واپس مڑتے خود کو بہت خالی محسوس کر رہی تھی۔

@@@@@@@@@@

"سنو دیکھو جو بھی چیزیں یہاں ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔ جلدی سے انہیں واپس بھیجو اور ان کی جگہ گرم اور فریش چیزیں لا کر رکھو۔" شیریں بونے سسٹم والی سائیڈ پر انتظام دیکھنے کے ساتھ ساتھ وہاں کام کرتے لوگوں کو ہدایت بھی دے رہا تھا۔ جب یک دم پلٹتے ہوئے وہ حمنہ سے ٹکرا گیا تھا۔

"لگتا ہے آج کل خوبصورت لوگ آنکھیں گھر رکھ کر آتے ہیں۔ اس لیے ہر کسی سے ٹکراتے رہتے ہیں" شیریں حمنہ پر میٹھا سہ طنز کرتے بولا تھا۔

"زبان پر لگام دو شیریں تمہیں تمہیں کے اپنے سے بڑوں سے کیسے بات کرتے ہیں۔ اور یہ تم ہی ہو جو ہر وقت مجھ سے ٹکراتے رہتے ہو۔ میں کوئی جان بوجھ کر نہیں ٹکراتی۔" حمنہ دبی آواز میں اس پر چلائی تھی۔

"تمیز تو الحمد للہ میرے والد نے بہت سیکھائی ہے۔ لیکن وہ کیا ہے نا خوبصورتی لڑکیاں اور ایسی جو بار بار ٹکرا جاتی ہے۔ ان کو دیکھ کر میزی زبان پر میرا کنٹرول نہیں رہتا۔" شیریں حمنہ کو آنکھ مار کر چڑانے کی غرض سے بولا تھا۔

"سوڈھیٹ مرے ہونگے تب جا کر تم پیدا ہو گے بد تمیز انسان۔ دفعہ ہو جاو۔ اب میرے راستے میں مت آنا۔ مجھے تمہاری شکل نہیں دیکھنی۔" حمنہ غصہ سے پاؤں پٹکتی

وہاں سے واک آٹ کر گئی تھی۔

"ہم تیکھی مرچی میں بھی کونسا تم سے بات کرنے کے لیے مراجار ہا ہوں۔" شیری
بھی بڑبڑاتا ہوا دوسری جانب چل دیا تھا۔ مسٹر بد تمیز اور مس تیکھی مرچی کا جانے کیا
بنے والا تھا۔

@@@@@@@@@@

"مسٹر وحید کیسے ہیں آپ؟" ایک سائیڈ پر چہرے پر بارہ بجائے کھڑے وحید کے پاس
آکر زمل بیٹھے لہجے میں بولی تھی۔
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
"تم سے مطلب؟ جاوا اپنا کام کرو۔" وحید کا جلا بھنا جواب زمل کے چہرے پر ٹھاہ کر کے
لگا تھا۔ پر شاید وہاں کوئی اعلیٰ درجے کی ڈھیٹ کھڑی تھی۔

"نہیں میں تو اس لیے پوچھ رہی تھی کہ آپ یہاں کھڑے ہیں جبکہ ڈی جے یعنی کہ
آپ کی ہونے والی فیونسی وہاں کسی اور کے نزدیک کھڑی تھی۔ میرا مطلب ہے کہ وہ
پارٹی چھوڑ کر ایس پی ڈوال نورین کے پاس گئی تھی۔ خیر مجھے سے نہیں تو اس سے
مطلب رکھیں مسٹر وحید تاکہ وہ میرے دوست کے ارد گرد منڈلانا بند کر دے۔"

زل وحید کے جلے پر بہت اچھے سے نمک چھڑک کر کراب اس کو تڑپتا دیکھنے کے چکروں میں تھی۔ حادثہ کی آگ میں جلتے زل جیسے لوگ کبھی کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتے "ویسے مجھے پتہ نہیں تھا کہ زل تم میں رپورٹنگ کے کیڑے بھی موجود ہے۔ سنو ایک کام کرو گانے تو تمہارے اب اتنے لوگ پسند نہیں کرتے، اس لیے تم یہ کام چھوڑ کر میڈیا جوائن کر لو۔ یقین جانو وہاں بہت جلد ترقی کرو گی۔ ایک اور بات میری ہونے والی فیو نسی کیا کر رہی ہے اور کیا نہیں اس کے متعلق مجھے کم از کم تم سے تو جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے آئندہ منہ سنبھال کر بات کرنا آج تو برداشت کر لیا ہے۔ پر آئندہ نہیں کروں گا۔" وحید کے منہ سے نکلے الفاظ زل کے چہرے پر تھپڑ کی طرح پڑ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے، مل کی اس کے ہاتھ میں موجود گلاس پر گرفت کچھ بڑھ رہی تھی۔

وحید زل کو سنانے کے بعد خود ڈی جے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"مسٹر وحید تم مانویا مانو چنگاری تو جل اٹھی ہے۔ بس اب اس کے آگ بنے کی دیر ہے اور ڈی جے تم نے کیا سمجھا کہ میوزک کی طرح تم ذوالنورین کو بھی مجھ سے چھین لو گی نہیں ہر گز نہیں وہ صرف اور صرف میرا ہے اور میرا ہی رہے گا۔ میں تمہیں کبھی بھی

اس تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ "زل کے لہجے میں حسد اور جلن کی ایسی آگ جل اٹھی تھی جو نجانے کن کن کو اپنی لپیٹ میں لینے والی تھی۔

@@@@@@@@@@

رات کے ایک بجے تک جاری رہنے کے بعد آخر کار ڈی جے کی برتھڈے پارٹی ختم ہو گئی تھی۔ سب لوگ جا چکے تھے۔ حمزہ اور ڈی جے بھی سب کو الوداع کرنے کے بعد اس وقت حمزہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی لیکن سوچیں تو ڈی جے کی کہی اور پرواز کر رہی تھی۔

"یہ میری زندگی کی سب سے عجیب اور انوکھی سا لگرہ تھی اور اس سب کی وجہ یہ محبت نامی شے ہی تھی۔ جو جس سے نہیں ہونی چاہیے اس سے ہو جاتی ہے اور شاید یہ ہمیشہ غلط وقت پر ہوتی ہے۔ پر جب بھی ہوتی ہے تو کڑا امتحان لیتی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں کبھی کسی سے محبت کروں گی لیکن ذوالنورین کے معاملے میں میرا خود پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ میں خود باخود اس کی طرف کھینچتی چلی جا رہی ہوں۔ ایسے جیسے کسی سحر نے مجھے اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور میں بے بس ہو گئی ہوں یا شاید یہی محبت ہے جو کبھی سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی جب یہ چاہتی ہے ہو جاتی ہے۔ لیکن شاید

میری محبت ساری زندگی یک طرفہ رہنے والی ہے۔ کیونکہ ذوالنورین کبھی میری محبت کو قبول نہیں کرے گا۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ اس کی بیوی واپس آجائے تو پھر تو وہ اس سب کا سول ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں اسے کبھی اسے اپنی محبت کی بھنک نہیں پڑنے دوں گی کیونکہ میں اپنی محبت کی بے قدری شاید کبھی برداشت نہ کر پاؤں۔ "ڈی جے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتی، اپنے ماتھا مسلنے لگی تھی۔ منتشر سوچوں نے اسے آج بہت تھکا دیا تھا۔

"ڈی جے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" حمنہ جو اس کے ساتھ بیٹھی تھی، ڈی جے کے ماتھا مسلنے پر فکر مندی سے پوچھنے لگی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں آپ، بس تھوڑی سی تھکاوٹ ہو گئی ہے۔ یہ بتائیں یہ گھر آج کیوں نہیں آ رہا ہے۔ کب سے آپ ڈرائیو کر رہی ہیں۔" ڈی جے نے ویسے ہی بند آنکھوں سے پوچھا۔

"وہ راستے میں ٹریفک تھا اسی وجہ سے میں نے ہی ڈرائیو کو دوسرے راستے سے لیجانے کے لیے کہا تھا۔ اور اب تو ہم پہنچ ہی گئے ہیں۔ بس دو منٹ اور" حمنہ نے باہر دیکھتے جواب دیا تھا۔

کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے آکر رکی تھی۔

"آؤ ڈی جے گھر آگیا ہے۔" حمنہ نے دوسری طرف سے ڈی جے کا دروازہ کھولتے اس کے سامنے ہاتھ کیا تھا۔

"شکریہ آپ یار" حمنہ کا ہاتھ پکڑتے ڈی جے باہر نکلی تھی۔ لیکن نظروں کے سامنے ایک عالی شان بنگلے کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی تھی۔

"یہ کس کا گھر ہے آپ؟ ہم اتنی رات کو یہاں کیوں آئے ہیں؟ سچ میں یار تھ کاوٹ بہت ہو گئی ہے اب میرا مزید کہی جانے کو دل نہیں ہے۔" ڈی جے بے بسی سے بولتی واپس جانے کی طرف مڑی تھی جب کانوں میں پڑی آواز پر رک گئی تھی۔

"Happy birthday day to you happy birthday
my lil princess duha "

(جنم دن مبارک ہو میری چھوٹی پرنسز دو حہ)!"

اس آواز پر ڈی جے خوشی سے مڑی تھی۔

@@@@@@@@@@@@@@

"ڈیڈی!!" ڈی جے خوشی سے چہکتے تیمور صاحب کے گلے لگی تھی۔

"تھینکیو سوچ ڈیڈی کے آپ یہاں آئے۔ آپ نہیں جانتے آپ نے یہاں آکر میری برتھڈے کو کتنا خوشگوار بنا دیا ہے۔ آئی لو یو ڈیڈی، میں آپ کو بہت مس کر رہی تھی۔"

"ڈی جے کی خوشی کا تو کوئی حساب نہیں تھا۔ ساری مایوسی ایک دم سے اڑن چھو ہو گئی تھی۔"

"ڈیڈی کی جان دوہ! میرا بچہ ایسے کیسے ممکن تھا کہ ڈیڈی کی پری کی برتھڈے ہو اور ڈیڈی آئے نا۔" تیمور صاحب نے ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"ڈیڈی آپ بھی پلیز اب دوہ کو باقی سب کی طرح ڈی جے کہا کریں۔ دیکھیں ڈی جے نام ہماری پرنسز پر زیادہ سوٹ کرتا ہے۔ دوہ نام اب اولڈ فیشن ہو گیا ہے۔" حمناہ تیمور صاحب کے منہ سے بار بار دوہ نام کی پکار سننے آخر بول پڑی تھی۔

"دنیا کے لیے چاہے دوہ ڈی جے بن گئی ہو لیکن میرے لیے یہ اب بھی میری چھوٹی سی پرنسز دوہ ہی ہے۔ اور میں اسے اسی نام سے پکاروں گا۔ کیوں دوہ تمہیں اس سے کوئی اعتراض تو نہیں" تیمور صاحب نے اپنے حصار میں کھڑی مسکراتی ہوئی ڈی جے سے پوچھا تھا۔

"بالکل نہیں ڈیڈی! جو آپ کا دل کرے آپ مجھے وہ بلا سکتے ہیں۔" ڈی جے نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر اب اگر آپ کی اجازت ہو تو اندر چلیں؟ وہ کیا ہے نا مجھے بہت تجسس ہو رہا ہے ہمارے نئے گھر کو اندر سے دیکھنے کا۔ ویسے ڈیڈی جیسے آپ نے یہ گھر ڈی جے کو اس کی برتھڈے پر دیا ہے۔ ویسے ہی مجھے بھی میرے برتھڈے پر اپنی مرضی کی نیو سپورٹس کار لینا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟" حمنا پر جوشی سے کہتے اندر بڑھتے آخر میں اپنی خواہش کرتے بولی تھی۔

"جو حکم ڈیڈی کی جان! چلو دو حہم بھی چلیں" تیمور صاحب ڈی جے کو لے کر خود بھی اندر بڑھے تھے۔ کئی رقبوں پر مشتمل وہ بنگلوں جتنا باہر سے دیکھنے میں شاندار تھا۔ اس کے حصہ کو ڈی جے کی پسند کو مد نظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا تھا۔ ڈی جے یہاں آکر بہت خوش تھی۔

@@@@@@@@@@

وقت کا کام ہے گزرنا تو وہ اپنی رفتار سے گزر رہا تھا۔ موسم نے بھی انگڑائی لے لی تھی ہر چیز بدلنے لگی تھی۔ ایسے میں تیمور صاحب دو دن ڈی جے لوگوں کے پاس رہ کر

واپس جا چکے تھے۔ واپسی پر ڈی جے اور حمزہ بھی تیمور صاحب کے ساتھ ایک ریکارڈنگ کے سلسلے میں کراچی گئی تھی۔ چند دن وہاں گزار کر وہ لوگ آج واپس آگئی تھی۔ کل سے پھر سے وہی ٹف روٹین شروع ہونے والی تھی کیونکہ فلم کے گانوں کی شوٹنگ پھر سے شروع ہونے والی تھی۔ اس وقت ڈی جے اپنے نئے گھر میں بنے اس خوبصورت سے میوزک روم میں بیٹھی تھی۔ ارادہ تو اس کا اپنا نیا گانا کمپوز کرنے کا تھا۔ لیکن خیالات ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اس لیے اٹھ کر کمرے کی بالکونی میں آگئی تھی۔ وہاں آتے ہی روالپنڈی کی ٹھندی ہواؤں نے اس کے موڈ پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

"میرے دن انتہائی مصروف رہنے لگے ہیں۔ رات کو تھکاوٹ کے باعث نیند بھی جلدی آجاتی ہے۔ لیکن پھر بھی جانے کیوں تمہارا خیال میرے ساتھ سے جاتا نہیں ہے وہ ہمیشہ ایک سائے کی طرح میرے پیچھے پیچھے رہتا ہے۔ میں چاہوں بھی تو اس سے پیچھا نہیں چھڑا پار ہی۔ آہ افسوس میں خود سے کیے عہد پر، کہ بہت جلد ان خیالوں سے پیچھا چھڑالوں گی، پورا اترنے میں ناکام ہوں۔"

پر جو بھی ہو جائے اب میں کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ ڈیڈی کو میری وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔ میں ان کی پسند سے شادی کر کے تمہیں

ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گی اور یہ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہاں میں جہاں بھی رہوں گی۔ ہمیشہ تمہارے لیے دعا کروں گی کہ تمہیں تمہاری محبت نصیب ہو جائے۔ تم لوگوں کی جو بھی غلط فہمیاں ہے وہ دور ہو جائے اور ضبود کو اس کی ماما مل جائے۔" ٹھنڈ کے احساس سے خود کو بچانے کے لیے ڈی جے اپنی بازوؤں کو رگڑ رہی تھی لیکن من ہی من وہ زوالنورین کے عکس سے مخاطب تھی۔

نجانے وہ کب تک یو نہی اپنے خیالوں میں گم رہتی کہ ساتھ والے گھر کے لان سے آتی بچے کی قلقاریوں نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"شیری بھائی آپ بڑھے ہو گئے ہیں۔ اس لیے مجھے پکڑ نہیں پار ہے۔ ہا ہا ہا" ضبود آگے آگے بھاگتا شیر کی کو چڑا رہا تھا۔ جو ضبود کو پکڑنے کے چکر میں ہانپ رہا تھا۔

"جاو جاو بڑھے ہو گئے تمہارے بابا جو ۳۳ سال کے ہو گئے ہیں۔ میں تو ابھی ۲۳ سال کا ہوں" شیری کو کہاں برداشت تھا کہ کوئی اسے چھڑے چھانٹ کو بڑھا کہے۔

"آپ ہو گئے بڑھے، آپ کی بیوی ہو گی بڑھی، آپ کے بچے ہو گئے بڑھے میرے بڑی تو ابھی جوان ہیں خردار جو آپ نے ان کو بڑھا کہا تو شیر کی لالا میں آپ سے ناراض ہو

جاؤں گا۔" ضبود تو ایک دم غصہ میں ایک جگہ کھڑا ہو کر بولنے لگا تھا۔ اسی بات کا

شیری نے فائدہ اٹھایا تھا اور جلدی سے اسے جھپٹ لیا تھا

"ہا ہا ہا شہزادے وہ تو میں مزاق کر رہا تھا۔ مان لیا کہ تیرے بابا جوان ہیں لیکن تم تو اب میری پکڑ میں آگئے ہونا" اب شیری ضبود کی جگہ آکر اسے چڑا رہا تھا۔

"یہ غلط بات ہے شیری لالا! آپ میرے گھر میں آکر مجھے نہیں پکڑ سکتے" ضبود غصے سے چیخا تھا اور شیری کی گرفت سے نکلنے کو مچلا تھا۔

"کیوں بھی یہ کونسی حدیث کی کتاب میں لکھا ہے؟" شیری ضبود کو ہوا میں اچھالتے ہوئے، اسے اندر کی طرف لیجاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"اومائی گاڈ تو کیا یہ ایس پی سر کا گھر ہے؟ اللہ جی یہ غلط بات ہے۔ دیکھیں اب اگر وہ میری نظروں کو سامنے آتا رہے گا تو میں اسے کیسے بھلا پاؤں گی؟ اور اگر میں اسے بھلانا پائی تو میں کہیں بابا کا دل نہ دکھا دوں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں یہاں نہیں رہوں گی۔ میں آج ہی یہاں سے چلی جاؤں گی" ڈی جے تیزی سے اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف جاتے بڑبڑائی تھی۔ لیکن پھر اچانک چونک کر رکی تھی۔

"میں کیوں جاؤں یہاں سے؟ یہ گھر میرے بابا نے مجھے گفٹ کیا ہے۔ میں تو اسے

نہیں چھوڑنے والی اور میں ڈرتی ورتی نہیں ہوں ایس پی سر سے، کیا ہوا میرا دل کمبخت اس پر مرتا ہے تو لیکن میں کمزور ہر گز نہیں ہوں۔ کبھی خود کو اس کے سامنے جھکنے نہیں دوں گی اور نا ہی کبھی اپنی نسوانی انا کو اس کے ہاتھوں نقصان پہنچنے دوں گی "ڈی جے خود کو بظاہر مضبوط ظاہر کر رہی تھی۔ لیکن دل تو اس کا بھی ڈر رہا تھا۔

"ڈی جے! میری بہن ہائے اللہ یہ تو دیکھو تمہارے نیے گانے کی ریٹنگ نے تو سب ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ ڈی جے تم نے تو کمال کر دیا ہے یار "حمنہ ہاتھ میں آئی پیڈ پکڑے تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے بولی تھی اور خوشی سے ڈی جے کو زور سے گھماتے چینی تھا۔

"اف آپنی یار بس کرو میرا سر چکرا گیا ہے۔" ڈی جے اچانک سے گھومنے پر سر کو پکڑتے بولی تھی۔

"اواو سوری سوری یار ایکسائٹمنٹ میں میں شاید کچھ زیادہ ہی ہو گئی۔ ویسے اس کامیابی کی چھوٹی سی سیلیبیشن تو بنتی ہے۔ تم ایک کام کرو جلدی سے فریش ہو جاو پھر صالح کے ریسٹوران چلتے ہیں۔ ویسے بھی کافی دنوں سے ان سے ملیں نہیں ہیں تو اس بہانے ان سے ملنا بھی ہو جائے گا۔" حمنہ اسے بیڈ پر بیٹھاتے جلدی سے پلین ترتیب

دیتے بولی تھی۔

"نہیں مجھے نہیں جانا" ڈی جے حممنہ کی بات پر جلدی سے بولی تھی۔ حممنہ تو ڈی جے کے اتنے شدید رد عمل پر ہکا بکا کھڑی تھی۔

"ڈی جے یار کیا ہو گا۔ اتنا غصہ سے کیوں بولی ہو؟ اور یہ اچانک تم رستور ان جانے سے منع کیوں کر رہی ہو۔ حالانکہ پہلے تو تم ہر وقت وہاں جانے کے لیے تیار رہتی تھی؟" حممنہ نے ڈی جے کے ماتھے کو چیک کرتے پوچھا تھا۔

"کک۔۔۔ کچھ نہیں آپ! وہ بس آج باہر کا کھانے کا موڈ نہیں ہو رہا۔ آج مجھے اپنی آپ! کے ہاتھ کا کھانا کھانا ہے۔ کافی دنوں سے میں نے آپ کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھایا۔ اب تو مجھے اس کا ٹیسٹ بھی بھولنے لگا ہے" ڈی جے پہلے تھوڑا سا گڑ بڑائی تھی۔ لیکن پھر جلد ہی خود پر قابو پاتی، وہ حممنہ کو مسکا لگا کر بولی تھی۔

وہ اسے یہ نہیں بتا پائی تھی کہ وہ ذوالنورین کے آنے کے ڈر سے نہیں جا رہی

"ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے آج میں اپنے ہاتھوں سے اپنی بہن کے لیے کھانا بناؤ گی تم بس مجھے بتاؤ کہ کیا کھانا ہے تم نے؟" حممنہ ڈی جے کی فرمائش پر مسکرا کر اسے اپنے

ساتھ نیچے لیجاتے ہوئی بولی تھی۔ ویسے بھی آج حمہ اپنی بہن کے لیے بہت خوش تھی، اس لیے ایسے کیسے ممکن تھا کہ وہ ڈی جے کی خواہش پوری نہیں کرتی۔ دوسری طرف ڈی جے نے حمہ کو کسی بھی بات کا شک نہ ہونے پر گہرا سانس بھرا تھا۔

@@@@@@@@@@

"ذوالنورین کہتے ہیں جب تک دشمن غافل ہوتا ہے۔ تب تک اس پر حملہ کرنا سب سے آسان ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ آنکھ سے او جھل ہو جائے اور آپ کی تاک میں لگ جائے تب آپ اس کا مقابلہ تو کر سکتے ہیں لیکن آپ کو پہلے سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑتا ہے کیونکہ وہ آپ پر کس بھی طرف سے اور کہاں سے حملہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح رنگا اور اس کے ساتھی جو فرار ہو گئے ہیں۔ اب وہ تمہاری تاک میں ہیں۔ بے شک تم لوگوں کے چہرے اس رات چھپے ہوئے تھے لیکن پھر بھی اپنی ایمانداری کے بل بوتے پر تم ان کی نظروں میں ضرور آ گئے ہو۔ زخمی تیندوے کی طرح وہ تم پر کبھی بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے اب تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔ اسی سلسلے میں میں نے تمہارے گھر کے باہر سکیورٹی گارڈز میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔ اور تم بھی تھوڑے دن تک گھر ٹائم سے آیا جایا کرو۔" ڈی آئی جی مظہر فکر مندی سے اپنے سامنے بیٹھے ذوالنورین کو ہدایت

دے رہے تھے۔

"سر مجھے نہیں لگتا کہ انہیں مجھ پر شک ہوا ہو گا لیکن پھر بھی اگر آپ کہتے ہیں تو احتیاط کروں گا۔ لیکن میں پہلے بتا رہا ہوں میں کسی صورت پر اس کیس پر کام کرنا بند نہیں کروں گا اور جلد ہی رنگا کو پکڑ لوں گا کیونکہ وہی تو ہے جو مجھے ڈیول تک پہنچائے گا۔" ذوالنورین ڈی آئی جی کی ہدایت کو ماننے کی حامی بھرتے اصل موضوع کی طرف آیا تھا۔

"ٹھیک ہے برخوردار ہمیں تم پر بھروسہ ہے۔ اللہ تمہارا حامیوں ناصر ہو۔ اور تمہیں جیت نصیب ہو۔ بس تم اپنی حفاظت کا کچھ دن دھیان رکھو جب تک یہ معاملہ کچھ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا اور ہاں ایسا کرو وضو اور عنایہ کو بھی کہیں بھیج دو کیونکہ اس معاملے میں وہ لوگ بھی خطرے کے دائرے میں ہیں۔" ڈی آئی جی صاحب ذوالنورین کی ضد کے آگے ہار مانتے بولے تھے۔ لیکن آخر میں اسے مزید ہدایت دینا نہیں بھولے تھے۔

"اوکے سر! میں اس معاملے میں ضرور کچھ کرتا ہوں۔ آپ کی سپورٹ کا بہت شکریہ سر، اب میں چلتا ہوں خدا حافظ" ذوالنورین انہیں سلوٹ کرتے کھڑا ہوا تھا اور ان سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنی گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

$(a)(a)(a)(a)(a)(a)(a)(a)(a)(a)(a)$

"تو تم اسے ختم کرنے کی بجائے کیا یہاں یہ سب بتا کر میرا خون جلانے آئے ہو" وہ شخص غصہ سے پسٹل تھامے رنگا کی جانب آیا تھا۔ اور پسٹل کی نال رنگا کے منہ میں رکھتے غراہا تھا۔

"ایک بات کان کھول کر سن لو رنگا تمہاری وجہ سے ڈیول کا جو نقصان ہوا ہے۔ اس کا حساب تمہاری طرف ابھی نکلتا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ ڈیول تمہیں معاف کر کے ایک

اور موقع دیں تو اس ایس پی کا سر ڈیول کے قدموں میں لا کر رکھو۔
 ورنہ۔۔۔۔ تمہارے بچے ڈیول کو بہت پسند ہیں۔ "اس شخص کے لفظوں میں سانپ
 کے زہر سے زیادہ زہریلہ پن تھا۔ رنگا اس کی بات میں موجود دھمکی سے ڈر گیا تھا۔
 وہ کبھی اس کھیل کے ماسٹر مائنڈ سے نہیں ملا تھا۔ لیکن اس کی ظلم کے جو اس نے قصے
 سنے تھے اس کے بعد تو وہ کبھی بھی اپنے لیے خطرہ نہیں مول سکتا تھا۔

"ب۔۔۔۔۔ باس آپ تو ڈیول کے لیف ہینڈ ہیں نا آپ پلیزان سے کہیں کہ میں پکا اس
 ایس پی کی لاش ان کے قدموں میں لا کر رکھوں گا۔ بس وہ کچھ وقت مجھے مہلت دے
 دیں اور میرے بچوں کو چھوڑ دیں۔" رنگا گڑ گڑا کر اپنے سامنے موجود شخص سے بولا
 تھا۔

"ہا ہا ہا ہا رنگا ویسے کتنی عجیب بات ہے نادوسروں کے بچوں پر ظلم کرنے والا اپنے بچوں
 کی بات آئی تو کیسے تڑپنے لگتا ہے۔ خیر تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ پندرہ دن
 کے اندر اندر وہ ایس پی ٹھکانے لگا ہو ورنہ۔۔۔۔" ڈیول کا لیفٹ ہینڈ رنگا کو زمین پر دھکا
 دیتے، خوفناک قہقہے لگاتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

اب صرف وہاں رنگا تھا جو اپنی ہوئی غلطیوں پر پچھتا رہا تھا لیکن اب پچھتائے کیا ہو جب

چڑیاں چگ گئی تھی۔

@@@@@@

"السلام علیکم!" ذوالنورین حال میں داخل ہوا تو وہاں لگی رونق کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

جبرائیل صاحب شیری اور عاقب کے ساتھ ان کے یہاں آئے ہوئے تھے۔

"وعلیکم السلام ذوالنورین بھائی! لگتا ہے آپ کو ہمارے آنے کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیے بھاگے بھاگے چلے آئے ہیں۔" شیری ذوالنورین کے آج جلدی گھر آ جانے پر شرارت سے بولا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس وہ آج کام نہیں تھا آفس میں تو اسی لیے میں گھر آ گیا۔" ذوالنورین اپنی بازو کی آستین فولڈ کرتے بولا تھا۔

"اچھا کیا جو تم آگئے ذوالنورین بیٹا، ویسے بھی مجھے تم سے کافی دنوں سے ایک اہم بات کرنی تھی لگے ہاتھوں وہ بھی آج ہو جائے گی تم جاو فریش ہو کر آؤ۔ پھر بات کرتے ہیں۔" جبرائیل صاحب ذوالنورین کے چہرے پر سچی تھکاوٹ دیکھ کر بولے تھے۔

"جی ٹھیک ہے انکل میں ابھی آتا ہوں۔ یہ ضبود کہاں ہے؟ اور ویسے کیا صالح نہیں آیا؟" ذوالنورین نے نظریں ادھر ادھر گھماتے پوچھا تھا۔

"ذوالنورین لالا آپ کی بڑی محبوبہ (صالح) آج ریستوران کے کام میں مصروف ہے۔ کیونکہ وہاں کچھ رینویشن کا کام چل رہا ہے۔ جبکہ آپ کی چھوٹی محبوبہ (ضبود) کچن میں عنایہ بہن کے پاس کھڑا اپنی مرضی کا کھانا بنوا رہی ہے۔" شرارت کرنے سے شیریں اب بھی باز نہیں آیا تھا۔

اس کی بات پر جبرائیل صاحب، عاقب اور ذوالنورین سمیت سب مسکرا دیے تھے۔

"انکل میری رائے مانیں تو آپ اس شیریں کو آرمی جوائن کروادیں کیونکہ اس کی صلاحیتیں وہاں بہت کام آئیں گی۔" ذوالنورین جبرائیل صاحب کو کہتے مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ جبکہ اس کے پیچھے سے شیریں چیخا تھا۔

"الہا پوچھے ذوالنورین لالا کیسا مشورہ دے کر گئے ہیں بابا کو وہ پہلے ہی مجھ معصوم سے جان چھوٹے کو پھرتے ہیں۔ آپ لوگ کیوں آرمی جیسی جیل میں مجھے بھیج کر آزادی ختم کرنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔" شیریں کی دھائی پر ذوالنورین مسکرا دیا تھا۔

یہ اس کی زندگی کے وہ لوگ تھے جنہوں نے کبھی ذوالنورین کو اس شہر میں اجنبی، تنہا اور کمزور محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔ ہمیشہ یہ لوگ اس کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے رہے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے اس کی عنایہ اور ضبود کو لے کر فکر آدھی ہو جاتی تھی۔

ذوالنورین تھوڑی دیر بعد نیلے رنگ کے کرتا شلوار میں فریش سہ نیچے آیا تھا، چھ فٹ سے نکلتا قد، مضبوط جسامت، نم بھورے بالوں اور اپنی ہیزل بلیو آنکھوں کے ساتھ شلوار قمیض میں ملبوس ذوالنورین اس وقت ماحول پر چھایا ہوا لگ رہا تھا، جبرائیل صاحب نے ذوالنورین کے ماتھے پر بوسہ دیتے بے ساختہ ماشاء اللہ کہا تھا۔

"(کبھی کبھی پرائے بھی اپنے ہو جاتے ہیں۔) شکریہ بابا!" جبرائیل صاحب کی محبت پر مسکراتے ذوالنورین پہلی بات دل میں کہتے مسکرا کر ان کو گلے لگایا تھا۔ ضبود جس کو ذوالنورین کے آنے کی خبر ہو گئی تھی وہ بھی چہکتا ہوا وہاں آدھکا تھا۔

کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔

"شیری اور عاقب چلو اب تم دونوں اٹھو اور عنایہ کے ساتھ کیچن صاف کرو، عاقب تم چائے بناؤ گے جبکہ شیری تم برتن دھو گے اب عنایہ بیٹی تم لوگوں پر نظر رکھنے کے

علاوہ کوئی کام نہیں کرے گی۔۔ چلو شاہاش اٹھو اور ذوالنورین تم میرے ساتھ باہر چلو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ "کھانے کی ٹیبل سے اٹھتے جبرائیل صاحب شیریں اور عاقب کو حکم دے کر بولے تھے۔

"بابا اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں بعد میں عنایہ کے ساتھ کروادوں گا۔ شیریں اور عاقب کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے "ذوالنورین کو یوں ان کا کام کرنا عجیب سے لگا تھا، اس لیے جلدی سے بولا تھا۔

"ذوالنورین لا لایا یہ ہمارا بھی گھر ہے اور اپنے گھر میں کام کرنے میں کوئی شرم نہیں ہوتی اور ویسے بھی عنایہ کب سے ہمارے لیے کھانا بنا رہی ہے۔ اب ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی کچھ کہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں شیریں؟" سمجھدار سے عاقب ذوالنورین کی شرمندگی کو بھانپ گیا تھا، اس لیے آرام سے بولا تھا۔ جس پر شیریں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ حالانکہ برتن دھونے کے نام سے بچارے کی جان نکلتی تھی۔

جبرائیل صاحب کو عاقب پر فخر ہوا تھا جبکہ ذوالنورین مسکرا کر جبرائیل کے ساتھ باہر لان میں آ گیا تھا۔

"ذوالنورین بیٹا! اصل میں میں یہ بات کرنے کے متعلق کافی دنوں سے سوچ رہا تھا۔ پر موقع نہیں مل رہا تھا۔ پر اب جب اللہ نے موقع دیا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ وہ کر ہی لینی چاہیے۔" جبرائیل صاحب نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"جی انکل کہیے!" ذوالنورین نے انہیں بات جاری رکھنا کہا تھا۔

"ذوالنورین دیکھو بیٹا تم پیچھلے پانچ سالوں سے میرے صالح کے دوست ہو اور میرے لیے میرے بچوں کی طرح ہو۔ لیکن آج میں تم سے اپنے بیٹے کی نہیں عنایہ کے بھائی کی حیثیت سے بات کرنے آیا ہوں۔ اس لیے کھل کر جو تمہاری رائے ہو وہ بتانا کسی دباؤ میں جواب مت دینا" جبرائیل صاحب دھیرے دھیرے بات کو بڑھا رہے تھے۔

"انکل میں آپ کی بات سمجھا نہیں؟ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟" ذوالنورین ان کی بات پر کنفیوژ ہوا تھا۔

"ذوالنورین بیٹا میں صالح کے لیے تم سے اپنی عنایہ کا ہاتھ مانگنا چاہتا ہوں اور جلد از جلد اسے اپنے گھر کی بہو بنانا چاہتا ہوں۔ دیکھو صالح تمہارا دوست ہے اگر تمہیں پھر بھی کوئی شک ہو تو اس کی تفتیش کر سکتے ہو لیکن عنایہ میرے صالح کی ہی بیوی بننی چاہیے۔"

"جبرائیل صاحب آخر میں تھوڑے مان سے بولے تھے۔"

"ذوالنورین کیا تمہیں اس رشتے پر اعتراض ہے؟" ذوالنورین کو اپنی بات کے جواب میں خاموش دیکھ جبرائیل صاحب کو وسوسوں نے گھیرا تھا۔

"انکل ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری عنایہ آپ کے گھر کے علاوہ کہی اور زیادہ خوش نہیں رہ سکتی لیکن انکل کیا صالح کی اس رشتے میں مرضی شامل ہے؟ مطلب انکل میں نہیں چاہتا کہ صالح کسی دباؤ میں یہ رشتہ کرے اور ہاں کرنے سے پہلے میں عنایہ سے بھی اس کی رائے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ہاں کرے گی تو میں رشتہ آگے بڑھاؤں گا۔" ذوالنورین سوچ سمجھ کر بولا تھا۔

"صالح کی تم فکر مت کرو ذوالنورین وہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کے دل کی ہر بات بھی جانتا ہوں۔ ویسے بھی کل رات میں نے اس سے شادی کے متعلق پوچھا تو اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور دوسری بات عنایہ بیٹی کی رائے تم ضرور لینا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہاں کرے گی لیکن اگر وہ انکار کرے تو کوئی دباؤ نہیں بچے۔۔ جس میں تم بچوں کی خوشی ہوگی اسی میں میری خوشی ہوگی۔" جبرائیل صاحب نے ذوالنورین کے کندھے کو تھپتھپا کر کہا تھا۔

"شکریہ انکل مجھے اتنا مان دینے کے لیے یقین جانے اگر یہ رشتہ ہو جائے تو مجھ سے

زیادہ خوش کوئی نہیں ہوگا۔ "ذوالنورین نے مسکراتے ہوئے جبرائیل صاحب کے گلے لگا تھا۔

جبرائیل صاحب کے جانے ذوالنورین کافی دیر گھر کے لان میں ٹہلتا رہا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب سے بات کرنے کے بعد وہ سب سے زیادہ عنایہ کی سکیورٹی کو لے کر فکر مند تھا۔ لیکن اب وہ تھوڑا پر سکون ہو چکا تھا اور یہی سکون اس کے چہرے سے صاف جھلک رہا تھا۔

لان میں ٹہلتے ہوئے اسے بار بار اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ لیکن ارد گرد اسے کوئی مشکوچہ چیز اسے نظر نہیں آرہی تھی۔ اچانک اس نے پلٹ کر ساتھ والی گھر کے اوپری منزل پر بنے کمرے کی ایک کھڑکی کی جانب دیکھا تھا۔ جس کے ہلتے پردے کسی کی موجودگی کی گواہی دے رہے تھے۔

"آخر وہاں کون تھا جو مجھے چھپ چھپ کر دیکھ رہا تھا؟ یہ گھر تو پچھلے دنوں بک رہا تھا۔ تو پھر یہاں ایسا کون آگیا ہے جو میرے پرانے نظر رکھ رہا ہے۔ کہی کوئی دشمن تو نہیں؟"

ذوالنورین کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔ اوپر سے ڈی آئی جی صاحب کی باتیں جو ذہن میں گھوم رہی تھی اس کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے دیوار پر چڑھ کر

دوسری جانب کو دگیا تھا۔

@@@@@@@@@@

چاندی رات میں چمکتا چاند پر اثرار مسکراہٹ لیے چمک رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں ہلکی ہلکی سرگوشیاں کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ تارے تجسس سے ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے کیونکہ ماحول میں چھائی یہ گھمبیر خاموشی ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ وہاں کچھ ناکچھ تو ایسا تھا جو ہر چیز کو ایک الگ احساس بخش رہا تھا۔ محبت کی دیوی اس ماحول میں اپنے پر پھیلائے بس کسی بھی وقت رقص شروع کرنے کو تیار تھی۔ شاید کچھ انوکھا ہونے والا تھا۔

اس جادوئی ماحول میں جلدی سے اپنے کمرے میں کھڑی کے پیچھے ہوتے ڈی جے نے گہرا سانس بھرتے خود سے کوسرزش تھی۔

"اف ڈی جے پاگل ہو گئی تھی۔ ابھی اگر ایس پی سر دیکھ لیتے تو تمہاری کیا عزت رہ جاتی۔ اے میرے ننھے معصوم دل کیوں مجھے بے عزت کروانے پر تولا ہے۔ ویسے جب انہوں نے ایک دم جب اوپر کی طرف دیکھا تھا۔ میرا تو دل ہی بند ہونے کو آگیا تھا۔ ہائے اللہ جی پتہ نہیں میں یہاں رہتے ہوئے انہیں کیسے انگور کرپاؤں گی؟" خود

سے باتیں کرتی ڈی جے کی پریشانی کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ رہی تھی۔ اس لیے اپنے ناخن چبانے لگی تھی۔ پھر سر جھٹک کر کھڑکی سے پیچھے ہٹے اندر کی طرف بڑھی تھی۔ جب اچانک سے اسے اپنے پیچھے سر سراہٹ محسوس ہوئی تھی۔

"کون ہو تم؟ اور کیا مقصد لے کر یہاں آئی ہو؟ سچ سچ بتاؤ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ اور میرے گھر پر نظر کیوں رکھ رہی تھی؟" ڈی جے کو کلائی سے تھامے ذوالنورین نے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

ڈی جے کی کمر بامشکل ذوالنورین کے ساتھ لگنے سے بچی تھی۔ اس کی توجہ جان ہوا ہونے لگی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے دل پسلیوں سے نکل ہتھیلیوں میں دھڑکنے لگا ہوا۔ ماتھے پر گھبراہٹ سے نمی ابھری تھی۔

انہیں دیکھتے محبت کی دیوی نے رقص شروع کیا تھا۔ ساتھ ہی اچانک لیٹ چلی گئی تھی۔ ایسے میں وہاں صرف چاند کی روشنی رہ گئی تھی۔

"شکر ہے لائیٹ چلی گئی۔ اللہ جی بچا لیا، ورنہ ابھی عزت کا فالودہ ہو جانا تھا۔" ڈی جے نے شکر کرتے جلدی سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی۔

"کہاں بھاگنے کی کوشش کر رہی ہو۔ سیدھی کھڑی رہو اور بتاؤ مجھے تم کس کے کہنے پر میری جاسوسی کے ارادہ سے آئیں تھی۔؟" ذوالنورین کے اندر کا ایس پی اس وقت غصہ سے بے قابو ہو رہا تھا۔

ڈی جے نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ ترکیے تھے لیکن لگتا تھا کہ آواز نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"میں نے پوچھا کون ہو تم؟" ذوالنورین نے ایک جھٹکے سے ڈی جے کو اپنی طرف گھمایا تھا۔ جس سے ڈی جے یک دم اس کی جانب مڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ ذوالنورین کے سینے پر جا ٹھہرے تھے۔

اپنی ہتھیلی کے نیچے ذوالنورین کے دھڑکتے دل کو محسوس کرتے ڈی جے سن ہوئی تھی۔ ایسے میں لائیٹ بھی آگئی تھی۔

"آپ؟ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" ڈی جے کا چہرہ دیکھتے، ذوالنورین اسے چھوڑ کر تیزی سے پیچھے ہوتے انتہائی سختی سے بولا تھا۔ جب کہ ڈی جے کا شرمندگی اور شرم سے برا حال تھا۔

"وو۔۔ وہ م۔۔ میں۔۔" ڈی جے کو اپنے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہوتا محسوس ہوا رہا تھا اور بس رونا ہی آئی جا رہا تھا۔

"ڈی جے کھانا لگ گیا ہے۔ آجاؤ نیچے جلدی سے" حمنہ کی آواز نے ماحول میں چھائی معنی خیزی خاموشی کو توڑا تھا۔

"ڈی جے میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ اور ایسے چھپ کر کیوں دیکھ رہی تھی؟" ذوالنورین کے اتنے سٹریٹ فارورڈ انداز میں پوچھے گئے سنیجدہ سوالوں سے ڈی جے کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہوا تھا۔ پھر اپنی بے بسی محسوس کرتے اسے غصہ بھی آنے لگا تھا۔

"وو۔۔ وہ میں بس دو منٹ کے لیے ٹھنڈی ہوا لینے کے لیے باہر بالکونی میں گئی تھی۔ کسی کی جاسوسی کے لیے نہیں گئی تھی ہم لوگ کچھ دن پہلے ہی اس گھر میں شفٹ ہوئے ہیں۔ بی میرے ڈیڈی نے برتھڈے گفٹ دیا ہے اور میں آپ کو چھپ چھپ کر تو نہیں دیکھ رہی تھی۔ ارے وہ تو بس یں ایسے ہی باہر نکلی تو آپ کو وہاں دیکھ کر خیر ان ہو گئی تھی۔ کیونکہ مجھے بھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کا گھر ہے۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ یوں مجھے کسی تنظیم کا حصہ بنادیں گے تو سچی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتی

لیکن اس طرف نادیکھتی "جیسے جیسے ڈی بے کا کنفیڈنس بحال ہو رہا تھا۔ ویسے ویسے اس کی زبان میں تیزی آرہی تھی۔

"تو اگر دیکھ ہی لیا تھا تو پاگلوں کی طرف فضول میں چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں کوئی آدم خور لگتا ہوں جو تمہیں کھا جائے گا۔ کم عقل لڑکی "ذوالنورین اپنے لب بھینچے نیلی آنکھوں میں غصہ لیا، ڈی بے کی اتنی لمبی تقریر کے جواب میں کہا تھا۔ جس پر ڈی بے پر گھڑوں پانی پڑا تھا۔

"اب یہ زیادہ ہو رہا ہے ایس پی سر! آپ کی اسی ڈانٹ کی وجہ سے میں پہلے بھی چھپی تھی۔" ڈی بے کے آنسو کسی بھی وقت پلکوں کی باڑ توڑنے کو تھے۔

جانے کیوں ماحول میں چھایا یہ سحر وقت کے ساتھ ساتھ گہرا کیوں ہو رہا تھا۔ شاید یہ ان دو دیوانوں کی بات چیت کا اثر تھا۔ جس کو ہر چیز بہت دھیان سے سن رہی تھی۔ جو ایک دوسرے کے اور شاید اپنے وجود سے بھی انجان کھڑے بحث کر رہے تھے۔

"ڈرپوک لڑکی میں اب اتنا میں کھڑوس نہیں ہوں۔ خیر چھوڑیں! آپ کو اپنے پڑوس میں دیکھ کر ویسے تو مجھے کوئی خاص خوشی نہیں ہو رہی لیکن پھر بھی خوش آمدید ڈی بے "ذوالنورین بات کو سمیٹے تنکھے لہجے میں خوش آمدید بولا تھا۔ پھر بالکنی کے راستے

"یس! تیمور آغا اسپیکنگ" کراچی کی اس عالی شان کمپنی کے آفس میں بیٹھے تیمور صاحب کام کر رہے تھے۔ جب اچانک ان کے فون کی بیل بجی تھی۔

"ہیلو تیمور انکل کیسے ہیں؟ میں وحید خان بات کر رہا ہوں۔" فون کے دوسری جانب سے وحید کی آواز سنا دی تھی۔

"وحید بچے کیسے ہو؟ آج کیسے یاد کر لیا تم نے اپنی انکل کو؟ اور یہ سناؤ گھر میں سب کیسے ہیں؟" تیمور صاحب کے چہرے پر وحید کا نام سن کر خوشگواریت چھائی تھی۔

"انکل میں بالکل ٹھیک ہوا اور باقی سب بھی ٹھیک ہیں۔ جہاں تک بھولنے کی بات ہے تو وہ آپ تو مت ہی کریں۔ کیونکہ جو خود بہت کچھ بھولا رہے ہوں۔ ان کا مجھ سے گلابنتا نہیں ہے۔" وحید کا لہجہ بہت زو معنی اور عجیب سے تھا۔

"وحید بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔ تم تو جانتے ہو کہ ڈی جے کی ابھی طبیعت نہیں ٹھیک اسی وجہ سے میں تم لوگوں کی شادی میں دیر کر رہا ہوں۔ تم پلیز پریشان مت ہو اور حوصلہ رکھو کہ وہ تمہاری ہی دلہن بنے گی۔" تیمور صاحب شاید اس کی اس ناراضگی کو سمجھ چکے تھے۔ اس لیے اسے پرسکون کرتے بولے تھے۔

"انکل میرے خیال سے ڈی جے کی طبیعت تو پیچھلے ۵ سالوں سے ایسی ہی ہے۔ اور نجانے کب تک وہ ایسی ہی رہی لیکن اب بہت ہوا۔ اب میں ساری زندگی اس کا انتظار نہیں کروں گا۔ آپ نے مجھ سے جو سالوں پہلے وعدہ کیا تھا۔ اب اسے پورا کرنا کا وقت ہو گیا ہے۔ اس لیے بس اب تیاریاں کریں۔ مجھے جلد از جلد اگلے ماہ کے آغاز تک اس سے شادی کرنی ہے اور ہاں آپ کو اسے کیرئیر سے کو لے کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کا داماد بھلے ہی پیشے سے سیاست دان ہو لیکن وہ اتنا کنزرویٹو نہیں ہے کہ شادی کے بعد اپنی بیوی پر پابندی لگا دے اور ہاں ایک اور بات انکل حکم کا اکا بھی بھی میرے ہاتھ میں اس لیے جتنی جلدی ہو سکے اتنی جلدی یہ شادی کروا دیں۔" وحید نے یہ کہتے ہی فون رکھ دیا تھا۔

اس کی بات سے تیمور صاحب کے چہر پر عجیب سے تاثرات بکھرے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے کھڑے اپنے سیکٹری کی جانب دیکھ کر کوئی اشارہ کیا تھا۔ جس کو پاتے ہی ہو وہ سیکٹری ہوا سے دونو گیارہ ہوا تھا۔

اس کے جانے کے بعد تیمور صاحب اٹھ کر کھڑکی کی جانب آئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

نوک کر کے جانا چاہیے۔ یا شاید آپ نے وہ سیکھے ہی نہیں ہیں "ذوالنورین فائل بند کرتے، وہاں کے ماحول کا احساس کرتے سختی سے لب بھینچ کر بولا تھا۔

"بالکل ہیں لیکن وہ کیا ہے ناکہ اپنے دوست کے آفس جانے سے پہلے میں ایسے تکلفات کا خیال نہیں رکھتی "زل ایک ادا سے اپنے بال جھٹکتے وہاں موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

عارف اور واجد نے حیرانی سے اس منہ پھٹ لڑکی کی جانب دیکھا تھا جو کتنی آسانی سے خود کو ان کے لباس کی دوست کہہ رہی تھی۔ ذوالنورین کے غصہ کا گراف تو بس اب کوہ ہمالیہ کی چوٹی کو چھونے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اور یہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں آپ کا دوست ہوں مس زمل؟" ذوالنورین نے دانت پر دانت جماتے پوچھا تھا۔

"میرے دل نے!" یہ کہتے شرم و حیا تو زمل سے دور دور تک ناگزری تھی۔ عارف اور واجد بچارے اس صورتحال پر شرمندہ سے باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔

ذوالنورین کا بس دل چاہ رہا تھا اس بے شرم لڑکی کا قتل کر دے جسے اپنی عزت کا تو

خیال نہیں تھا الٹا اس کے کردار کو بھی بیٹھی مشکوک کر رہی تھی۔

"مس زمل میں عورت کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اسی وجہ کب سے آپ سے شرافت سے بات کر رہا ہوں۔ مجھے مجبور مت کریں کہ میں اپنی تہذیب کو بھول جاؤ۔ دو منٹ ہیں آپ کے پاس یہاں سے اپنی شکل گم کر دیں۔ یہی آپ کے لیے اچھا ہوگا اور ہاں آئندہ میرے سامنے آنے سے گریز کرے گا۔ اور جاتے جاتے باہر جو کانسٹیبل بیٹھا اسے اپنی کمپلین لکھوا جائے گا" ذوالنورین نے پتھریلے لہجے میں اسے شرافت سے باہر کاراستہ دیکھا پاتا تھا۔

"آپ نے میری انسلٹ کی ہے ذوالنورین، یاد رکھیے گا اس کا حساب تو آپ کو چکانا ہی پڑے گا۔ آج آپ نے زمل ملک کی دوستی کو ٹھکرایا ہے۔ لیکن یاد رکھیے گا میرا نام بھی زمل ملک نہیں اگر میں آپ کو مجھ سے شادی کرنے پر مجبور نہ کیا۔" آفس سے باہر نکلتے زمل اس کے دروازہ کو دیکھ کر بڑبڑائی تھی اور بغیر کوئی بھی شکایت درج کروائے بغیر وہاں سے نکلتی گئی تھی۔

[illegible]

شام کے آٹھ بج رہے تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی عنایہ ضبود کو ہوم ورک کروا کر فارغ

ہوئی تھی۔ اب اس کے ساتھ بیٹھی وڈیو گیم کھیل رہی تھی۔ جس وقت ذوالنورین فریش سہ ٹی وی لاونج میں داخل ہوا تھا۔ ذوالنورین کو دیکھتے ضبود فوراً سے اٹھتے اس کی جانب بڑھا تھا اور اس کے گلے لگتے لاڈ سے بولا تھا۔

"بڈی آئی مس یو اینڈ لو یو سو میچ" ضبود کا یوں بے وقت اپنی محبت کا اظہار کا ذوالنورین کی تھکاوٹ ختم کر گیا تھا۔

"بڈی کی جان! بڈی آسو لو یو سو میچ۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے جو آج میرا شہزادہ چپ چپ ہے۔" ذوالنورین ضبود کو گود میں لیتے محبت سے استفسار کرنے لگا تھا۔ عنایہ اٹھ کر ذوالنورین کے لیے پانی لینے گئی تھی۔

"بڈی!۔۔۔۔ مجھے نا اپنی ماما کو دیکھنا ہے۔ وہ نا میرا کلاس فیلو زبیر ہے نا وہ آج سب کو اپنی ماما کی پک دیکھا رہا تھا۔ وہ بہت پیاری تھی بڈی لیکن آپ نے مجھے میری ماما کیوں نہیں دیکھائی بڈی؟ مجھے بھی اپنی ماما کو دیکھنا ہے بڈی پلیز صرف ایک بار" ضبود ذوالنورین کی گردن میں چہرہ چھپاتے افسردگی سے بولا تھا۔

اس ننھے شہزادے کی آنکھوں کی نمی ذوالنورین کو اپنی گردن پر محسوس ہوئی تھی اس نے تڑپ کر ضبود کو سیدھا کیا تھا۔

"ضبود میری جان! میرے بریو بڑی ایسے نہیں روتے، میں وہ بس اس لیے نہیں دیکھائی کہ کہی آپ ان سے ملنے کی ضدنا کرنے لگو۔ آپ جانتے ہیں وہ ہم سے ناراض ہو کر کہی گم ہو گئی ہیں۔ اور اگر آپ ان سے ملنے کی ضد کرتے تو میں انہیں کہاں سے لاتا۔

مگر اب آپ نے انہیں دیکھنا ہے تو پہلے چپ کرو" ذوالنورین نے ضبود کے آنسو صاف کرتے، اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ پھر ضبود کے چہرے پر موجود ماما کی تڑپ دیکھ کر وہ ایک فیصلہ کرتے بولا تھا۔ کیونکہ شاید وہ ننھے شہزادے کا دل توڑنے جیسا عظیم گناہ نہیں کر سکتا تھا

ذوالنورین گہری سانس بھرنے کے بعد اپنے والٹ سے ایک تصویر نکالتے ضبود کے سامنے کرتے ہوئے بولا تھا۔

"یہ دیکھو یہ ہے آپ کی ماما دنیا کی سب سے حسین لڑکی، جو ہنستی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر چیز کھل اٹھی ہے۔ جس کا معصوم چہرے اگلے بندے کو اس سے محبت کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ سراپا محبت ہے ضبود، اس لیے کبھی ان سے یہ سوچ کر نفرت مت کرنا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر کیوں گئی ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات انسان کی خود کی

غلطیاں اس سے اس کی محبت چھین لیتی ہیں۔ "دوحہ کی تصویر کی جانب اپنی ہیزل بلیو آنکھوں سے دیوانہ وار دیکھتے ذوالنورین بول رہا تھا۔ اس کھلکھلاتی تصویر کو دیکھ کر اسے کیا کچھ نایاد آیا تھا۔

"بڑی واؤ میری ماما کتنی پیاری ہیں۔ میں اللہ جی سے اب سے روز دعا کروں گا کہ وہ ضبود کی ماما کو اس کے پاس بھیج دے۔ ضبود انہیں بہت مس کرتا ہے۔ آئی لو یومام " تصویر کو اپنے معصوم ہاتھوں میں لیتے ضبود اس پر بوسہ دیتے معصومیت سے بول رہا تھا۔ اس کی ہر ادا سے ظاہر تھا کہ وہ بچہ ماں کی ممتا پانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

ذوالنورین نے ضبود کو بغیر کچھ کہے اپنے سینے میں بھینچا تھا، دو لوگ ایک ہی شخص کی محبت میں آج رو رہے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ضبود کے آنسوؤں ذوالنورین کے کندھے پر گر رہے تھے اور چٹانوں کی طرح ظاہر مضبوط دکھائی دیتے ذوالنورین کے آنسوؤں دل کی زمین پر گر رہے تھے۔

@@@@@@@@@@

عنایہ جو کب سے ہاتھ میں پانی تھا مے نم آنکھوں سے اپنی زندگی کے دو مضبوط سہاروں کو ایک انسان کے لیے تڑپتا دیکھ رہی تھی، اس کی نفرت اس لمحے دوحہ اور

شادی جیسے رشتے سے مزید بڑھی تھی۔

لیکن پھر وہ اپنے آنسوؤں صاف کرتے آگے بڑھی تھی۔

"ضبود میرے پیارے شہزادے بس بھی کرو دیکھو آپ نے اپنے بابا کو بھی پریشان کر دیا ہے۔" عنایہ نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا تھا۔

"آئم سوری بابا میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔ پکا پرومیس میں اب کبھی آپ سے ماما کو دیکھنے کی ضد نہیں کہوں گا۔" ضبود جلدی سے ذوالنورین کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے معصومیت سے بولا تھا۔

"بڑی کی جان! اتنی سی تکلیف تو کیا بڑی اپنے ضبود کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس لیے یہ سب چھوڑو اور جاو جا کر اپنے ٹوائزز سے کھیلو اب مجھے میرے ضبود کے چہرے پر آنسوؤں بالکل نہیں دکھنے چاہیے۔ از دیٹ کلئیر؟" ذوالنورین نے ضبود کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"ایس بڑی! "ضبود یہ کہتے ہی خود اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ ذوالنورین اپنی چہرے کو حد درجہ تک سپاٹ بناتے، ہلکی سی مسکراہٹ دے کر عنایہ کے ہاتھ سے

پانی پکڑتے پینے لگا تھا۔

"لالا آپ کب تک ایک چھوڑنے والی کا غم منائیں گے؟ آخر وہ ہماری زندگی سے چلی گئی ہے تو آپ اس کی یادوں سے کیوں نہیں جانے دے رہے؟" آج پہلی بار عنایہ نے اس موضوع پر ذوالنورین کے سامنے سوال اٹھایا تھا۔

"عنایہ گڑیا کس کی بات کر رہی ہو میں سمجھا نہیں؟ خیر چھوڑو ادھر بیٹھو مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" ذوالنورین بہت آسانی سے بات کو بدلتے اسے اپنے پاس بیٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"لالا اگر آپ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تو ٹھیک ہے مت کریں لیکن اب آئینہ ایسے غمزہ مت ہوا کریں کیونکہ آپ کو کمزور پڑتے دیکھ میں خود بھی بہت کمزور ہو جاتی ہوں۔" عنایہ ذوالنورین کے گلے لگتے نم آنکھوں سے بولی تھی۔

"میری پیاری گڑیا!" عنایہ کی محبت پر ذوالنورین نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ پھر بات شروع کرنے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈنے لگا تھا۔

"عنایہ جانتی ہو میرے آنے کے تیرہ سال بعد جب تم ماما بابا کی گود میں آئی تھی تو سب

سے زیادہ خوش اس وقت میں ہوا تھا کیونکہ آخر مجھے بھی کھیلنے کے لیے گڑیا مل گئی تھی۔ جس کے ہنسے، رونے کھیلنے کوندے کے ساتھ میں نے بھی ہنسارونا کھیلنا کودنا شروع کر دیا تھا۔ جو میری جان بن گئی تھی جب تک سکول سے آکر میں اسے دیکھ نہیں لیتا تھا مجھے سکون نہیں ملتا تھا۔ جانتی ہو پھر جب ماما بابا کا ایکسیڈنٹ ہوا تو میں بہت ٹوٹ گیا تھا تم محظ اس وقت پانچ سال کی تھی اور تمہیں سنبھالنے کی لیے بھی کوئی نا تھا۔ سب نے ہمارے سر سے ہاتھ اٹھایا تھا۔ بیمار دادی کے علاوہ صرف ایک چاچو تھے جو خود بھی اپنے کام میں اور بیٹی دونوں کا خیال کرنے کے ساتھ ہمارا حال چال دریافت کر لیا کرتے تھے۔ ایسے میں وہ اٹھارہ سالہ ذوالنورین جو ماں باپ کی جدائی پر تنہا اور ٹوٹا سا تھا اس کے لیے تمہارا وجود زندگی کی طرف واپس آنے کا سبب بنا تھا۔

پھر تم میرا لیے محظ ایک گڑیا نہیں بلکہ میری بیٹی بن گئی۔ جس کا خیال رکھنا ذوالنورین پر فرض کر دیا گیا تھا۔ اور یہ فرض ذوالنورین کو دل و جان سے قبول تھا۔ اس لیے عنایہ گڑیا آج جو بھی بات میں تم سے بات کرنے والا اس کے جواب دیتے وقت مجھے اپنا بھائی سمجھتے جھجھکنا نہیں بلکہ ایک باپ اور ماں کی حیثیت دیتے کھل کر اظہار کرنا۔ "ذوالنورین نے بات کے دوران رک کر عنایہ کی طرف دیکھا تھا۔ جو دھیان سے اس کی

بات سن رہی تھی۔

پھر اپنی بات جاری رکھتے بولا

"عناہ جبرائیل انکل چاہتے ہیں کہ تمہاری اور صالح کی شادی کر دی جائے۔ مجھے بھی اس رشتے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں ان کو ہاں کرنے سے پہلے تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔ میرا بچہ کیا تم اس رشتے کے لیے راضی ہو؟" ذوالنورین نے بغیر بات کو گھمائے سیدھا سوال کیا تھا۔

عناہ تو اچانک اس بغیر متوقع بات پر گم سم سی رہ گئی تھی۔
 "لالا یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ شادی وہ صالح لالا سے۔۔۔ نہیں نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے ویسے بھی مجھے کبھی شادی نہیں کرنی لالا پلیرز!" عناہ نے جلدی سے نفی میں سر ہلاتے جواب دیا تھا۔ اس کا دل انجانے خوف سے لرزنے لگا تھا۔

"عناہ گڑیا تو اس میں کوئی قباحت والی بات ہے۔ کسی ناکسی تو نے ایک شادی کرنی ہی ہے۔۔ تو کیا اچھا ہو کہ وہ شخص صالح ہو اور پھر صالح کو بھی اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے چننا" ذوالنورین عناہ کی ڈر کو فطری شرم و جھجک سمجھ رہا تھا لیکن یہ کوئی نہیں

جانتا تھا کہ اس کے سینے میں تو اور ہی ڈر و سو سے پنپ رہے تھے۔

"مگر لا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے ابھی صرف پڑھنا ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہے۔ آپ پلیز جبرائیل انکل کو منع کر دیں میں یہ شادی ہر گز نہیں کروں گی۔" عنایہ یک دم غصہ سے بولتی اپنی کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی۔ ذوالنورین کے لیے اس کا رد عمل بہت غیر یقینی تھا۔ اس نے سوچا نہیں تھا کہ اس کی معصوم بہن، اس کی ناکام شادی کا خود پر اس حد تک اثر لے چکی ہو گی۔

ایک بچے کی نفسیات پر سب سے زیادہ اثر اس کے گھر والوں کا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز سب سے پہلے اپنے گھر سے سیکھتا ہے۔ گھر والوں کی زندگی اس بچے پر بہت اثر کرتی ہے۔ لیکن ہم انسان اس بات کو سمجھتے نہیں ہے۔ اور بچے کے سامنے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ چیز اس بچے کی زندگی تباہ کر دیتی ہے۔ جیسے اب ذوالنورین کی ناکام محبت کی کہانی نے عنایہ کو اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ وہ بیس سالہ لڑکی شادی کے نام سے خوف کھانے لگی تھی۔

@@@@@@@@@@

ذوالنورین تم اب یہ چھوٹے بچوں کو اکیڈمی پڑھانا بند کر دو اور میرے ساتھ بزنس سنبھالو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کی شادی ایک دو ٹکے کے ٹیچر سے ہو اور پھر وہ ساری زندگی اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تڑپتی رہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس دفعہ کراچی میں ہونے والی ڈیل کو تم جا کر ہینڈل کرو گے۔ سوتیلیاری کرو جانے کی اور ہاں عنایہ کی فکر مت کرو، تمہاری غیر موجودگی میں وہ یہاں بھی سکون سے رہ سکتی ہے۔" اس وقت دوحہ کے اس عالی شان گھر کے سٹڈی روم میں ذوالنورین تیمور صاحب کی سامنے والی کرسی پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جب کہ تیمور صاحب حقارت سے بھرپور لہجے میں ذوالنورین کو حکم دے رہے تھے۔

ان کے بات پر ذوالنورین کو بے تحاشہ بے عزت کا احساس ہوا تھا۔

"چاچو ٹیچر ہونا بری بات تو نہیں ہے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں میں بہت جلد سی ایس ایس کی تیاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں وہ پاس کر لوں گا اور پولیس کی نوکری لگنے کے بعد میں دوحہ کو ہر اچھی خوشی دینے کی کوشش کروں گا۔ اس لیے پلیز اپ مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ میں بزنس نہیں کرنا چاہتا چاچو" ذوالنورین نے لب بھینچتے ہلکا سا احتجاج بلند کیا تھا۔

"ہمم کردی نا اپنے باپ جیسے مڈل کلاس لوگوں والی باتیں، جانتے ہوا اگر برسوں پہلے وہ میرے ساتھ بزنس شروع کر دیتا تو آج کامیابی کی منزلوں پر ہوتا پر پتہ نہیں بڑے بھائی صاحب کو پولیس کی نوکری میں ایسا کیا نظر آ گیا تھا جو وہ اپنی ضد پر اڑ گئے تھے۔ پر پھر اسی نوکری کی وجہ سے ان کے دشمنوں نے انہیں اور ان کی بیوی کو قتل کر دیا۔ کیا فائدہ ہوا اس نوکری کا خود بھی جان سے گئے اور تم لوگوں کو بھی درد کی ٹھوکروں کے لیے چھوڑ دیا۔ اور اب میں نہیں چاہتا کہ ایسی دو ٹکے کی نوکری کی وجہ سے میری ناز و پلی دوحہ مشکلات جھیلے اس لیے جو بھی ہو تمہیں یہ بزنس جوائن کرنا ہی کرنا ہے۔ اس لیے جاو اور جانے کی تیاری کرو۔ ورنہ بھول جانا کہ میں کبھی دوحہ کی رخصتی کروں گا۔"

تیمور صاحب کا لہجہ بہت اکھڑا اور بے حس تھا۔ ان کا لہجہ سامنے بیٹھے ذوالنورین کے دل پر لگے زخموں پر نمک چھڑکتا محسوس رہا تھا۔

"اوکے چاچو" ذوالنورین سختی سے خود کو کچھ کہنے سے باز رکھتے سرخی مائل آنکھیں لیے باہر کی جانب آیا تھا۔ نہیں تو جو چوٹ تیمور صاحب نے آج اس کی مردانہ انا پر لگائی تھی اس کے بعد ذوالنورین کے لیے وہاں بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"ضرار! بابا نے کس لیے بلایا تھا؟" دوحہ جو بے چینی سے ذوالنورین کے باہر آنے کا

انتظار کر رہی تھی، جلدی سے آگے بڑھتے بولی تھی۔

"کچھ خاص نہیں بس وہ انکل چاہتے ہیں کہ اب میں ان کے بزنس میں ہاتھ بڑھانا شروع کرو اور اگلی کراچی میں ہونے والی ڈیل میں سائن کرنے جاؤں تو بس اسی کے سلسلے میں بلایا تھا۔" ذوالنورین اپنے اندر ہوتی ہلچل پر قابو پاتے، نارمل لہجے میں بولا تھا۔

اس کے چہرے پر اب بھی دوحہ سے بات کرتے وہی محبت اور شدت کے تاثرات تھے جو پہلے ہوتے تھے۔ چند لمحے پہلے ہونے والی گفتگو نے اسے متاثر نہیں ہونے دیا تھا۔ "تو کیا آپ کراچی جا رہے ہیں؟" دوحہ کو افسردگی ہوئی تھی۔ ویسے بھی بچپن سے اب تک اسے کبھی ذوالنورین سے الگ نہیں ہونا پڑا تھا، اب اس کے جانے کا سن کر دوحہ کے چہرے پر افسردگی چھائی تھی۔

"ہمم لیکن جانناں تم کیوں پریشاں ہو رہی ہو۔ کچھ دنوں کی تو بات ہے پھر تو میں واپس آ ہی جاؤں گا۔ چلو اب پریشان مت ہو اور سٹی کرو جا کر میں چاہتا ہو میری دوحہ بہترین نمبر لے کے میڈیکل کالج میں داخلہ لے اور دنیا کی سب سے بہترین ہارٹ اسپیشلسٹ بننے ٹھیک ہے نا" ذوالنورین دوحہ کے سر کو ہلکے ہلکے سے تھپتھپا کر بولا تھا۔ جس سے

دوحہ کو حوصلہ تو وہاں تھا لیکن پھر بھی اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔

ذوالنورین دوحہ کے مان جانے پر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے وہاں سے چل دیا ہے۔
جبکہ دوحہ کی غم آنکھوں نے دور تک ذوالنورین کو اپنی نظروں کے حصار میں رکھا تھا۔

@@@@@@@@@@

سورج کی اگتی کرنیں ایک اور نئے دن کے آغاز کا پیغام لے کر آئیں تھی۔ لیکن پھر بھی اتوار ہونے کے سبب کچھ لوگ بستروں میں پڑے تھے اور جبکہ لڑکیاں اپنے گھروں کی صفائی میں جت گئی تھی۔ ایسے میں عنایہ جو کل رات سے اپنا غصہ اور فرسٹریشن نکلنے کا طریقہ ڈھونڈ رہی تھی، صبح ہوتے ہی ملازمہ کے ساتھ مل کر پورے مینشن کی صفائیاں کرنے لگی تھی۔

ڈوپٹہ کمر کے گرد باندھے بالوں کا جوڑا بنائے ہاتھ میں وائپر پکڑے عنایہ فرش سے پانی صاف کرنے کے ساتھ ساتھ بڑبڑا بھی رہی تھی۔

"صالح لالا میرے لیے رشتہ کیسے بھیج سکتے ہیں؟ آخر میں ان کی سب سے پیاری دوست + بہن تھی جو ان سے اپنے دل کی ہر بات سنیر کرتی تھی اور تو اور انہیں تو یہ

بھی پتہ تھا کہ مجھے شادی سے کتنی نفرت ہے۔ پھر بھی انہوں نے رشتہ بھیجا دیا۔ ایسا کر کے انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ ان کی وجہ سے کل میں نے بھائی سے بد تمیزی بھی کی، میں انہیں بالکل بھی معاف نہیں کروں گی "وہ عجیب ہی کوئی مخلوق تھی۔ مطلب عام لڑکیوں کی طرح بیڈ پر گر کر رونے کی بجائے وہ گھر کے چپے چپے کور گڑ گڑ کر صاف کرتے اپنا غصہ نکال رہی تھی۔

پر بڑے کہتے ہیں زیادہ غصہ انسان کی صحت کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ اور ایسا ہی عنایہ کے ساتھ ہوا تھا کہ اپنے خیالوں میں مگن عنایہ کا پاؤں گیلّا فرش ہونے کی وجہ سے پھسلا تھا اور اس سے پہلے کے وہ فرش پر گرتی اور اپنی ہڈی پسلی توڑ بیٹھتی، صالح نے اس کا ہاتھ پکڑتے تیزی سے اسے سنبھالا تھا۔

"اوہ شکر ہے صالح لالا آپ نے مجھے بچا یا لیا ورنہ آج تو ہڈی پسلی ٹوٹ ہی جانی تھی۔" یہ الفاظ بہت ہی بے ساختگی سے عنایہ کے منہ سے نکلے تھے۔ لیکن جلد ہی صالح کی پر شوق نظریں خود پر دیکھ کر وہ تیزی سے کھڑی ہوئی تھی اور اپنے ڈوپٹہ کو کھول کر اپنے گرد لپیتی غصہ بھری نظروں سے صالح کو دیکھنے لگی تھی۔

"کس لیے آئے ہیں یہاں؟" عنایہ نے اکھڑ لہجے میں پوچھا تھا۔

"کیوں بھی پر نسز ایسے کیوں پوچھ رہی ہو۔ پہلی بار تھوڑی نا آیا ہوں۔ اس سے پہلے بھی آتا ہی رہا ہوں۔ اور ویسے بھی ذوالنورین نے فون کیا تھا تو بس اسی لیے چلا آیا۔" صالح عنایہ کے لہجے کو اگنور کرتے مسکرا کر بولا تھا۔ کیونکہ اسے اچھا طرح انداز تھا کہ آج کل ان کی شادی کی جو باتیں گردش ایام میں ہے ان کو سن کر پہلار د عمل وہ یہی دے گا۔

"تو بھائی اوپر ہے ناسیدھا ادھر جائیں۔ (یہاں کیوں کھڑے ہو کر مجھے گھور کیوں رہیں ہیں)۔" عنایہ صالح کے پر سکون لہجے پر چڑتے آخر میں بڑی بڑائی تھی۔

روٹھی روٹھی سی عنایہ صالح کو بہت کیوٹ لگی تھی۔ اسی لیے زیر لب مسکرایا تھا۔

"اوکے پھر تم یاد سے دو کپ چائے اوپر ذوالنورین کے کمرے میں بھیجا دینا" صالح جانب بوجھ کر عنایہ کو چائے کا بول کر گیا تھا۔ کیونکہ چڑی ہوئی عنایہ کو چڑانے میں اسے مزہ آرہا تھا۔

"ہمم ایسے حکم دے کر گئے ہیں جیسے میں ان کی نو کر لگی ہوں۔" پاؤں پٹکتی عنایہ واپس رکھتی جلدی سے منہ دھونے کے بعد من مارتے چائے بنانے کیچن بھی گھسی تھی۔ اب گھر آئے مہمان کی عزت کرنا تو بنتی ہی تھی۔

@@@@@@@@@@

"ذوالنورین شکر کر میرے یار تیرا یہ جگر بہت بڑی بلا سے بچ کر آیا ہے۔ مجھے تو لگا تھا کہ بس آج میرا تو کام تمام ہوا۔ کیونکہ جس قدر عنایہ غصہ میں تھی کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ وہ کب میرا سر پھاڑ دے۔" صالح ذوالنورین کے بیڈ پر گرتے مصنوعی انداز میں شکر کرتے بولا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ لگتا ہے صبح صبح تمہارا دماغ ہل گیا ہے۔" ذوالنورین جو سامنے شیشے میں اپنے بال سنوار رہا تھا۔ صالح کی بے تکی بات پر بولا تھا۔

"ہائے ربا کہاں پر دل کا معاملہ لٹکا دیا ہے۔ بہن الگ سے پھولن دیوی بنی ہوئی ہے اور بھائی تو بس کسی بھی وقت بم کی طرح بھٹ سکتا ہے۔ اب تو، تو ہی اپنے اس صالح کو بچا سکتا تھا۔" صالح کی ایکٹنگ عروج پر تھی۔

"بکواس بند کرو صالح یہاں میں پریشان ہوں اور وہاں تجھے فضول باتیں سوچھ رہی ہیں۔ صرف تیری وجہ سے میں نے ابھی تک جبرائیل انکل کو رشتے پر انکار نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے تجھ پر یقین ہے کہ تو میری بہن کو مجھ سے زیادہ خوش رکھ سکتا ہے اور تو ہی ہے جو اسے نارمل لڑکیوں کی طرح زندگی گزارنے کی جانب لا سکتا ہے۔ لیکن اگر

تیری یہی حرکتیں رہی تو سوچ لے میں ابھی جابر ایل انکل کو انکار کر دوں گا۔"

ذوالنورین کے سنجیدگی سے دھمکی دینے پر صالح کی ساری ایکٹنگ ہوا ہوئی تھی۔

"او کے اب میں خاموش ہوں۔ تم یہاں بیٹھو اور بتاؤ کہ اب کیا کرنا ہے کیونکہ عنایہ کے آج والے رویہ سے مجھے اس کے جواب کا اچھے سے اندازہ ہو گیا ہے۔" صالح بھی انسانوں والی حالت میں لوٹے ذوالنورین کو لے کر باہر بالکونی میں پڑی کرسیوں پر آتے استفسار کرنے لگا۔

"مجھے صرف اس بات کے سوا کچھ نہیں پتہ کہ مجھے اپنی بہن کو خوش دیکھنا ہے۔ اور کسی بھی حالت میں دیکھنا ہے۔ میں اپنی وجہ سے اس کی زندگی خراب نہیں ہونے دے سکتا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ اسے زندگی کی طرف لانے کے لیے یہ رشتہ بہترین حل ہے۔

پروہ ماننے کو تیار نہیں" ذوالنورین رینگ پر ہاتھ رکھتے دور خلاؤں میں دیکھتے سپاٹ چہرے کے ساتھ بول رہا تھا۔ ہر گزرتا لمحہ اسے ایک سخت پتھر کی مورتی میں بدل رہا تھا۔

"ذوالنورین اگر تیری اجازت ہو تو کیا میں ایک بار عنایہ سے بات کر کے دیکھو۔ دیکھو غلط مت سمجھنا بس میں اسے قائل کرنے کی ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں۔" صالح نے

ڈرتے ڈرتے دل کی بات کہی تھی۔

اس کی بات پر ذوالنورین نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"دیکھ اگر تو نہیں چاہتا تو ہم کوئی اور راستہ ڈھونڈ لیں گے لیکن تو پلیز میری بات پر غصہ مت ہونا۔ میں کوئی غلط نیت کے ساتھ نہیں بول رہا۔" ذوالنورین کی پراثر خاموشی نے بچارے صالح کے سانس سکھا دیے تھے۔ اسے زندگی میں سب سے زیادہ اپنی دوستی عزیز تھی وہ کسی بھی طرح اس پر آنچ نہیں آنے دے سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے آج رات جبرائیل انکل صاحب کے ساتھ یہاں باقاعدہ رشتہ لے کر آنا۔ پھر تجھے دس منٹ دوں گا۔ اگر تو اسے قائل کر سکا تو میرا وعدہ ہے کہ آنے والے دوسرے ہفتے عنایہ آغا سے میری بہن عنایہ صالح کمال تک کا سفر تہہ کر لے گی۔" ذوالنورین نے صالح کی آنکھوں میں سچی محبت کے رنگوں کے ساتھ اپنی بہن کے لیے بے تحاشہ عزت کے جذبات دیکھتے صالح کو زندگی کی نوید سنائی تھی۔

"تھینکیو سو میچ لالے تو جانتا نہیں ہے آج تو نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے" صالح جو پہلے چہرے سے بھلے ہی غیر سنجیدہ لگ رہا تھا۔ لیکن آج یہاں آتے ہوئے، زندگی میں پہلی بار وہ نروس ہوا تھا۔ اس کی خوشی کی تو کوئی انتہا نہیں تھی۔

@@@@@@@@@@

"بڈی! عنایہ آپنی میرے ساتھ بیٹ بول نہیں کھیل رہی۔ انہیں پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔ وہ مجھے بلا بھی نہیں رہی۔" آنکھوں میں آنسوؤں اور ہاتھ میں بلا پکڑے ضبود ذوالنورین کے پاس آیا تھا۔ جو اس وقت سٹڈی روم میں بیٹھا اپنے کیس کے متعلق فائل پڑھ رہا تھا۔

"بڈی کی جان! وہ عنایہ گڑیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے ان کا موڈ بھی اچھا نہیں ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں ضبود کا بڈی آج اس کے ساتھ بیٹ بول کھیلے گا۔" فائل بند کرتے ذوالنورین مکمل طور پر ضبود کی جانب متوجہ ہوا تھا اور اس کے آنسوؤں صاف کرتے وہ اسے اپنی گود میں لیتے محبت سے بولا تھا۔

"سچی بڈی! چلیں پھر باہر چلتے ہیں نا" ضبود جلدی سے آنسوؤں صاف کرتے پر جوش لہجے میں بولا تھا اور ذوالنورین کو لے کر باہر لان میں آگیا تھا۔

ذوالنورین بالر اور ضبود بیٹس مین، جبکہ گھر کا کوک ایمپائر کا کام سرانجام دے رہا تھا اور مالی بابا باؤنڈری لائن پر کھڑے تھے۔ میچ شروع ہو گیا تھا اور ضبود صاحب ہر بال پر شاہد آفریدی بنے چوکے لگا رہا تھا۔

"یہ فور!!" یہ اور بات تھی کہ ذوالنورین کے اشارہ پر ہر بار مالی بابا چپکے سے بال کو خود باونڈری کی طرف دھکیل دیتے تھے۔

ضبود کو کھلکھلاتا دیکھ ذوالنورین کے سپاٹ چہرے پر ایک اطمینانیت کی لہر دیکھائی دے رہی تھی۔

آخری اپنی ہاف سینچری کرنے کے بعد ہمارے شاہد آفریدی آوٹ ہو گئے تھے۔ اور اب باری تھی ہمارے ایس پی صاحب کی جو بیٹ پکڑے تیار کھڑے تھے۔

لیکن یہ کیا بھی بالر کی پہلی بال پر ذوالنورین نے چھکا مارا تھا اور یہ بال اڑتی ہوئی سامنے والے گھر کی کھڑکی توڑتے اندر گئی تھی۔ ضبود کا منہ صدمہ سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ جبکہ ذوالنورین جس کو خود امید نہیں تھی کہ بول اتنی زور سے ہٹ ہو جائے گی وہ بھی ضبود کی طرح حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"مالی بابا آپ جائیں ضبود کے ساتھ اور گیند لے کر آئیں۔ ان سے کہہ دیجئے گا کہ غلطی سے آئی ہے اور ہاں اس کا ہر جانہ بھر آئے گا۔" ذوالنورین مالی بابا کو پیسے دیتے بولے تھے۔

"بڈی جس نے پھینکا ہے وہی لے کر آئے گا۔ یہ رول ہے اب میں تو نہیں جاؤں گا۔
 بلکہ آپ کو خود ہی جانا ہو گا۔" ضبود جلدی سے ہاتھ کھڑے کرتے بولا تھا۔ ذوالنورین
 نے اسے چھوٹی آنکھیں کر کے گھورا تھا۔

پر سامنے والا بھی ضبود تھا۔ جو ذوالنورین کی نظروں کا اثر لیے بغیر چہرہ پھیرے کھڑا
 تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان میں فیصلہ ہوتا کہ کون جائے گا ساتھ والے گھر کی دیوار
 سے حمنہ منہ نکالتے چیخی تھی۔

"یہ کونسا عمران خان ہمارے گھر کے ساتھ رہتا ہے جس نے میرے گھر کا شیشہ توڑنے
 کی ہمت کی ہے؟" حمنہ جو اندھا دھند چیخی تھی۔ سامنے ضبود اور ذوالنورین کو دیکھ کر
 خیران ہو گئی تھی۔

"حمنہ عینی!! آپ وہاں کیا کر رہی ہیں کیا اپ ادھر مہمان آئی ہیں۔؟ تو پھر ہمارے گھر
 کیوں نہیں آئی؟ کیا ڈی جے دوست بھی آئی ہے؟" ضبود حمنہ کو دیکھتے تیزی سے دیوار
 کے پاس ہوتے بولا تھا۔ اس کی خوشی دیکھ کر حمنہ کا دھیان گیند سے ہٹ کر اس کی
 جانب ہوا تھا۔

"اٹم سوری حمنہ وہ ایکچولی میری وجہ سے گیند ادھر گئی تھی۔ پر آپ فکر مت کریں میں

نقصان بھرنے کو تیار ہوں۔ "ذوالنورینِ حمنہ کے بولنے سے پہلے معذرت کرتے بولا تھا۔

"اُس او کے ذوالنورین سر! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے حیرت کی بات ہے ہم لوگ کتنے دنوں سے پڑوسی ہیں لیکن ابھی تک یہی نہیں جانتے خیر چھوٹے شہزادے ہم یہاں پر مہمان نہیں آئے بلکہ ہم کچھ دن پہلے ہی شفٹ ہوئے ہیں اور یہ جو گیند آپ نے پھینکی تھی یہ ابھی ڈی جے کے میوزک روم میں گئی تھی۔ شکر ہے وہ وہاں نہیں تھی نہیں تو ابھی اسے چوٹ لگ جانی تھی۔" حمنہ نے ذوالنورین کو جواب دینے کے بعد ضبود کو جواب دیا تھا۔

"سوری فارگیٹ حمنہ! آئی ریلی ڈونٹ مینٹ ڈیٹ۔۔۔ خیر خوش آمدید ہمارے پڑوس میں، جب فارغ وقت ہو تو ضرور آئے گا۔" ذوالنورین نے سنجیدگی سے ایک بار پھر سے معذرت کرتے اخلاقیات نبھائی تھی۔

"حمنہ آپ اپنی ابھی ڈی جے کو لے کر یہاں آجائیں نا ہم بڑی کے ساتھ بیٹ بول کھیلیں گے بہت مزہ آئے گا۔ پلیز آپ! "ضبود صاحب تو ابھی کی ضد کرنے لگی تھے۔ اس کی بات پر حمنہ نے کچھ سوچ کر سر ہلایا تھا اور اندر کی جانب ڈی جے کو لینے چل پڑی

تھی۔ جبکہ ضبودان کے آنے سے خوش ہو گیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @

کچھ دیر بعد ڈی جے اور حمنہ بھی وہاں موجود تھی۔ ان کو دیکھ کر عنایہ بھی باہر آگئی تھی۔ ان کی آمد نے عنایہ کے موڈ پر بھی اچھا اثر ڈالا تھا۔ لیکن ان کے آنے کے بعد ذوالنورین اپنے کام کی وجہ سے اندر چلا گیا تھا۔ باقی لوگ کچھ دیر مزید کھیلتے رہے تھے۔ ذوالنورین نے بعد میں انہیں رات کے کھانے پر روک لیا تھا۔

"عنایہ یار لاو میں بھی تمہاری مدد کروادیتی ہوں۔ باہر بیٹھی تو میں بورہی ہو رہی تھی۔" حمنہ کیچن میں عنایہ کے پاس آتے ہوئے بولی تھی۔ ڈی جے بھی اسی کے ساتھ پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔

"نہیں نہیں اچھا نہیں لگتا حمنہ آپی آپ لوگ باہر بیٹھیں نامیرے ساتھ رضیہ ہے کام کروانے کے لیے" عنایہ نے فوراً انہیں منع کرتے اپنے ساتھ کام کرتی رضیہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"بس بھی کرو عنایہ یار! اب اتنا تکلف اچھا نہیں ہوتا۔ ویسے بھی ذوالنورین سربتار ہے

تھے کہ رات کو جبرائیل انکل کی فیملی آرہی ہے۔ تو ایسے میں تم اتنا کام اکیلی کرو گی تو تھک جاو گی لاؤ مجھے مدد کرنے دو۔ "حنہ زبردستی خود اس کے ہاتھ سے سبزی لیتی بنانے لگی تھی۔

"عنایہ فکر مت کرو حنہ آپ کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔ میں تو ان کی فین ہوں۔ لیکن سوری یار مجھے کوئی کام نہیں آتا۔ پرہاں میں یہاں تم لوگوں کو کمپنی ضرور دے سکتی ہوں۔" ڈی جے بھی حنہ کی حمایت کرتی وہاں پر موجود کرسی پر بیٹھتے بولی تھی۔

"میری مدد کروانے کے لیے، آپ دونوں کا بہت شکریہ۔ ڈی جے اگر آپ برانا مانے تو کیا آپ بھائی کو کافی دے آئیں گی۔ وہ ابھی کہہ کر گئے تھے۔" عنایہ ڈی جے کی بات پر شکریہ ادا کرتے، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف کافی کا گگ بڑھاتے ہوئے بولی تھی۔ جس پر ڈی جے نے جھجک کر مرتے کیا نا کرتے کے مصداق پکڑ لیا تھا۔ اور عنایہ کے بتائے ہوئے کمرے کی جانب چل دی تھی۔

@@@@@@@@@@

ڈی جے دھڑکتے دل کے ساتھ دوسری منزل پر بنے اس کمرے کے باہر آگئی تھی۔ جس کی طرف عنایہ نے اشارہ کیا تھا۔ پھر دروازے پر دستک دیتے، کسی کے بولنے کا

انتظار کرنے لگی تھی۔

پرایک بار، دوبار، تین بار دستک دینے پر بھی کوئی جواب نہیں ملا تو ڈی جے دھیرے سے دروازہ کھولتے اندر بڑھی تھی۔ بلیک اور گرے رنگ کے امتزاج سے سجاوہ کمرہ انتہائی خوبصورت تھا۔ جس کی چھت کے ساتھ ایک نایاب اور بیش قیمتی جھومر لٹکا تھا، سامنے والی دیوار کے ساتھ کیننگ سائز بیڈ پڑا تھا۔ جس کے ارد گرد موجود سائڈ ٹیبل پر خوبصورت سے لیمپ پڑے تھے۔ زمین پر نیاب قسم کا گرے رنگ کاریگ بچھا ہوا تھا۔ وہاں موجود تمام فرنیچر بلیک رنگ کا تھا لیکن دیواروں اور کمرے کی پردوں کا رنگ گرے تھا۔ بائیں دیوار کے ساتھ بالکونی تھی۔ جس کے آگے صوفہ پڑا تھا۔ جبکہ دائیں دیوار کے ساتھ ڈریسنگ ٹیبل تھا۔ جس کے کچھ فاصلہ پر ایک دروازہ بنا تھا جو شاید ڈریسنگ روم کا تھا۔

وہ کمرہ اپنے مالک کی طرح بہت پر اثر اور مسحور کن تھا۔ ڈی جی وہاں پر موجود ذوالنورین کی خوشبو کے حصار میں قید ہو کر یہ تک بھول گئی تھی کہ وہ یہاں کرنے کیا آئی ہے؟

"ٹھیک ہے ڈی آئی جی سر! میں پھر کل آپ سے اکرملتا ہوں اللہ حافظ" اتنے میں

ذوالنورین جو شاید بالکونی میں کھڑا ڈی آئی جی سے بات کر رہا تھا۔ فون بند کرتے اندر کمرے میں آیا تھا۔

"ایس پی سر عنایہ نے کافی بھیجی ہے" ڈی جے جلدی سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

"یہ کافی لے کر آپ کیوں آئی ہیں؟ اس گھر میں آپ یہاں صرف مہمان ہیں۔ اس لیے مہمانوں کی طرح رہیے، آپ کو یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ڈی جے سے کافی کا کپ پکڑتے ذوالنورین اسے سامنے ٹیبل پر رکھتے سپاٹ چہرے سے بولا تھا۔

ڈی جے کو اس وقت وہ سفید شرٹ اور براؤن ٹراؤزر میں ملبوس ہیزل بلیو آنکھوں والا وہ سخت ترین ظالم جادو گر لگا تھا۔ جس کا سحر اگر کسی شخص کو اپنے قابو میں کرتا تھا تو اس کا انداز اور اس کے تلخ الفاظ اگلے شخص میں ڈر اور خوف پیدا کرنے کے ساتھ اسے تکلیف بھی دیتے تھے۔

"وو۔۔۔ وہ ائم سوری ایس پی سر!" ڈی جے کو جانے کیوں رونا آیا تھا لیکن سختی سے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے بولی تھی۔ لیکن شاید آنسوؤں نے نکلنے کی قسم کھالی تھی اس لیے وہ پلکوں کی باڑ توڑنے کو بے قرار ہوئے تو ڈی جے نے واپسی کے لیے قدم اٹھائے تھے۔ پھر پاؤں ریگ میں الجھنے سے نیچے گرنے لگی تھی۔ کہ ذوالنورین نے بے ساختہ

اس کی کمر میں ہاتھ رکھتے اسے گرنے سے بچایا تھا۔

یہ ایک بے ساختہ عمل تھا جو ذوالنورین سے سرزد ہوا تھا۔ لیکن جانے ایسے لگا تھا کہ کائنات کی ہر چیز کچھ لمحوں کے لیے روک دی گئی ہو۔۔۔۔

@@@@@@

اس جادوئی ماحول میں ڈی جے کے دھڑکتے دل کے سوا، اور کسی چیز کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ذوالنورین کو ڈی جے کی قربت میں عجیب سے احساس نے گھیر لیا تھا۔ اس لیے فوراً اسے ڈی جے کو چھوڑتے پیچھا ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مس ڈی جے السلام نے یہ آپ کو اتنی بڑی بڑی آنکھیں دیکھنے کے لیے دی ہیں۔ اس لیے تھوڑا سا ان کا استعمال کرنا سیکھیں۔ ورنہ اگلی زمین پر گری ہو گئی۔" نجانے کس کس چیز کا غصہ ذوالنورین ڈی جے پر نکالتے تلخ لہجے میں بولا تھا۔

ڈی جے جو ذوالنورین کے چھوڑنے کے بعد بڑی مشکل سے خود کو گرنے سے بچا پائی تھی۔ ذوالنورین کے تلخ الفاظ سنتی اپنے آنسوؤں ضبط کرتے باہر کی جانب بڑھی تھی۔ جب دوسری جانب چہرہ کر کے کھڑے ذوالنورین نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا تھا۔

"مس ڈی جے عورت کی عزت بہت نازک ہوتی ہے۔ اس لیے اُسے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔ ہر مرد فرشتہ نہیں ہوتا۔ اس لیے آئندہ کے بعد کسی غیر مرد کے کمرے میں قدم رکھنے سے پہلے سو بار سوچیے گا۔" ذوالنورین کی سنجیدہ آواز میں کی گئی بات نے ڈی جے کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال دیا تھا۔

کمرے سے نکلتے اس کا دل کیا تھا کہ وہ بھاگ کر اپنے گھر چلی جائیں لیکن پھر حمہ اور عنایہ کی باتوں سے بچنے کے لیے وہ چہرہ صاف کرتے کیچن کی جانب بڑھی تھی۔ جب ساتھ والے کمرے سے نکلتا ضبود ڈی جے کو دیکھ کر بولا تھا۔

"دوست! آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ کیا میرا کمرہ ڈھونڈ رہی تھی۔؟ ارے میرا کمرہ یہ والا ہے۔ آئیے نا میں آپ کو اپنا کمرہ دیکھاتا ہوں اور اپنے ٹوائز بھی، میرا کی ماؤس بھی آپ کا بہت بڑا فین ہے۔ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوگا۔" ضبود ڈی جے کا ہاتھ پکڑتے پر جوشی سے بولا تھا۔

"نہی۔۔ اوکے چلو" ڈی جے جو پہلے ذوالنورین کی وجہ سے ضبود کو منع کرنے لگی تھی، ضبود کی معصوم اشتیاق سے بھرپور آنکھوں میں دیکھتے وہ اپنی بات بدل گئی تھی۔

"ویکم کو ضبود ذوالنورین آغا روم دوست !! پتہ ہے مجھے بابا کا کمرہ بہت پسند ہے اسی

لیے میں نے اپنے کمرے کو بالکل ان کے کمرے جیسا تھیم کر دیا ہے۔ آپ کو پسند آیا؟ "ڈی جے کو اندر لیجاتے ضبود ایک اداسے بولا تھا۔

"ارے اپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھیے نا اور بتائیں کیسا لگا میرا کمرہ؟" ضبود ماتھے پر ہاتھ مارتے ڈی جے کو بیڈ پر بیٹھاتے بولا تھا۔

"بہت ہی پیار ہے بالکل میرے دوست ضبود کے جیسے" ڈی جے ضبود کے رخصتوں پر پیار دیکھتے مسکرا کر بولی تھی۔

"تھینکیو دوست! اچھا رکیں میں نا اپنا میکی ماؤس لے کر آتا ہوں۔ وہ کتنے دونوں سے میری منتیں کر رہا تھا کہ ضبود پلیز مجھے اپنی دوست سے ملا دو۔ ہا ہا ہا" ضبود اپنی ہی بات پر کھلکھلاتا اپنا کھلونا پکڑے ڈی جے کے سامنے آ بیٹھا تھا۔

جو بہت پیار سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس ننھے سے فرشتے نے ڈی جی کی اداسی کو چند منٹ میں دور کر دیا تھا

"مکی یہ دیکھو یہ میری دوست ڈی جے ہیں۔ اب یہ مت کہنے لگ جانا کہ یہ پوپ سٹار ڈی جی کے جیسی ہیں۔ بھی یہ سچ میں وہی ہیں۔ اور ہا ہا مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ یہ

بالکل پری جیسی ہیں۔ اس لیے اب باتیں بند کرو اور چلو اب شیک ہینڈ کرو "ضبود اپنے مکی ماؤس سے باتیں کرتا، اس کا ہاتھ ڈی جے کی طرف بڑھا گیا تھا۔

"ہیلو میرے پیارے سے ضبود کے دوست! آپ سے مل کر خوشی ہوئی" ڈی جے کو ضبود کی یہ معصوم حرکتیں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وقتِ طور پر اس کا دھیان ذوالنورین سے ہٹ گیا تھا۔

"دوست بس اب آپ میری طرف دیکھیں نا۔ مجھے آپ کا اس کو دیکھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" ڈی جے کے بے خیالی میں مکی ماؤس کی طرف دیکھنے پر، ضبود ایک دم جیس ہو کر بولا تھا۔

"ہا ہا ہا میرا شہزادہ جیس ہو رہا ہے۔ اچھا بابا اب نہیں دیکھتی، خیر تم یہ تو بتاؤ کہ مجھے دوست کیوں کہتے ہو؟ مطلب تم مجھے عینی یا آپنی بھی کہہ سکتے ہو جیسے حمہ عینی اور عنایہ کو آپنی کہتے ہو۔ بھی مجھے نہیں پتہ مجھے بھی ایک اچھا سہ لقب چاہیے "ڈی جے قہقہہ لگاتے ضبود کی تھوڑی پرہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ہم میں اپ کو دوست اس لیے کہتا ہوں کہ بڑی کی طرح آپ بھی میری دوست ہیں۔ لیکن اگر آپ کو برانا لگے تو کیا میں اپ کو آج سے پاٹنر بلا سکتا ہوں۔؟" ضبود

نے چند پل سوچنے کے بعد جھجھکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بالکل پارٹنر! "ضبود کی تھوڑی کوچومتے ڈی جے مسکرائی تھی۔ جس میں ضبود کی ہنسی بھی شامل ہوئی تھی۔

"ضبود ضرور اپنا ماما پر گیا ہوگا۔ اسی لیے اتنا سویٹ اور پیارا ہے۔ جانے وہ لڑکی کتنی خوبصورت اور پیاری اور ہاں ہمت والی ہوگی جو اس غصیلے ایس پی کو جھیلتی ہوگی۔ خیر وہ جو بھی ہوگی میں زندگی میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گی۔ اور اتنے پیارے سے بچے کو چھوڑ کر جانے پر اسے ضرور ڈانٹوں گی۔ "ضبود کو سینے سے لگائے ڈی جے من ہی من میں بڑبڑا کر، اس کے ساتھ کھیلنے لگی تھی۔

@@@@@@@@@@

شام کے آٹھ بجتے ہی جبرائیل صاحب، صالح، شیری اور عاقب کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ جبرائیل صاحب شاید کچھ زیادہ ہی پر یقین تھے اسی لیے میٹھائی اور پھل وغیرہ ساتھ لے کر آئے تھے۔ حمنہ اور ڈی جے بھی اس وقت وہی موجود تھی۔ جبرائیل صاحب کی فیملی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ ایسے میں ہمارے بچارے شرارتی شہزادے کے چہرے پر پہلی بار نروسنس دیکھائی دے رہی تھی۔ وہی عنایہ بس کسی

بھی وقت جوالہ مکھی کے جیسے پھٹ سکتی تھی۔ یہ تو بھلا ہو جبرائیل صاحب کا جنہوں نے فوراً سے ان دونوں کو بات کرنے کے لیے بھیج دیا تھا۔

صالح عنایہ کو لے کر ٹیرس پر آیا تھا۔ جہاں چودھویں رات کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

"چاند جی! میری پیاری سی دوست مجھ سے روٹھ گئی ہے اور وہ بھی بہت شدید ترین والا، اور اب مان بھی نہیں رہی بھی کوئی ٹپس ہی دے دو اسے منانے کے لیے۔۔"

صالح چاند کی جانب دیکھتے جانب بوجھ کر عنایہ کو سنانے کی خاطر اونچا بولا تھا۔

جو بس اپنے ہاتھ مڑوڑتے خود کو کنٹرول کیے کھڑی تھی۔

"اچھا سنو میری دوست کو غلط مت سمجھنا۔ وہ بہت اچھی ہے کسی بات پر غصہ نہیں کرتی بس آج کل وہ ایک چھوٹی سی بات کو لے کر پریشان ہے۔ اسی لیے ایسی ضدی اور جھگڑالو ہو رہی ہے۔ پر وہ دل کی بہت اچھی ہے۔" صالح نے اب کہ فوراً سے چاند کے سامنے عنایہ کی سائیڈ لی تھی۔ وہ تو ایسے چاند سے باتیں کر رہا تھا جیسے عنایہ سے نہیں چاند سے گفتگو کے لیے آیا ہو۔

"آپ کے لیے یہ چھوٹی سی بات ہو سکتی ہے صالح لالا، میرے لیے نہیں اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ مجھے دوست سمجھتے تھے کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو یہ بھی جانتے کہ میں زندگی میں کبھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور میں تو آپ کو ذوالنورین لالا کے جیسے بھائی مانتی تھی پھر آپ میرے ساتھ شادی کا کیسے سوچ سکتے ہیں۔" عنایہ صالح کی بات میں موجود 'چھوٹی سی بات' سن کر پھٹ پڑی تھی۔

اس کے غصہ سے بولنے پر صالح آرام سے کھڑا تھا کیونکہ شاید اس کا تو مقصد ہی یہی تھا کہ عنایہ کو بولنے پر اکسنا۔ صرف یہی وہ طریقہ تھا جس سے عنایہ کی اندورنی بھڑاس باہر نکل سکتی تھی۔

"عنایہ پہلی بات بھائی سمجھنے میں اور ماننے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہی تو المیہ ہے کہ عورت جس مرد کو بھائی سمجھتی ہے پھر یقین کر لیتی ہے کہ وہ محرم رشتے میں شامل ہے۔ ٹھیک ہے میں نہیں کہتا کہ عورت غیر مرد کو بھائی کہہ کر مخاطب نہ کرے لیکن یہ بات ضرور کہتا ہوں کہ اسے اپنے محرم اور غیر محرم رشتوں میں فرق پتہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ بعض اوقات اندھا یقین انسان کو برباد کر دیتا ہے۔

اور یہ بات آج پر نسز تم بھی اچھی طرح سے سمجھ لو پر نسز کہ میں نے آج تک

ذوالنورین کی بہن کی حیثیت سے تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن جب میرے دل نے مجھے یہ کہا کہ یہی لڑکی صالح کمال کے لیے بنی ہے تو تبھی میں نے تمہارے لیے رشتہ بھیج دیا تھا۔ اسی لیے میری نیت میں کھوٹ مت سمجھنا اور دوسری بات ہر لڑکی کو شادی کرنی ہوتی ہے۔ تم اس سے انکار نہیں کر سکتی۔ آج نہیں تو کل تمہیں بھی کرنی ہی ہے۔ "صالح اچانک سے انتہائی سنجیدہ دیکھائی دینے لگا تھا۔ اس کی بات پر عنایہ چند پل سوچ میں ضرور ڈوب گئی تھی۔

"لیکن آپ جانتے ہیں مجھے شادی جیسے رشتے سے شدید نفرت ہے۔ تو پھر کیوں آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو تو مجھے بہتر لڑکی مل جائے گی اور محبت بھی انسان دوسری تیسری مرتبہ کر ہی لیتا ہے۔ اس لیے پلیز آپ اس رشتے سے انکار کر دیں۔" عنایہ کا غصہ اب کہ پہلے کی نسبت کم ہو گیا تھا۔ اب صرف بے بسی تھی جس میں ڈوبی وہ یہ بھی نہیں دیکھ پائی تھی کہ اس نے صالح مراد کی پاکیزہ محبت کو عام مردوں کی چند دنوں والی محبت سے ملا کر توہین کی ہے۔

پر سامنے بھی صالح کمال تھا جو پہلے سے ہی تیار ہو کر آیا تھا، اسی وجہ سے محبوب کی طرف سے ملے پہلے زخم کو ہنس کر سہتے وہ عنایہ کی طرف جھکتے بولا تھا۔

"عنا یہ ٹھیک ہے مجھے اور لڑکیاں مل جائیں گی۔ لیکن اپنا سوچو ذوالنورین تمہیں کبھی گھر بیٹھا کر نہیں رکھے گا۔ کبھی نا کبھی کسی نا کسی شخص سے وہ تمہارے شادی ضرور کرے گا۔ اور جانے وہ شخص تمہارے ساتھ شادی کے بعد کیسا سلوک کرے تو کیا ہی اچھا نہیں کہ تم اپنی دوست صالح سے شادی کر لو۔ کم از کم میں تمہیں اتنا تو یقین دلاتا ہوں کہ شادی کے بعد تم پر اس رشتہ کو نبھانے کے لیے کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا۔ جیسے تم چاہو ویسے رہ سکو گی۔" صالح نے عنا یہ کے سامنے مستقبل کا وہ نقشہ کشا تھا جسے وہ ابھی تک نظر انداز کر رہی تھی۔

"میں آپ سے ایک شرط پر شادی کرنے کے لیے تیار ہوں گی۔ کہ اگر آپ مجھے کبھی مجھے خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجھے کبھی ایسی فضول چیزوں میں نہیں پڑنا اور دوسرا شادی کے بعد بھی آپ مجھے پڑھنے سے نہیں روکیں گی۔ تیسیر اور آخری کہ۔۔۔۔۔ جب تک میں اس رشتہ کو قبول نہیں کر پاتی تب تک کوئی حق نہیں جاتیں گے اور مجھے کبھی اس رشتے کو نبھانے لے مجبور نہیں کریں گے۔" عنا یہ تھوڑی دیر صالح کی آنکھوں میں دیکھ کر نظریں چراتے نم لہجے میں بولی تھی۔

عنا یہ کی شرائط پر صالح کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ

"محبت کبھی مجبور کرنے سے یا زور زبردستی سے نہیں ہوتی اور نکاح کے رشتے میں اتنی طاقت ہوتی کہ یہ اپنا وجود وہاں خود منوالیتی ہے۔ اور جہاں تک حقوق کی بات ہے تو وہ تو نکاح کا رشتہ اسے خود بخود دے گا "

پر ایسا کہہ کر وہ بنتی بنائی بات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے سر ہلا گیا تھا۔

اگلے کچھ ہی پلوں میں ذوالنورین کے گھر کی کھانے کی ٹیبل پر رونق ہی رونق تھی۔ اس رشتے کے ہونے سے سب بہت خوش تھے۔ عنایہ اگر اپنے خدشات اور وسوسوں کے باعث خوش نہیں تھی تو مطمئن ضرور تھی کیونکہ شاید اس کے اندر بیٹھی نازک سی لڑکی کو صالح کے وعدوں پر بھروسہ تھی۔ جبرائیل صاحب کا تو بس ناچلتا وہ ابھی بارات لے آتے لیکن پھر بھی ذوالنورین کی درخواست پر آج سے دو ہفتوں بعد نکاح اور پھر ایک ہفتے کے وقفے سے رخصتی رکھی گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

ضرار کو گئے کافی دن گزر چکے تھے۔ دوحہ کی زندگی کے دن بہت ہی بے رنگ اور اجاڑ گزر رہے تھے۔ ضرار کے بغیر ہر چیز بہت آدھوری آدھوری سی تھی۔ زندگی کی انہی بے رنگ شاموں میں وہ ایسی ہی ایک شام تھی کہ جب تیمور صاحب کے کسی مہمان

نے پہلی بار ان کے گھر دعوت پر آنا تھا۔ ایسے میں دوحہ تیار ہونے کی بجائے اپنے کمرے میں بیٹھی ڈائری کھول کر زندگی میں کچھ پہلی بار لکھنے لگی تھی۔

"ضرار آپ کے بغیر میری زندگی کا ایک اور دن گزر گیا ہے۔ جانتے ہیں جب آپ میرے پاس تھے تو میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں کبھی آپ کو اتنا مس کر پاؤں گی۔ اور ناہی کبھی میرا دل یوں بے چین ہوا تھا۔ کیونکہ شاید یہ گمان تھا کہ آپ مجھ سے کبھی الگ نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ چند دنوں کی دوری مجھ پر بہت گراں گزری ہے۔ ان دنوں میں نے جانا ہے کہ زندگی میں کچھ بھی مستقل نہیں ہے۔ سوائے ایک چیز کے اور وہ ہے محبت کہ جو ایک انسان کو ہمیشہ دوسرے انسان سے جوڑے رکھتی ہے۔ میں آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہوں ضرار اس لیے ڈرتی ہوں کہ کبھی ہجر کی تویل راتیں ہمارے درمیان حائل نا ہو جائیں۔ میں اب محبت کی آزمائشوں سے ڈرنے لگی ہوں۔ اس لیے پلیز جلدی سے واپس آجائیں اور میرے بے قرار دل کو یقین دلائیں کہ آپ کبھی مجھ سے دور نہیں جائیں گے۔ ہمیشہ میرے قریب رہیں گے۔ میں ان چند دنوں کی جدائی کے بعد و صل کی نوید سننے کو بے تاب ہوں اس لیے پلیز جلدی آجائیں۔"

دوحہ نے یہ الفاظ اپنی ڈائری میں قلم بند کرتے گہری سانس لی تھی پھر اس کے نیچے اپنی

من پسند شاعری لکھنے لگی تھی۔

تمہیں جب کبھی ملیں افر صتیں مرے دل سے بوجھ اتار دو

میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو

کسی اور کو مرے حال سے نہ غرض ہے کوئی نہ واسطہ

میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو! میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو

@@@@@@@@@@

ذوالنورین لوگوں کے ہاں جہاں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھی وہی ڈی جے کی زندگی وہی گھر سے ریکارڈنگ اور وہاں سے گھر کے درمیان چل رہی تھی۔ کبھی کبھار وہ لوگ عنایہ کو اپنی پاس بلا لیتی تھی یا حمنہ وہاں چلی جاتی لیکن ڈی جے خود کم ہی وہاں جاتی تھی۔ وہ خود کو ذوالنورین سے جتنا دور رکھ سکتی تھی اتنا رکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو کام میں مصروف کر لیا تھا۔ پر پھر بھی جو دل میں ہوتے ہیں وہ اپنی یاد آنے کے بہانے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ڈی جے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ابھی بھی ڈی جے گھر آ کر فریش ہونے کے بعد ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بال برش کر رہی تھی۔ لیکن

خیالات ہمیشہ کی طرح بھٹک بھٹک کر اسی ہر جانی کے گرد گھوم رہے تھے۔ جس کو دیکھے ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔

"ڈی جے! کل جب ڈیڈی کا دوہی جانے سے پہلے فون آیا تھا۔ تو انہوں نے مجھے تم سے ایک بات کرنے کے لیے کہا تھا۔" حمنہ جو پہلے سے ہی ڈی جے کے فریش ہو کر آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے آتی ہی بولی تھی۔ اس کی بات نے ڈی جے کا دھیان کھینچا تھا۔

"کونسی بات؟" ڈی جے حمنہ کے پاس آ کر بیٹھی تھی۔
 "ڈی جے ڈیڈی چاہتے ہیں کہ آنے والے ہفتے میں، جب وہ واپس آجائیں تو اس کے بعد تمہاری شادی وحید سے کر دی جائے اور یہی بات انہوں نے مجھے تمہیں بتانے کا کہا تھا۔" حمنہ نے بات کو گھمائے بغیر سیدھا ڈی جے کو مطلع کیا تھا۔

جو اچانک ملنے والی خبر پر چند لمحے کے لیے ششدر رہ گئی تھی۔
 "ڈیڈی ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ مطلب وہ جانتے ہیں کہ ابھی تو میرے کیرئیر کا آغاز ہوا ہے۔ ایسے میں شادی جیسی ذمہ داری میں نہیں اٹھا سکتی اور پھر میں تو۔۔۔" شدید

رنج کے عالم میں ڈی جے اچانک کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

"آخر میں کیا کہنے جارہی تھی؟ مجھے یہ شادی والی بات سن کر اپنا دم کیوں گھٹتا ہوا محسوس ہوا ہے۔؟ حالانکہ یہ تو میں پہلے سے جانتی تھی کہ وحید ہی ڈیڈی کی پسند ہے۔ اور کیرر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ وحید تو کبھی ایسی پابندی نہیں لگانے والا تھا۔ پھر آخر یہ اتنا دکھ کیا صرف ذوالنورین سے۔۔۔۔؟" خیالات کے طوفان نے ڈی جے کے ذہن میں کھسکی مچائی تھی۔

"ڈی جے یار سچ بتاؤ مجھے بھی وحید تمہارے لیے پسند نہیں ہے۔ میں چاہتی تھی کہ تمہاری شادی ذوالنورین سے ہو وہی تمہارے لیے بیسٹ چوائس ہے۔ لیکن میں کچھ کہنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ تم جاتی ہو ڈیڈی نے بھلے ہی پانچ سال پہلے مجھ جیسی یتیم خانے کی سختیوں سے بھاگی لڑکی کے سر پر ہاتھ رکھ مجھے اپنی بڑی بیٹی کا اور تمہاری بڑی بہن کا درجہ دیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت کبھی جھٹلائیں نہیں جاسکتی کہ میں غیر ہی ہوں اور گھر کے معاملات میں بولنے کا حق نہیں رکھتی۔ اس لیے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔" حمہ نے نم آنکھوں سے کہتے ڈی جے کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔

ڈی جے حمہ کی پہلی بات پر حیران ہوئی تھی وہی دوسری بات پر اس کی آنکھیں نم ہوئی

تھی۔

"آپی یار پلیز ایسی باتیں مت کریں۔ آپ میری بہن تھی، ہیں اور رہے گی۔ سگے پرائے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور مجھے ڈیڈی کی پسند سے کوئی مسئلہ نہیں آپ پلیز دکھی مت ہوں۔ میں تو بس اتنی جلدی شادی پر گھبرا رہی تھی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ پہلے آپ کی شادی ہونی چاہیے۔" ڈی جے نے حمنہ کے ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگاتے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"ابھی میری نہیں تمہاری شادی کی بات ہو رہی ہے۔ اس لیے اسے ہی ڈسکس کیا جائے گا اور ڈی جے تم مجھ سے جھوٹ بول سکتی ہو لیکن اپنے دل سے نہیں جہاں ذوالنورین کا نام چھپ چکا ہے۔ اس لیے ایک بار سوچ لو شاید کوئی طریقہ نکل آئے۔" حمنہ نے ڈی جے کے آنسو صاف کرتے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیا تھا۔

"آپی محبت دو طرفہ ہو تو وہ دنیا کا خوبصورت احساس ہوتا ہے لیکن اگر یک طرفہ ہو تو اس میں صرف کانٹے اور تکلیفیں ہی ملتی ہیں اور اس میں بہت سی قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ اس لیے میں نہیں چاہتی کہ کبھی ذوالنورین میری وجہ سے سفر کرے۔ وہ اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے اور میری دعا ہے کہ وہ اسے مل جائے۔ اور جہاں تک میری

بات ہے تو مجھے صرف اتنی جلدی شادی پر اعتراض ہے ورنہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آج نہیں تو کل تو مجھے وحید سے ہی شادی کرنی ہے۔ اس لیے ابھی سہی ہے شاید ایسے میں ذوالنورین کو جلدی بھول پاؤں۔ ویسے بھی ہمارا یہاں کا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں واپس کراچی ہی تو لوٹنا ہے۔ ہمیشہ نا واپس آنے کے لیے۔۔۔ "ڈی جے حمنہ کی گود میں سر رکھتے بولی تھی۔ لیکن آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں ڈی جے کی ہر بات پر ماتم کننا تھے۔



اک بار کہو تم میرے ہو

ہاں دل کا دامن پھیلا ہے

کیوں گوری کا من میلا ہے

ہم کب تک پریت کے دھوکے میں

تم کب تک دور جھروکے میں

کب دید سے دل کو سیری ہو

اک بار کہو تم میرے ہو

کیا جھگڑا سود خسارے کا

یہ کاج نہیں بنجارے کا

سب سونا روپیہ لے جائے

سب دنیا دنیا لے جائے

تم ایک مجھے بہتیرے ہو

اک بار کہو تم میرے ہو



"ان کو ایسے ایڈٹ کرنا کہ کوئی پہچان نہ پائے کہ ان میں کتنا سچ اور جھوٹ شامل ہے۔ اور پھر اس کی ایک کاپی کو اس پتہ پر ارسال کر دینا اور دوسری کاپی کا تمہیں پتہ ہے نا تمہیں کیا کرنا ہے؟ یاد رہے بھولے سے بھی کوئی غلطی ہو نہ پائے۔ کیونکہ اس کام کی میں تمہیں منہ مانگی رقم مل رہی ہے۔" خاکی رنگ کے تصاویر والا الخافہ اندھیرا میں کھڑا وہ شخص سامنے موجود آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔

"پریشان مت ہوں باس یہ کام اس صفائی سے کروں گا کہ بڑے بڑے سوراخ نہیں

پہچان نہیں پائیں گے۔ بس اپ میری باقی کی پیمٹ چیک تیار رکھیں "وہ شخص اپنے
 پیلے دانتوں کی نمائش کرتے لالچ سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔ جس سے دوسری
 جانب موجود اس شخص کے چہرے پر پر اثرار سے مسکراہٹ بکھری تھی۔
 کچھ دیر بعد وہ آدمی تو تصویریں لے کر چلا گیا تھا۔ جبکہ وہ ہیولہ عجیب سے انداز میں
 بڑبڑایا تھا۔

"کل کا دن بہت دھماکا خیز ہونے والا ہے۔ جب میرے دو بڑے دشمنوں کا ہواگا ایک
 تیر سے شکار ہا ہا ہا " 
 @@@@ @@@@ @@@@ @@@@

"مجھے کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے کوئی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے۔" اپنی جیب کو
 پولیس چوکی کی پارکنگ میں کھڑکی کرتے پولیس یونیفارم میں موجود، ہیزل بلیو
 آنکھوں اور سنجیدہ چہرے والا ایس پی ذوالنورین آغا بڑبڑایا تھا۔

"ہو سکتا ہے یہ فقط میرا گمان ہو" سر کو جھٹکتے ذوالنورین نے اس خیال کو جھٹکنا چاہا تھا۔
 لیکن پیٹھ پر کسی کی چھتی نظروں کے احساس نے ذوالنورین کے شفاف ماتھے پر لکیریں

بکھیری تھی۔

اپنی بندوق پر گرفت مضبوط کیے، وہ ایک سمت نظر آتے ہیولہ کی جانب دبے قدموں سے بڑھاتا تھا۔ صبح صبح کا وقت تھا، اسی لیے غیر گنجان آباد علاقے ہونے کی وجہ سے آس پاس زیادہ رش بھی نہ تھا۔

ذوالنورین محتاط انداز میں قدم میں اٹھاتے، آنکھوں میں شیر جیسی چمک لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اچانک اس کے موبائل کی گھنٹی بجی تھی۔

پر یہ کیا اس کے فون اٹھانے سے پہلے ہی فون کٹ گیا تھا۔ نمبر بھی کچھ عجیب سے سکریں پر ظاہر ہو رہا تھا ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے پرائیویٹ نمبر سے کال کی ہوں۔ لیکن کیوں؟

اس سوال کے آتے ہی ذوالنورین بے ساختگی سے تیز قدم اٹھاتے اس طرف گیا تھا۔

افسوس کے اب وہاں سے وہ ہیولہ غائب ہو گیا تھا۔ ماحول میں کچھ تو گڑبڑ سے تھا۔

ذوالنورین کو وہاں ارد گرد کی تلاشی لینے پر کچھ ناملا تھا تو وہ اپنے آفس میں چلا تھا۔

"یہ کون رکھ کر گیا ہے؟" ذوالنورین کی نظر اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی سامنے موجود خاکی

کاغذ پر نظر پڑی تو حیرت سے بولا

ذوالنورین کو اس میں سے چند تصویریں اور ایک چٹ ملی تھی۔ جس کو ایک طرف
ذوالنورین نے پہلے تصویروں کو دیکھا تھا۔ نجانے کیا تھا ان تصویروں میں کہ لمحوں میں
ذوالنورین کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ آنکھوں کی سرخی حد درجہ بڑھی تھی۔

ذوالنورین نے انہیں واپس ٹیبل پر پھینکتے، پاس پڑی چٹ تیزی سے پکڑی تھی۔

"امید ہے یہ تحفہ پسند آیا ہو گا میری جان ذوالنورین آغا، سوچوں صرف انہیں دیکھ کر
تمہارا اتنا برا حال ہے تو جب میں انہیں میں سوشل میڈیا پر ڈالوں گی تو تمہارا کیا حال ہو
گا۔ ویسے ایک ٹریلر میں میڈیا پر ریلیز کر چکی ہوں۔ شکر مناؤ کہ تم زل ملک کی محبت
ہو، اس لیے تمہیں بخش دیا ہے۔ لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ ایسا کچھ نا ہو تو
تین دن کا وقت ہے تمہارے پاس اچھے سے سوچ لو کہ مجھے سے شادی کر کے اپنی
عزت بچانا چاہتے ہو یا پھر سرے عام بدنام ہونا چاہتے ہو جو کہ تمہارے جیسے شریف
اور ایماندار آفسر کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوگی۔

ٹھیک آج سے چوتھے دن دس بجے کوٹ میں آکر مجھے سے شادی کر لینا۔ کیونکہ زیادتی
کا کیس اور ثبوت کے طور پر موجود یہ ایڈٹ شدہ تصویریں کسی بھی انسان کی کرسی

ہلانے کی طاقت رکھتی ہیں۔

آخری بات ہوشیاری کی کوشش مت کرنا کیونکہ تم زل ملک کو اتنی آسانی سے نہیں
پکڑ سکتے، آخر ملک شہباز سیاست کے جانی مانی شخصیت کی بیٹی ہوں۔ اس لیے آرام سے
میری بات مانتے وقت پر پہنچ جانا۔

خیر خواہ

فقط تمہاری زل "

اس چٹ پر لکھیں ان الفاظ پڑھتے ذوالنورین کو غصہ سے اپنی دماغ کی نسیں پھٹی ہوئی
محسوس ہو رہی تھی۔

"زل لگتا ہے عزت کی زبان تمہیں سمجھ نہیں آتی، بہت، شوق ہے نا تمہیں مجھ سے
شادی کا، تو اب انجام کی ذمہ دار بھی تم خود ہو گی۔" ذوالنورین نے اس چٹ کو ہاتھ میں
دبوچنے سرخ آنکھوں سے کہا تھا۔ پھر اچانک وہ ٹھٹھک گیا تھا۔

"ایک منٹ یہ اس نے سوشل مڈیا پر کیا ہے ابھی؟" ذوالنورین نے اچانک چونک کر
اپنے موبائل کی جانب نظریں گھمائی تھیں۔ اتنے میں ایک آواز اس کے کانوں میں

سنائی دی تھی۔ جس کو سن کر وہ سن ہو گیا تھا۔ کوئی لڑکی اس قدر کیسے گر سکتی تھی کہ دوسرے کی عزت کو یوں سرے عام برباد کرنے لگ جائے۔

@@@@@@@@@@

"جی تو ناظرین آپ کو بتائیں کے میوزک کی دنیا کی سنسیشن ڈی جے پر سوں رات اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ انتہائی شرم ناک حالت میں پائی گئیں ہیں۔ ڈی جے کے بوائے فرینڈ اور ان کے درمیان تعلقات انتہائی شرم ناک نوعیت سے ہیں۔ اور اس بات کا اندازہ آپ کو ان تصویروں کو دیکھ کر ہی ہو گیا ہو گا۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہی نہیں اس سے پہلے بھی وہ کی بار ان کے ساتھ دیکھی جا چکی ہیں۔ لیکن اہم مسئلہ یہ ہے کہ آخر یہ ان بوائے فرینڈ ہیں کون جس کا چہرہ تصویروں میں چھپا ہوا ہے۔ بہت جلد یہ بھی ہمارے سامنے موجود ہو گا اور ہم سب سے پہلے ان بے شرم لوگوں کا اصل چہرہ آپ سب کے سامنے لا کر رہے گے۔ اسی لیے تب تک ہمارے ساتھ رہے صرف اپنے جیو نیوز چینل پر۔۔۔"

جی تو ناظرین ہم ایک بار پھر بتاتیں چلیں کہ کل رات میوزک کی دنیا کی۔۔۔ "بار بار ان ایڈٹ شدہ تصویروں کو سکرین پر دیکھاتے، نیوز چینل پر بیٹھی وہ لڑکی چیخ چیخ کر

بولتی، ڈی جے کی روح کے چیتھڑے اڑائے جارہی تھی۔

ڈی جے منشن میں جہاں ایک طرف ڈی جے انتہائی صدمے میں پتھر کی مورتی بنی بیٹھی تھی، وہی دوسری جانب گھر کے باہر میڈیا کا ایک ہجوم لگا تھا۔ حمنا نے گھر کے سب دروازے بند کر دیے تھے کیونکہ اتنا ہجوم اس سے سنبھالا بہت مشکل تھا اوپر سے پہ در پہ اتنے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر کے فون، جو اس معاملے کی وجہ سے ڈی جے سے سارے کنٹریکٹ کینسل کر رہے تھے۔ ان سب نے حمنا کو بھی انتہا پریشان کر دیا تھا۔ آخر تھک ہار کر وہ اپنے آفیشل کام کے لیے رکھی سم کو نکال کر پھینکنے کے بعد، ڈی جے کے فون کو بند کرنے کے بعد وہ گھر کے پی ٹی سی ایل کی تار بھی نکال چکی تھی۔ پھر تیزی سے تیمور صاحب کا نمبر ملانے لگی تھی۔ جن تک یقیناً یہ بات پہنچ چکی ہوگی۔

"ڈی جے! یار تم پریشان مت ہو۔ دیکھو جلد ہی یہ معاملہ حل ہو جائے گا۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ میوزک انڈسٹری ہو یا ڈراما انڈسٹری وہاں یہ سب عام چلتا۔ دیکھنا جب ان سب کے سامنے سچ آئے گا کہ تم بے گناہ ہو تو یہی لوگ تمہیں سر پر بیٹھائیں گے۔ بس تم زیادہ ٹینشن مت لینا۔ پلیز یہ تمہاری صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔" حمنا پریشانی سے موبائل کان سے لگائے (جس پر تیمور صاحب کو کال تو جارہی تھی لیکن وہ اٹھا نہیں

رکے تھے) ڈی جے کے پاس بیٹھتے اسے دلا سہ دیتے بولی تھی۔

پر ڈی جے تو ایسے بیٹھی تھی کہ جس ایک مجسمہ ہو۔ بے شک یہ چیزیں اس انڈسٹری میں عام تھی لیکن ڈی جے کے لیے نہیں تھی، اس نے تو زندگی میں ایک نام ہی چاہا تھا جس پر آج لوگوں بے تحاشہ انگلیاں اٹھا رہے تھے۔

"ہیلو ڈیڈی! ڈیڈی کہاں ہیں آپ؟ پلیز یہاں جلدی آجائیں۔ یہاں سب کچھ بہت گڑبڑ ہو گیا ہے۔ کسی نے ڈی جے کی ریپوٹیشن خراب کرنے کے لیے جھوٹی تصویریں میڈیا پر دے دی ہیں۔ اب وہ لنگ ہمارے گھر کے باہر آکھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں۔" تیمور صاحب کے کال کرتے ہی حمزہ ایک سانس میں بولی تھی۔

"حمزہ یقیناً یہ سب ڈی جے کے خلاف کسی کی سازش ہے۔ بیٹا تمہیں ہمت سے کام لیتے ڈی جے کو بچانا ہو گا۔ کیونکہ میں خود یہاں پر پھنس گیا ہو۔ دو بئی کے جس انسویسٹر کے ساتھ میری ڈیل چل رہی تھی، اس نے اچانک سے ڈیل ختم کر دی ہے۔ اگر میں اسے واپس نامنا پاپا تو ہمارا بزنس ڈوب جائے گا بیٹا۔ پر تم پریشان مت ہو۔ جب تک میں نہیں آتا تب تک تم وحید سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو۔ وہ مدد ضرور کرے گا۔ میں

بھی جلد ز جلد جیسے فارغ ہوتا ہوں نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دھیان رہے اس سب میں ڈی جے کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ " تیمور صاحب نے حمزہ کو ہدایت دیتے فون بند کیا تھا۔

جس کے بعد حمزہ اب وحید کو فون لگانے کی کوششیں کرنے لگی تھی۔

@@@@

"دوحہ باجی صاحب کہہ رہے ہیں کہ جلدی سے تیار ہو کر نیچے آجائیں۔ ان کے مہمان آپچکیں ہیں۔" ملازمہ دوحہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے بولی تھی۔

"ان سے کہو مجھے نہیں آنا" دوحہ بے زاری سے اپنی ڈائری بند کرتے کہا تھا، لیکن پھر باپ کی ناراضگی کا سوچتے ہوئے بولی

"اچھا سنو! انہیں کہو وہ تیار ہو رہی ہے۔ کچھ دیر تک آتی ہے۔" دوحہ ملازمہ سے کہتے خود اٹھ کر الماری کی طرف گئی تھی اور بے دلی سے فراق پکڑتے واش روم میں گھسی تھی۔

ضرار کی جدائی میں اس کا چہرہ مر جھا گیا تھا، اوپر کالے رنگ اپنا سوگوار حسن لیے، کرلی

بالوں کی پونی ڈالے، سینے پر اچھے سے ڈوپٹہ پھیلائے دوحہ ایک بھولی بھٹکی شہزادی لگ رہی تھی۔ جو تیار ہونے کے بعد آہستہ آہستہ مجبوری میں قدم اٹھاتے نیچے کی جانب آئی تھی۔

"آودوحہ بیٹا! ان سے ملو یہ ہے میرے سب سے پیارے دوست کا بیٹا وحید خان، اس کے بابا اور میں بچپن سے دوست تھے۔ اسی لیے پہلے پہل میں اور وحید کے بابا اور ہم ایک دوسرے کے گھر بہت آتے جاتے تھے۔ پر اس کے بابا کی حادثاتی موت کے بعد ملنا جلنا کم ہو گیا اور وحید بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے چلا گیا اور اب بیس سالوں بعد اب یہ پاکستان لوٹا ہے اور یہاں آتے ہی یہ سیدھا مجھ سے ملنے آ گیا۔"

اور وحید بیٹا یہ میری اکلوتی اور لاڈلی بیٹی دوحہ تیمور آغا ہے۔ "تیمور صاحب خوشگوار لہجے میں تعارف کروانے لگے تھے۔

دوحہ کو اس شخص سے ملنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پر پھر بھی زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجاتے بولی

"نائنس ٹومیٹ یو وحید"

"نائس ٹومیٹ یوٹو دوہ" دوہ کے ہاتھ کو پکڑتے بے شرمی سے اس پر بوسہ دیتے
وحید نے خباثت سے بھرپور آنکھیں دوہ کے چہرے پر گھاڑتے ہوئے کہا تھا۔

اس کی حرکت پر دوہ نے جلدی سے اپنے ہاتھ پیچھے کرتے نامحسوس انداز میں اسے
ڈوپٹہ سے صاف کیا تھا، جبکہ تیمور صاحب نے تو وحید کی حرکت کو ایسے انکسور کیا تھا
جیسے یہ عام سی بات ہو لیکن شاید یہ ان کی سوسائٹی میں عام سی ہی بات تو تھی۔

دوہ کا دل بار بار یہی کر رہا تھا کہ ابھی سامنے والے کے چہرے پر تھپڑ مارتے وہ یہاں
سے چلی جائے لیکن اپنے باپ کی وجہ سے وہ اس کی عجیب سی نظریں برداشت کرنے پر
مجبور تھی۔ وحید کے جاتے ہی دوہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھی تھی اور بیڈ
پر گرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"ضرار آئی مس یو سوچ پلینز جلدی سے واپس آجائیں مجھے یہاں کچھ بھی اچھا نہیں لگ
رہا۔ پلینز ضرار آپ کی دوہ بلا رہی ہے۔ آپ آجائیں نا اس سے پہلے کہ یہ ہجر کی راتیں
اس کی جان لے لیں"

@@@@@@@@@@

"سس۔۔۔۔۔ سروو۔۔۔۔۔ وہ حمنہ میڈم آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔

آپ نے ہی کہا تھا کہ اگر ادھر۔۔۔۔۔ سے کسی کا فون آئے تو فوراً آپ کو اطلاع دوں "

سیکورٹی گارڈ وحید کی آنکھوں میں نظر آتی دھشت سے ڈر کر ہکلا کر بولا تھا۔

اس کی بات پر وحید نے اسے غصہ سے دیکھتے اپنا موبائل اون کیا تھا اور کروفر سے چلتے اپنی گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر موبائل سکرین پر موجود لا تعداد نوٹیفکیشن اور مس کالز پڑی تو وحید کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اس نے فوراً سے پہلے نوٹیفکیشن دیکھی تھی۔ اور وہاں لکھی خبریں اس کے ماتھے پر پڑی سلوٹوں کو بڑھاتے۔

"افف یہ کیا مصیبت ڈال دی ہے میڈیا والوں نے؟ کیا یہ سب ابھی ہونا تھا... میں جانتا ہوں کہ یہ خبریں جھوٹی ہیں لیکن کسی کے کہہ دینے سے کوئی یقین تھوڑی نا کر لے گا۔ اور پھر اگر ڈی جے کی خراب ریپوٹیشن میرے سیاسی کیریئر کو تباہ کر گئی تو۔۔۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ اگر ایسا ہو تو پاکستان کو تباہ کرنے کا میرا خواب خواب ہی رہ جائے گا۔۔۔۔۔" آنکھوں میں نفرت لیے بیٹھا وحید منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

"کاشف سنا چند دنوں تک میرا یہ نمبر بند کر دو اور اگر کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو تم نے سب کو یہی کہنا ہے کہ میں ایک کام کے سلسلے میں دو بی ہوں۔ کب تک میری واپسی ہوتی ہے اس کا تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہے۔" اپنے موبائل کو پاؤر آف کرتے

وحید نے اپنے پی اے سے کہا تھا۔

پھر دل ہی دل میں ڈی جے سے مخاطب ہوا تھا۔

"مانا کہ تم میری محبت ہو لیکن میرے بدلہ کے آگے کچھ بھی معنی نہیں رکھتا۔ مجھے پتہ ہے وہ تیمور بڈھا تمہیں اس سے نکال لے گا۔ پھر میں جلد ہی تمہیں اپنی دسترس میں لینے کے لیے آؤں گا کیونکہ تم پر صرف وحید خان کی مہر لگے گی۔"

@@@@@@@@@@

"یہ وحید فون کیوں نہیں اٹھا رہا ڈی جے میں اب کیا کروں" حمزہ نے پریشانی سے ماتھا مسلتے کہا تھا۔ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس مصیبت کی گھڑی میں کون ان کے کام آئے گا۔ باہر سے رپورٹرز کی آوازیں ابھی بھی سنائی دے رہی تھی جو ڈی جے کی ذات کی دھجیاں بکھیرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے۔

پست قدموں سے چلتے وہ ڈی جے کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔ اور دھیرے سے اسے گلے لگاتے اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگی تھی۔

"ڈی جے ہمت مت ہارو کوئی تمہارا ساتھ دے یا نادے لیکن میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ میں جانتی ہوں میری بہن پاک دامن ہے۔ یہ ضرور کسی کی چال ہے جو تمہارا کیرئرباد کرنا چاہتا ہے۔" حمنہ کی آنکھوں سے نکلنے قطرے ڈی جے کے بالوں میں جذب ہوئے تھے۔

"ڈی جے!!" حمنہ کو اچانک عجیب سے احساس نے گھیرا تھا۔

"ڈی جے آنکھیں کھولو یار! کیوں پریشان کر رہی ہو میری جان! میری لاڈلی بیوی یار آنکھیں کھولو نا" حمنہ اپنی باہوں میں بے ہوش پڑی ڈی جے کا چہرہ تھپتھپا کر بھر آئے ہوئے لہجے میں چیخی تھی۔

"نن۔۔ نہیں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی ڈی جے، تمہاری حفاظت کا وعدہ کیا تھا

میں نے بابا سے۔۔۔" فوراً سے ڈی جے کو صوفہ پر لیٹا کر، حمنہ اپنے موبائل کی

کنٹیکٹ لسٹ چیک کرنے لگی تھی۔ کوئی تو ایسا ہو گا جو ان کی مدد کر سکے گا۔

اچانک اس کے ہاتھ ذوالنورین کے نمبر پر آکر رکے تھے۔ حمنہ نے بغیر مزید کچھ سوچے ان نمبرز کو ملا یا تھا۔

"ہہ۔۔۔۔۔ہیلو ذوالنورین بھائی پلیز میری مدد کریں۔۔۔۔۔میڈیا نے سارے گھر کو گھیر لیا ہے اور ڈی جے بے ہوش ہو گئی ہے۔ بابا بھی یہاں نہیں ہے۔ پلیز میری بہن کو بچالیں۔" حمنہ کے منہ سے نکلتے بے ربط جملے ذوالنورین کو ہوش میں لائے تھے۔ جو کب سے سامنے سکرین پر چلتی نیوز دیکھ کر سن ہو گیا تھا۔

"حمنہ سب سے پہلے ریلیکس ہوں اور ڈی جے کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں۔ میں بس دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" ذوالنورین تیزی سے سر پر پولیس کیپ رکھتے آفس سے باہر نکلتے کہا تھا۔

واجد اور پولیس کے چند اہلکار ذوالنورین کے ساتھ پولیس اسٹیشن سے نکلے تھے۔

@@@@@@@@

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟ کس نے آپ کو اجازت دی ہے کہ یوں کسی کے بھی گھر میں گھس آئیں اور انہیں تنگ کریں۔" ذوالنورین ڈی جے کے گھر میں موجود میڈیا کے ہجوم کو دیکھ سختی سے بولا تھا۔

"سر آپ نہیں جانتے اندر جو ہے وہ گانے بجانے کے نام پر کیسے کیسے دھندے کر رہی

ہے۔ ایسی ہی بد کردار لڑکیوں کی وجہ سے ہمارا معاشرہ خراب ہو رہا ہے۔ جو معصومیت کے بیس میں اپنے برے کام سرانجام دیتی ہیں۔ اس لیے ہم آج ان سے حساب کتاب لے کر رہیں گے۔ آپ ہمیں روک نہیں سکتے "جینز شرٹ میں ڈوپٹہ سے بے پرواہ کھلے بالوں اور بے تحاشہ میک آپ کی وہ نیوز کاسٹر ڈی جے پر انگلیاں اٹھاتے یہ بھول گئی تھی کہ اگر کسی کی جانب ایک انگلی اٹھائیں تو خود کی جانب باقی کی چار انگلیاں اٹھتی ہیں۔

ذوالنورین کو اس لڑکی پر بے تحاشہ غصہ آیا تھا۔

"میڈم چند تصویریں جو نجانے سچی بھی ہیں یا جھوٹی، آپ ان سب کی بنیاد پر کسی کے کردار کو جج کرنے والی ہوتی کون ہیں۔ اور حساب لینے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس لیے دو منٹ سے پہلے یہ یہاں سے اپنی شکل گم کریں اور آپ سب بھی دو منٹ سے پہلے یہاں سے نکلیں ورنہ کسی انسان کے گھر زبردستی گھسنے اور حراساں کرنے کے جرم میں ابھی سب کو اندر کر دوں گا۔" پتھر یلے لہجے میں کی گئی ذوالنورین کی خاطر خواہ دھمکی نے ان سب پر اثر ڈالا تھا۔ اس لیے وہ لوگ کسی اور وقت آنے کا سوچتے وہاں سے تتر بتر ہوئے تھے۔

ذوالنورین تیزی سے اندر کی جانب بڑھاتا تھا۔

"حمنہ جلدی سے ڈی جے کو اٹھائیں انہیں اسپتال لے کر جانا ہوگا۔" گھر کے حال میں قدم رکھتے، ڈی جے کی حالت دیکھ کر ذوالنورین کا دل زخمی ہوا تھا، ایک انجانا سہ خوف دل کے ساتھ چمٹا تھا، ماتھے پر پسینہ ابھرا تھا، اس لیے ڈی جے کو دیکھتے ذوالنورین تیزی سے بولا تھا۔

دوسری طرف حمنہ جس کی حالت خود کی بگڑ رہی تھی، اس سے ڈی جے کو اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لیے ذوالنورین نے آگے بڑھ کر خود ڈی جے کو اٹھایا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک عجیب سے احساس نے ذوالنورین کی ذات کو اپنے گھیرے میں لیا تھا۔ آنکھیں خود بخود نم ہوئی تھیں۔ دیوانہ وار اٹھائے وہ اسے لیے اپنی جیب میں آیا تھا۔

واجد نے یہ منظر حیرت سے دیکھا تھا، اس نے پہلے کبھی اپنے سنجیدہ سہ سر کو کسی کی اتنی پرواہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔

ہائے لوگوں کی کرم فرمائیاں

تہمتیں، بدنامیاں، رُسوائیاں

زندگی شاید اسی کا نام ہے

دُوریاں، مجبُوریاں، تنہائیاں

@@@@@@@@@@

ذوالنورین ڈی جے کو لے کر اپنے ایک دوست کے اسپتال آیا تھا۔ جہاں ڈی جے کی حالت کو دیکھتے اسے فوری طور پر آئی سی یو میں لیجا یا گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں شیری اور صالح بھی وہاں آگئے تھے۔ حمنہ کی حالت تو رور و کر بہت بری ہو گئی تھی۔

پیچھلے مسلسل ایک گھنٹے سے آئی سی یو کی بتی جل رہی تھی۔ ایسے میں ذوالنورین کوریڈور کے بیچ پر ہاتھ ملائے مسلسل سوچوں میں گم تھا۔ چہرہ حد سے زیادہ سپاٹ ہو رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی جذبات کا پتہ چلانا مشکل ہو رہا تھا۔

ایک تویل انتظار کے بعد آئی سی یو پر جلتی وہ سرخ بتی بجھی تھی اور ڈاکٹر زباہرائے تھے۔

"ڈاکٹر ڈی جے کیسی ہے؟ اسے کیا ہوا ہے؟ وہ بے ہوش کیوں ہے؟" حمنہ نے بیتابی

سے پوچھا تھا۔

"مس حمنہ ڈی جے کانروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ جو باتیں میڈیا پر چل رہی ہیں۔ ان سب نے ڈی جے پر بہت برے طریقہ سے اثر کیا ہے۔ شدید ٹینشن کے باعث ان کے سر پر موجود پچھلی چوٹیں بھی متاثر ہوئی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر انہیں تین دنوں میں ہوش نہ آیا تو۔۔۔۔۔ ان کا بچنا مشکل ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر کے یہ الفاظ جہاں حمنہ پر بجلی بن کر گرے تھے۔ وہی ذوالنورین کا دل ایک سے سکڑ کر پھیلا تھا۔

@@@@@@@@@@

"آؤ زمل ملک! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ کیسی ہو؟" میوزک انڈسٹری کے نامور ڈائریکٹر کیف زمل کو اپنے ساتھ والی کرسی کی جانب اشارہ کرتے بولے تھے۔

رات کے گیارہ بجے وہ لوگ کراچی کی ایک ڈسکو میں موجود تھے۔ رنگ برنگی روشنیوں سے سب سے سب سے اس ڈسکو میں اس وقت دن کا سماں ہو رہا تھا۔ گانے پر تھڑکتے لڑکے لڑکیاں، ہر حد بھلائے ہوئے تھے۔ وہاں ہوتی شراب نوشی سے تو کسی غیر مسلم ممالک کا گمان ہو رہا تھا۔ مذہب، تہذیب اور شاید عزت بھی وہاں پیروں تلے روندے جا رہے تھے۔

ایسے میں سرخ سکرٹ میں ملبوس کھلے بالوں اور چہرے پر ڈھیر سارا میک اپ کیے زمل

کیف صاحب کے سامنے آ بیٹھی تھی۔

"میں تو ٹھیک ہوں کیف صاحب لیکن آج آپ کچھ ٹھیک نہیں لگے رہے، اسی لیے تو آپ نے مجھ ناچیز یہاں انوائٹ کیا ہے۔" زمل کیف صاحب پر میٹھے میٹھے طنز کے تیر برساتی بولی تھی۔

"ہا ہا ہا آپ کا یہی انداز تو مجھے بہت پسند ہے زمل ملک، جو بھی محسوس کرتی ہیں منہ پر ہی کہہ دیتی ہیں۔" I like it. کیف صاحب زمل کے ہاتھ کو پکڑ کر اس پر بوسہ دیتے مسکا لگا کر بولے تھے۔

"تعریف کے لیے شکریہ مسٹر کیف! پر پلینز اس تعریف کو تھوڑا کم ہی رکھیں کیونکہ اتنا میٹھا شو گر کر دیتا ہے۔ خیر کیا اب میں وہ بات جان سکتی ہوں جس کی وجہ سے آپ نے مجھے یہاں بلایا ہے۔" زمل ایک ادا سے اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے کھینچتی اتر کر بولی تھی۔

"زمل میں آنے والے اپنے نئے میوزک البم کے لیے تمہارے ساتھ کنٹریکٹ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بدلہ تمہیں منہ مانگی رقم ملے گی۔ اور اسی سلسلے میں نے تمہیں آج یہاں بلایا ہے۔" کیف صاحب نے زمل کے سامنے اپنی ڈیل رکھی تھی۔

"اوہ ویسے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ تو آپ ڈی جے کے ساتھ نہیں کرنے والے تھے۔؟" دل میں زل کے خوشی سے لڈو پھوٹ رہے تھے۔ لیکن چہرے پر ایسے تاثرات سجائے بیٹھی تھی جیسے اس سے معصوم اور نا سمجھ تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

"ہمم لیکن اب میں وہ کنٹریکٹ توڑ چکا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیچھلے تین دن سے جو ڈی جے کی ریپوٹیشن بری طرح گری ہے وہ میری کمپنی پر اثر کرے۔ اس لیے تم سے ریکوسٹ کرنے آیا ہوں۔" کیف صاحب نے جو س کا گھونٹ بھرتے کہا تھا۔

"ہمم اگر آپ اتنا اثر کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے میں یہ ڈیل سائن کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پر ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے اس لیے چلتی ہوں۔ مجھے ریکارڈنگ کے لیے جانا ہے۔ آپ یہ پیپر میری پی اے تک پہنچا دیجئے گا میں سائن کر کے بھیج دوں گی۔"

زل غرور سے بولتی، پیپر زپر سائن کیے بغیر پرس اٹھا کر وہاں سے اٹھی تھی اور اپنی کار میں آ بیٹھی تھی۔ آج وہ کافی عرصہ بعد بے انتہا خوش دیکھائی دے رہی تھی۔

زل ملک ایک سیاسی لیڈر ملک شہباز کی ناجائز بیٹی تھی۔ جس کو اپنی عزت بچانے کے لیے انہوں نے میڈیا میں اپنی بیٹی کی حیثیت دی ہوئی تھی۔ لیکن اصل زندگی میں ان کا تعلق صرف اس حد تک تھا کہ وہ ہر مہینے اس کے اکاؤنٹ میں بڑی رقم ڈلوادیتے تھے۔

زل کی ماں ایک رقصہ تھی۔ جو اپنی طرح اپنی بیٹی کی زندگی برباد نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ وہ زل کو ایک پڑھیں لکھی کامیاب لڑکی بنانا چاہتی تھی۔ لیکن زل کو اپنی ماں کی طرح گانے بجانے کا کام کرنا تھا۔ اسی لیے ہزار بار اپنی ماں کے منع کرنے کے بعد وہ انڈسٹری میں آگئی تھی اور ہر اچھے برے طریقے کو استعمال کرتے اس نے جلد ہی نام کما لیا تھا۔ لیکن ڈی جے کے آتے ہی وہ پیچھے چلی گئی تھی اور یہ بات اس کی انا پر کاری ضرب کی مانند پڑی تھی۔ اس کے سینے میں ڈی جے کی نفرت دن بادن بڑھنے لگی تھی اور پھر یہ نفرت آخری حد تک تب پہنچی جب اس نے ذوالنورین میں بڑھتی ڈی جے کی دلچسپی دیکھی تھی اور دوسری طرف ذوالنورین نے اسے بے عزت کیا تھا۔ بس اسی بات کا بدلہ لینے کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا۔

اور اب پیچھلے تین دن سے اس کی تو زندگی ہی بدل گئی تھی، ڈی جے کی گرتی ریپوٹیشن کے بعد سے ہر ایک ڈائریکٹر اس سے رابطہ کر رہا تھا، وہ تو ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ اسے اپنی کیے کا کوئی بھی پچھتاوا نہیں تھا۔

@@@@

"ڈی جے یار تین دن ہو گئے ہیں۔ اب تو اٹھ جاو۔ سنو ڈیڈی اور مجھے تم پر پورا یقین ہے

اس لیے لوگوں کی باتوں کو مت سنو۔ لوگوں کا تو کام ہی باتیں بنانا ہے دیکھنا ابھی جو لوگ تمہارے بارے میں برا بول رہے ہیں جلد ہی وہ تمہارے گن گائیں گے۔ جانتی ہو ذوالنورین بھائی کو بھی تم پر پورا یقین ہے۔ اسی لیے پیچھلے تین دنوں سے ذوالنورین بھائی اس آدمی کو ڈھونڈ رہے ہیں جنہوں نے وہ تصویریں ایڈیٹ کی ہیں۔ دیکھنا تم ایک بار وہ پکڑا جائے تو سارا معاملہ کھل جائے گا اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس زل چڑیل کا چہرہ سب کے سامنے آجائے گا۔ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ اس لیے پلیز میری جان آنکھیں کھولوں نادیکھو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہاری یہ حالت اب مجھ سے دیکھی نہیں جاتی ڈی جے "حمہ ڈی جے کا ہاتھ پکڑے نم آنکھوں سے بڑبڑا رہی تھی۔ اس کے آنسو ڈی جے کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔

پیچھلے تین دنوں سے وہ ڈی جے کے پاس ہی تھی، اس کے پاس ذوالنورین، صالح، اور شیریں وغیرہ وقفے وقفے سے رک رہے تھے۔ جبرائیل صاحب اور عنایہ لوگ بھی ڈی جے کو دیکھنے آئے تھے۔ لیکن ڈی جے کی حالت میں کوئی بہتری نہیں آرہی تھی۔ وہ ابھی بھی آئی سی یو میں تھی۔ پر یہ تو شکر تھا کہ میڈیا کہ لوگ ذوالنورین کی وجہ سے ابھی تک ڈی جے تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

"گانے بجانے کے نام پر اپنے غلط کام سرانجام دینے والی یہ ایک فحاشہ اور بد کردار لڑکی ہے" سٹرک پر لگے اس بڑے سے ہجوم میں سے کوئی ڈی جے کی جانب انگلی اٹھاتے چنچے تھا۔

"ہاں ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو نجانے اس سے پہلے کتنے مردوں کے ساتھ اس نے ناجائز تعلقات بنائے ہونگے" یہ کوئی اور تھا جس کی آواز نے ڈی جے کی سماعتوں پر ہتھوڑے برسائے تھے۔

"ارے ایسی لڑکیاں تو معاشرے کے لیے ایک ناسور کی مانند ہوتی ہیں۔ ایسی بد چلن لڑکی کو تو ختم کر دینا چاہیے۔" یہ کوئی عورت تھی جو اپنے ہاتھ میں پتھر اٹھاتے بولی تھی۔

"ہاں ہاں یہ ٹھیک کہہ رہی ہے مارواسے، اسے کوئی حق نہیں کہ یہ زندہ رہے" وہ ہجوم ہاتھ میں پکڑے پتھر ڈی جے کی جانب پھینکنے لگا تھا۔

"ڈیڈی! کہاں ہیں آپ پلیز میرا یقین کریں میں ایسی نہیں ہوں مجھے بچائیں ڈیڈی" ڈی جے کو تکلیف سے اپنا سانس بند ہوتا لگا تھا۔ اس لیے وحشت سے بھرپور آنکھیں لیے وہ بھاگتے ہوئے مدد کے لیے پکارنے لگی تھی۔

پر جانے کوئی اس کی جانب کوئی آکیوں نہیں رہا تھا۔ وہ اس بھیڑ میں بھی تنہا تھی، جس کے پیچھے لوگ پتھر لیے دوڑ پڑے تھے۔ بھاگنے سے اس کا تنفس بگڑ رہا تھا، چہرہ پسینہ سے تر تھا، گلے میں کانٹوں کی چھن ہونے لگی تھی۔ اس لیے گھنٹوں کے بل زمین پر گر پڑی تھی، قریب تھا کہ یہ بھیڑ اس کی جان لے لیتا کوئی مہربان سایہ اس کے اوپر چھایا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی تھی، نظروں کے سامنے یک دم سے روشنی آنے پر ڈی جے نے فوراً سے آنکھیں بند کی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ ہوش سنبھالتے جو چیز اسے سب سے پہلے نظر آئی تھی وہ اسپتال کی سفید رنگ کی چھت تھی۔

"مس ڈی جے اب کیسا فیل کر رہی ہیں آپ؟" ڈی جے کو ہوش میں آتا دیکھ ڈاکٹر نے پوچھا تھا۔ جس پر ڈی جے چندیل نا سمجھی سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔ لیکن پھر اچانک ایک درد کی لہر اس کے سر میں ابھری تھی۔

"آااا۔۔۔ میری سر میں بہت پین ہو رہا ہے ڈاکٹر" ڈی جے نیم گنودگی کی حالت میں بولی تھی۔

"کوئی بات نہیں مس کچھ دیر تک یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی آپ آرام کریں"

نرس کوڈی جے کو نیند آوارا انجیکشن لگانے کا اشارہ کرتے ڈاکٹر مسکرا کر بولی تھا۔ کیونکہ
فلحال پر سکون رہنا اس کے لیے زیادہ ضروری تھی۔

"مس حمہ مبارک ہو آپ کی بہن اب ہوش میں ہے۔ ابھی فلحال ہم نے انہیں نیند کا
انجیکشن دیا ہے تاکہ وہ اپنے سر پر زیادہ زور نا ڈال سکیں۔ اسی لیے وہ سو رہی ہیں۔ پر اب
وہ خطرے سے باہر ہیں" ڈاکٹر نے ان سب کو تین دنوں بعد آخر یہ خوشخبری سنائی
تھی۔

"ڈاکٹر کیا میں اسے دیکھ سکتی ہوں۔" حمہ نے بے تابی سے پوچھا تھا۔ جس پر مثبت
جواب ملنے پر حمہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھے تھے۔

"صالح تم میرے ساتھ چلو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" ڈاکٹر حمہ کے
اندر جانے کے بعد، صالح کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولے تھے۔ ان کے انداز نے صالح
کو پریشان کیا تھا۔

@@@@@@@@@@

دسمبر کی دوپہر میں سے یہ ایک ایسی ہی دوپہر تھی جس میں کبھی سورج بادلوں میں چھپ رہا تھا، تو کبھی باہر جھانک کر دیکھ لیتا تھا۔ جب وہ باہر دیکھتا تو اس کی دھوپ جسم پر سونیاں چبھوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے میں روالپنڈی کے ایک غریب سے علاقے کی تنگ گلیوں میں ذوالنورین، واجد اور فضل دین عام لباس پہنے گزر رہے تھے۔

"سر یہ سامنے بھورے رنگ کے دروازے والے گھر میں وہ شخص رہتا ہے جو تصویریں آپ کی خواہش کے مطابق ایڈٹ کرتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے تعلقات بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ بھی ہیں جن کے لیے یہ تصویریں ایڈٹ کرتا ہے اور خوب پیسہ لے کر آتا ہے۔ پھر جب اسے پیسے ملتے ہیں تو اس کی گھر میں جہاں اکثر فاقے رہتے ہیں وہاں دعوتیں ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور آج کل بھی اس کے ہاں ہر روز دعوتیں ہو رہی ہیں۔ سر مجھے پکا یقین ہے کہ اس کیس کو حل کرنے کے لیے یہی سب سے بڑا ثبوت دے گا اور گواہ بنے گا۔" سنجیدہ چہرے اور دھشت سے بھرپور آنکھیں لیے ذوالنورین کے پیچھے چلتے واجد نے ایک طرف اشارہ کرتے سرگوشی کی تھی۔

"فضل دین تم بائیں جانب والے گھر کی طرف سے اس گھر میں کودو گے، واجد تم دائیں طرف سے جاؤ گے اور میں سامنے سے جاؤں گا۔ یاد رہے کہ وہ شخص بھاگنا نہیں چاہیے۔" ذوالنورین نے واجد کی بات پر سر ہلاتے، سپاٹ لہجے میں انہیں حکم دیتے کہا تھا۔

جس پر عمل کرتے وہ دونوں دوسرے جانب چل پڑے تھے۔

کچھ دیر بعد ذوالنورین اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔

"اے کون ہے بھی، ہم بہرے نہیں ہیں جو دروازے پر ماری ہی جا رہے ہو۔ آرہے ہیں دو منٹ تھوڑا صبر کرو" اندر سے کوئی خاتون ایک دم سے چیخنی تھی، ساتھ ہی قدموں کی آواز بھی قریب آگئی تھی۔

"جی بولو بابو کس سے ملنے کے لیے اتنے اُتاو لے ہو رہے تھے؟" منہ میں پان چباتے وہ عورت ذوالنورین کو پیروں سے سر تک دیکھتے بولی تھی۔

"جی مجھے نبیل سے ملنا ہے۔ کیا وہ گھر پر ہے؟" ذوالنورین نے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجاتے کہا تھا۔

"کیوں؟ وجہ؟" وہ عورت نحوست سے بولی

"میرا نام سیٹھ دلاور ہے۔ مجھے اپنے ذاتی کام کے سلسلے میں کچھ تصویریں ایڈیٹ کروانے ہیں۔ اسی لیے خود ملنے آیا ہوں۔ اس کام کے بدلہ میں نبیل کو ایک لاکھ دینے کو تیار ہوں۔" ذوالنورین اس عورت کی جانب جھکتے پر اثرار لہجے میں بولا تھا۔

"آواندر آؤنا۔۔ اس نے کہاں جانا ہے اوپر اپنے کمرے میں بیٹھا اپنا کام کر رہا ہوگا۔" ایک لاکھ سنتے ہی وہ عورت فوراً سے خوش آمد لہجہ اپناتے ہوئے بولی تھی۔

کچھ ذوالنورین کی باتوں اور کچھ اس کی شخصیت کا اثر تھا کہ وہ عورت ذوالنورین کی باتوں پر یقین لے آئی تھی۔ پھر اسے لیتے اوپر کی جانب بڑھی تھی دوسری جانب سے واجد اور فضل دین بھی گھر کی چھت پر آگئے تھے۔

"اوائے نبیل دیکھ تو تجھ سے ملنے کوئی سیٹھ آیا ہے۔" کمرے کا دروازہ کھولتے وہ عورت خوشی سے بولی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ذوالنورین نے اپنے گن پر گرفت مضبوط کی تھی تو ادھر سے واجد اور فضل دین بھی وہاں پڑی چارپائی کے پیچھے سے نکل کر فوراً ذوالنورین کے پیچھے ہوئے تھے۔

لیکن یہ کیا کمرہ کا دروازہ کھلنے پر وہاں کوئی نہیں ملا تھا۔

"نبیل کہاں ہے؟" اچانک کمرے کو خالی دیکھ کر ذوالنورین کا غصے سے برا حال ہوا تھا، اسی لیے اس عورت کے ماتھے پر گن رکھتے غرایا تھا۔

"مممم۔۔۔ مم۔۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔۔ وہ ابھی یہی تھا۔" وہ عورت ہکلا کر بولی تھی۔

"سریہ دیکھیں کھلا کمپیوٹر اس بات کی گواہی ہے کہ اسے مخبری ہو گئی تھی۔ اس لیے ابھی ابھی فرار ہوا ہے۔ وہ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔" واجد کی بات پر ذوالنورین اس عورت کو نیچے پھینکتے باہر گیا تھا۔

جہاں نیچلے گلی میں بھاگتے اس شخص پر نظر پڑتے ہی ذوالنورین نے وہی سے نیچے چھلانگ لگائی تھی۔ فضل دین نے اس عورت کو گرفتار کیا تھا اور واجد نے اس کمرے میں موجود ضروری ضروری چیزوں کو قبضے میں لیا تھا اور کمپیوٹر کے ڈیٹا کو یو ایس بی میں سیو کیا تھا۔

چھت زیادہ اونچائی پر ناہونے کے باعث، ذوالنورین کو معمولی سی خراشیں ہی آئی تھیں۔ اس لیے فوراً سے اٹھتے وہ اس کے پیچھے بھاگا تھا۔ بھاگتے بھاگتے وہ لوگ بڑی

سٹرک پر نکل آئے تھے۔۔ اس سے پہلے کے ذوالنورین اس شخص کو پکڑتا، نیبل
جانب بوجھ کر تیز رفتار گاڑی کے سامنے آگیا تھا۔۔۔۔۔

@@@@@@@@@@

"صالح دیکھو ویسے تو یہ بات مجھے میم ڈی جے کے والد یہ کسی گھر والے سے کرنی
چاہیے تھی لیکن چونکہ اب وہ یہاں نہیں ہے تو تم سے کر رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے صالح کو
اپنے سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب ڈاکٹر کیا ڈی جے ٹھیک نہیں ہے؟" صالح نے پریشانی سے ڈاکٹر سے پوچھا
تھا۔

"صالح فلحال تو وہ ٹھیک ہیں لیکن آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دیکھو صالح دنیا میں
موجود کوئی بھی انسان ہو، جب بات اس کے کردار کی آتی ہے تو وہ اس پر ذرا سے چھینٹے
سے پاگل ہو جاتا ہے اور یہاں تو بات ہی ایک نازک لڑکی کی عزت کی ہے۔ جس نے
پہلے ہر طرف سے صرف عزت اور پیار ہی پایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ڈی جے جیسی
نیوز میں دیکھائی جا رہی ہیں ویسی ہیں یا نہیں لیکن مجھے ان کا علاج کرتے پتہ چلا ہے کہ وہ
بہت حساس لڑکی ہیں۔

صالح ڈی جے شاید پہلے بھی کسی حادثے کا شکار ہو چکی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ باتوں کے متعلق مجھے کنفرم نہیں ہے اس لیے وہ نہیں بتا سکتا لیکن اتنا جان لو کہ اگر ڈی جے اپنے ذہن پر زیادہ زور ڈالیں گی تو خطرہ ہے کہ انہیں برین ہمر تچ ہو جائے۔ اور اگر ایسا ہوا تو ان کے بچنے کے چانسز بہت کم ہیں۔"

ڈاکٹر کی بات سن کر صالح کا چہرہ زرد پڑا تھا، ان گزرے چند دنوں میں صالح ڈی جے کو اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح ماننے لگا تھا۔ اسے یہ بات سن کر سچ میں پریشانی ہوئی تھی۔

"ڈاکٹر ذوالنورین آج کل اسی کیس پر کام کر رہا ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد یہ باتیں مڈیا پر سے کلیئر ہو جائیں گی۔ تب تک آپ پلیر ڈی جے کو جتنا ہو سکتا ہے اتنا بے ہوش رکھیں۔ کیونکہ ایسے وہ اپنے ذہن پر زور نہیں دے گی۔" صالح نے ڈاکٹر کو مشورہ دیا تھا۔

"صالح ذوالنورین کب تک اس انسان کو پکڑتا ہے یہ کوئی نہیں جانتا اور تمہیں پتہ ہے کہ جب ایک بڑی سلیبریٹی کی بات آتی ہے تو نیوز چینلز والے اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لیے کیا کچھ بھی کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو کہ کی دنوں سے نیوز چینل والے ہمارے اسپتال کے باہر اس انتظار میں ہے کب انہیں موقع ملے اور وہ ڈی جے پر

سوالوں کی بوچھاڑ کر دیں۔ اور پھر اتنی گنودگی ڈی جے کے لیے ٹھیک بھی نہیں ہے۔"

ڈاکٹر نے صالح کی بات کو رد کیا تھا۔

"تو ایسے میں کیا کیا جائے ڈاکٹر؟" صالح نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔

"دیکھو صالح ایسے میں صرف یہی طریقے ہیں کہ یا تو تم اس کے فادر کو یہاں بلاؤ جو اس کی طاقت بن کر اسے یقین دلائیں کہ وہ بہترین لڑکی ہے یا پھر کوئی ایسا سہارہ جس کو پا کر ڈی جے کے اندر موجود انسکیورٹی ختم ہو۔ جو اسے اعتماد دلا سکے کہ وہ ایسی نہیں ہے جیسی ٹی وی پر دیکھا جا رہا ہے۔ ان کے اندر کا اعتماد دوبارہ سے پیدا کرنے پر ہی وہ ٹھیک ہو سکتی ہیں۔" ڈاکٹر نے صالح کے سامنے اپنی رائے رکھی تھی۔ جس پر صالح سوچ میں پڑ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ گہری سوچ میں ڈوبے بغیر کچھ کہے وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

@@@@@@@@@@@@@@

اسپتال کے اس کمرے میں اس وقت گھمبیر خاموشی کے راج تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہاں پر ذوالنورین کی فیملی، جبرائیل صاحب کی فیملی کے علاوہ اور

بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ یہاں تک کہ ضبود بھی بیڈ پر ڈی جے کے ساتھ بیٹھا تھا۔ لیکن پھر بھی کیوں خاموشی تھی۔ چہرے کے تاثرات وہاں سے سب کے بیت خوش خوش سے تھے، سوائے ذوالنورین اور ڈی جے کے جو کہی حد تک سپاٹ تھے

"آپ نکاح شروع کریں۔" اچانک جبرائیل صاحب کی آواز نے وہاں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

"دوحہ جنت ولد تیمور آغا آپ کا نکاح ذوالنورین ضرار آغا ولد دایان آغا سے حق با عوض پچاس ہزار روپے کیا جا رہا ہے آپ نے قبول کیا؟" مولوی صاحب کی بات جہاں عنایہ نے حیرت سے سراٹھایا تھا وہی ذوالنورین کی دھڑکن ساکن ہوئی تھی۔ اس نام پر کائنات کی ہر چیز یوں جیسے جامد ہو گئی تھی۔

@@@@@@@@@

"ڈی جے مولوی صاحب کو جواب دو۔ وہ کچھ پوچھ رہے ہیں۔" حممنہ نے ڈی جے کی بازو کو ہلایا تھا، جو ورطہ حیرت، غم، خود پر ترس اور نجانے کون کون سے احساسات میں مبتلا تھی۔

"حق۔۔۔ قبول ہے" ڈی جے نے ہکلا کر بامشکل جواب دیا تھا۔ پھر مزید دو بار اور قبول ہے کہہ کر اس نے خود کو ذوالنورین کی ہم سفری میں ایک بار پھر دے دیا تھا۔ ذوالنورین جو اپنی ہیزل بیلو آنکھیں زمین پر مرکوز بس، اپنے جذبات میں پیدا ہوتے طلا تم کو روکتے، بس یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس کی سماعت میں جو نام گونجا ہے وہ دوحہ کا ہی ہے، اس قبول ہے پر اس کے نظروں کے سامنے کچھ منظر چلنے لگے تھے۔

"دوحہ جنت! میری جان اس گڑیا کو چھوڑو اور جلدی سے یس بولو، پھر بدلہ میں میں آپ کو گڈا دوں گی۔" عظمیٰ بیگم نے پانچ سالہ دولہن بنی بیٹھی دوحہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تھا۔

"پتا (پکا) ماما آپ مجھے گدا (گڈا) دیں گی؟" دوحہ نے اپنی چھوٹی آنکھوں کو مزید چھوٹا کیے پوچھا تھا۔ جس پر وہاں موجود سب لوگ مسکرا دیے تھے۔

"پکا میری جان اور آپ کو پتہ ہے آپ کا گڈا کون ہوگا؟؟" عظمیٰ بیگم نے دوحہ کی ٹھوڑی چومتے پوچھا تھا۔

وقت اسے اپنے ضرار نام سے بے تحاشہ محبت بھی ہوئی تھی۔

"ذوالنورین ضرار آغا ولد دایاں آغا آپ کا نکاح دوحہ جنت ولد تیمور آغا سے پچاس ہزار باحق عوض کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے قبول کیا؟" مولوی صاحب نے اب کہ یہ سوال ذوالنورین کے سامنے دہرائے تھے۔ جس پر تیرہ سالہ ضرار کے الفاظ گونجے تھے۔

"قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے" ضرار کے قبول ہے کہتے ہی ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھ تھا۔ اس چھوٹے سے گھر میں موجود مابوت آغا اور نسرین آغا کے بچے، پوتے پوتیاں انتہائی خوش تھے۔

"کیا یہ میری دوحہ ہے؟ نہیں میری دوحہ ایسی تو نہیں تھی، یہ بال یہ چہرہ یہ میرا دوحہ کا کب تھا۔ یہ لڑکی نہ تو شکل و صورت میں میری دوحہ جیسی ہے اور نہ ہی اخلاق میں اس کے جیسی ہے۔ اگر میری مجبوری ناہوتی تو میں اس لڑکی سے کبھی شادی نہ کرتا۔ ویسے بھی دنیا میں ایک ہی دوحہ نامی لڑکی تھوڑی ہے اور بھی ہو سکتی۔" ذوالنورین کی اندر سے ایک آواز آئی تھی۔

"ہاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن جیسا اس دن ڈی جے کو اٹھاتے وقت تمہارا دھڑکا کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایسے صرف دوحہ کی موجودگی میں ہی دھڑکتا تھا۔ کیا تمہارے دل کو وہ قرار یاد

نہیں جو برسوں بعد پیچھے کچھ ماہ سے اسے تب تب ہی نصیب ہوا ہے۔ جب جب ڈی جے تمہارے نزدیک ہوتی تھی۔ کیا یہ سب تمہیں نہیں بتا رہا کہ یہی تمہاری دوحہ ہے۔ تمہاری روح کا دوسرا حصہ "ذوالنورین کے اندر سے کسی نے اسے دلیل پیش کی تھی

"اچھا تو اگر یہ میری دوحہ ہی تھی تو کیوں یہ اتنے مہینوں سے میرے سامنے انجان بنی رہی، کیوں میری ہر تکلیف کو جانتے بھی ڈی جے کی شکل میں میرے ضبط کی آخری حدوں کو دیکھتی رہی، کیا پانچ سال کی وہ ہجر کی راتیں میری اس غلطی کا کفارہ ادا کر سکیں تھی۔ جس میں میرا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ جو یہ یوں مجھے تڑپتے ہوئے دیکھنے آ گئیں۔" ایک جنگ تھی جو ذوالنورین کے اندر باہر چل پڑی تھی۔

صالح نے ذوالنورین کے کندھے پر دباؤ ڈالتے اسے ہوش کی دنیا میں لوٹایا تھا، ورنہ کیا بید تھا کہ ذوالنورین کے اندر چلتی جنگ کتنی دیر تک جارہی تھی۔

"قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے" اپنے ہاتھ کی مٹھیوں کو زور سے بھینچ کر اپنے اشتعال پر قابو پاتے اقرار کیا تھا۔ جس پر کمرہ میں مبارکباد کا شور اٹھا تھا۔ یہ شور ذوالنورین کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسنے لگا تھا۔ پچھلے ساتھ گھنٹوں میں اس کی زندگی نے جو جو

موڑ لیا تھا، وہ اس پر بوکھلا کر رہ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بغیر کچھ بولے وہ اٹھ کر باہر کی جانب چلا گیا تھا۔

دوسری طرف جبرائیل صاحب کے ڈی جے کے سر پر ہاتھ رکھنے کی دیر تھی کہ وہ ان کے ساتھ لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ دو محبت کرنے والوں کی قسمتیں پھر سے آکر جوڑ دی گئیں تھی۔ لیکن جانے کیوں پھر بھی ہر طرف غمزدہ ماحول اور ایک بے سکونی سی تھی۔

@@@@@@@@@@

"جی ڈیڈی نکاح ہو گیا ہے۔ بہت بہت مبارک ہو ڈیڈی! ویسے آپ کا موبائل نکاح شروع ہوتے بند کیوں ہو گیا تھا؟ میں نے دو تین دفعہ ٹرائے کیا مگر وہ مل ہی نہیں رہا تھا۔" موبائل کان سے لگائے حمنہ ڈی جے کے پاس سے اٹھ کر باہر آتے بولی تھی۔ کیوں کہ اس وقت کمرے میں شور بہت تھا۔

"خیر مبارک بیٹا! اصل میں وہ نیٹ کا شاید کوئی مسئلہ تھا اسی لیے مجھے وہاں کی آواز صاف سنائی نہیں دے رہی تھی۔ تو بس اسی وجہ سے میں فون کاٹ کر دوبار ملا یا تھا۔ پھر سگنل کمزور ہونے کے باعث کال ہی نہیں ہو سکی۔ ویسے تم نے پہلے بھی میری

بات صرف اپنے بہنوئی کے والد کیا نام تھا جبرائیل صاحب سے ہی کروائی تھی، اب زرافون اسے دونامیں اس سے بات کر کے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں کہ دوحہ ٹھیک ہاتھوں میں تو گئی ہے۔ اور اس کا نام کیا بتایا تھا تم نے ایس پی؟" تیمور صاحب نے حمہ کو جواب دیتے نام پوچھا تھا۔

"ڈیڈی وہ ان کا نام ایسی پی ذوالنورین ہے۔ اور وہ ابھی نکاح ہوتے ہی کہیں چلے گئے ہیں۔ لیکن آپ باقی سب سے اور ڈی جے سے بات کر لیں وہ یہی ہیں۔" حمہ نے تیمور صاحب کو جواب دیتے فون لے کر اندر کی جانب گئی تھی۔

تیمور صاحب کی آنکھوں کے سامنے اس نام سے ضرار کا چہرہ آیا تھا، جس کو وہ اپنا وہم سمجھتے یہ کہہ کر سر جھٹک گئے تھے۔ کہ ایک نام کے کئی لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

کافی دیر تک دوحہ عرف ڈی جے سے بات کرنے کے بعد جب تیمور صاحب نے فون رکھا تو ان کے چہرے پر کافی اطمینان تھا، جس کو دیکھ کر التمش جو پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا، آگے آتے بولا

"سر آپ کو نہیں لگتا کہ ڈی جے میم کی شادی کر کے آپ نے وحید خان کی دشمنی مول لے لی ہے؟ اور پھر ابھی تک ضرار کا بھی کچھ نہیں پتہ کہ اس نے طلاق کے پیپرز کوٹ

میں جمع کروائیں ہے یا نہیں تو پھر یہ نکاح کچھ غلط نہیں؟؟؟" التمش کی بات پر تیمور صاحب کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ بکھری تھی۔

"پہلی بات تو یہ کہ وہ دو کوڑی کا ضرار تو یقیناً اب تک دوحہ کی جدائی میں مر بھی گیا ہو گا اور بل فرض زندہ بھی ہو تو یقیناً دوحہ کو طلاق دے کر دوسری شادی بھی کر چکا ہو گا۔ کیونکہ آج کے نفسا نفسی کی دور میں یہ محبت، عشق وغیرہ سب نام کے ہی رہ گئے ہیں۔ دوسری بات وحید خان کچھ ثبوت کی بنیاد پر یہ سمجھتا ہے کہ وہ تیمور آغا کو اپنے قابو میں کر لے گا۔ ہا ہا ہا وہ پاگل یہ بھول بیٹھا ہے کہ جس کھیل کا وہ نیا کھلاڑی ہے اس کا تو میں مسٹر ماسٹڈ ہوں اور جہاں تک بات ہے کہ اگر میں اس کی شادی ڈی جے سے نہیں کروانا چاہتا تھا۔ تو برسوں پہلے اس کے اشاروں پر کیوں چلا تھا، تو وہ اس لیے کہ اس وقت میں خود ویسا چاہتا تھا۔ وہ دو ٹکے کے ضرار تھا تو میرا خون پر شرافت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور وہ مجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا تھا۔" تیمور نے گلاس میں شراب بھرتے کہا تھا۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے سر یہ جو ایس پی آپ کا نیا داماد ہے وہ آپ کا ساتھ دے گا؟" التمش نے ایک اور نکلتا اٹھایا تھا۔

"التمش شاید ابھی تک طاقت ہونے کے باوجود تم اسی لیے ترقی نہیں کر سکے کہ تم کبھی اپنی عقل کا استعمال نہیں کرتے۔ تمہیں میرے ساتھ کام کرتے بیس سال ہو گئے ہیں پر تم میری چالوں کو ابھی تک سمجھ نہیں سکے ہو۔ خیر تم بھی کیا یاد رکھو گے بتا دیتا ہوں کہ یہ ایس پی چاہے جو بھی میرے بہت کام آنے والا ہے۔ کیونکہ پاکستان کی پولیس رشوت لیے اور دینے میں بڑی آگے ہوتی ہے۔ اس لیے یہ شخص بھی میری طرح حد درجہ کمینا ہو گا۔ دیکھنا تم یہ میرے کام کو خوب بڑھائے گا۔ بس تم یہ آرام سے ایک دو ماہ کے اندر اندر یہاں کے معاملات پنٹاؤ مجھے کیونکہ مجھے اپنے داماد سے ملنے کی بڑی بے چینی ہے۔" تیمور صاحب نے شراب کا گھونٹ بھرتے پر اسرار لہجے میں التمش کو حکم دیا تھا، جو سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

@@@@@@

"کیا سوچ رہے ہو؟ ڈی جے کے ہوش میں آنے کے بعد، ضبود سمیت سب لوگ اس سے ملنے گئے ہیں۔ پھر تم اس سے ملنے اسپتال کیوں نہیں گئے؟" ذوالنورین ویلا کے لاونج میں صوفہ پر آنکھیں بند کیے لیٹنے کے انداز میں بیٹھے ذوالنورین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے صالح نے پوچھا تھا۔

"سر میں درد ہو رہا ہے بس اسی وجہ سے نہیں گیا ویسے بھی میرا جانا ضروری نہیں ہے
پھر چلا جاؤں گا" ذوالنورین نے ماتھے کو ملتے جواب دیا۔

"ذوالنورین یاد ہے تمہیں وہ وقت جب آج سے چھ سال پہلے ایک دن کراچی میں تم
نے روڈ ایکسڈنٹ میں میری جان بچائی تھی۔ تب سے تم نے صالح مراد کو اپنے نام کر
لیا تھا اور تبھی سے ہماری دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ جس میں تم میرے جگر بن گئے جانتے ہو
میں تمہیں ایسے ہی جگر نہیں کہتا بلکہ تم سچ میں میری زندگی میں اتنے ہی قیمتی ہو اور تم
جتنا مرضی سپاٹ چہرہ بنا لو لیکن جو تمہاری اندرونی حالت ہوتی ہے وہ میں جان ہی جاتا
ہوں اس لیے جھوٹ بولنا بند کرو اور اصل مسئلہ بتاؤ" صالح آج معمول سے ہٹ کر
بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"صالح اس کیس کا سب سے اہم ثبوت اس وقت آئی سی یو میں پڑا ہے۔ بے شک مجھے
اصل تصویریں مل گئی ہیں لیکن پھر بھی اس شخص کی گواہی بہت ضروری ہے۔ اور مجھے
جہاں تک لگتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کھیل کے پیچھے زمل کا ہاتھ ہے جس نے مجھے بھی کل
اسی وقت پر اپنے ساتھ کی گئی چند ایڈٹ تصویریں بھیج کر دھمکی دے ہے کہ اگر کل
تک میں نے اس سے شادی ناکی تو وہ مجھ پر ہراسمنٹ کا کیس کر دے گی۔

مجھے اس کی دھمکی سے ڈر نہیں لگ رہا بلکہ مجھے ڈی جے کے لیے دکھ ہو رہا ہے کہ میں تین دن گزرنے کے بعد بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر پایا "ذوالنورین نے چھت کو سرخی مائل آنکھوں سے گھورتے انتہائی سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تھا۔

"تمہیں اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے ذوالنورین؟ تم تو دوحہ سے محبت کرتے تھے نا؟ پھر ڈی جے کو کیوں تکلیف میں نہیں دیکھ پارہے "صالح نے اچانک بات کا موضوع بدلتے سوال کیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو صالح میں اتنی بے غیرت نہیں ہوا کہ دوسرے کی عزت اچھالے جانے پر خوش ہوں گا۔ مجھے بھی اللہ نے بہن دی ہے اور ویسے بھی پولیس کی نوکری جوائن کرتے وقت میں خود سے عہد کیا تھا کہ اپنے ملک کے لوگوں کو ہر برائی سے بچاؤں گا اور میرے علاقے کی ہر عورت محفوظ ہوگی۔ لیکن ڈی جے کے ساتھ یہاں آکر جو بھی ہوا بس اسی وجہ سے پریشان ہوں۔ اس لیے فضول باتیں سوچنا بند کرو۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے "ذوالنورین نے غصہ سے صالح کو گھورتے دانت بھینچے جواب دیا تھا۔

"ذوالنورین میرے یار کو کبھی اتنی وضاحتیں دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ لیکن خیر

اگر تم انسانیت کی بات کر رہے ہو تو انسانیت کے ناتے ایک اور کام کرو۔ اسپتال میں اس واقعہ کے زیر اثر اپنی ذات کا اعتماد کھونے والی ڈی جے سے شادی کر کے اس کی طاقت بن جاؤ۔ "صالح نے سپاٹ لہجے میں مشورہ دیا تھا۔

"صالح!!۔۔۔۔۔ لگتا ہے آج تم نے شاید نشہ وغیرہ کر لیا ہے اس لیے انتہائی بے تکی باتیں کر رہے ہو۔ جاؤ یہاں سے میں اس وقت سونا چاہتا ہوں۔" ذوالنورین نے اس بات پر اپنی شریانوں میں اٹھتے طوفان کو قابو پاتے صالح کو دفعہ ہونے کا کہا تھا۔

"میں مزاق نہیں کر رہا اور نہ ہی میں نے کوئی نشہ کیا ہے ذوالنورین، جانتے ہو ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس وقت ڈی جے جس قدر ذہنی دباؤ کا شکار ہے ممکن ہے کہی اسے بریم ہمرج نا ہو جائے، اس وقت اسے سہارے کی ضرورت ہے لیکن اس کے ڈیڈی دو بی میں پھنسے بیٹھے ہیں۔ اور میرے خیال سے اگر ایسے نازک موڑ پر تم اس کا سہارا بنو گے تو شاید وہ بچ جائے کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ کہی نا کہی وہ تم سے محبت کرتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں تمہارے نام پر آتے رنگ چھپائے سے بھی نہیں چھتے اور ذوالنورین کیا ہی اچھا نہیں کہ تم ایک ایسی محبت کہ جو تمہیں تڑپنے کے لیے چھوڑ گئی ہے، اسے بھول کر ایسی محبت کا ہاتھ تھام لیتے جس کو تمہاری ضرورت ہے۔

ذوالنورین محبت صرف پانے کا نام نہیں یوتا، بعض اوقات یہ قربان ہو جانے کا اور کسی اور کو اس کی خوشی دینے کا بھی نام ہے۔ "صالح نے ذوالنورین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

"مانا کہ محبت قربانی مانگتی ہے مگر محبت میں بے وفائی بھی نہیں ہوتی، میں اپنی دوحہ سے کبھی بے وفائی نہیں کر سکتا تم چاہے کچھ بھی کہو لیکن میں ہر گز بھی یہ رشتہ قبول نہیں کروں گا۔" ذوالنورین صالح کا بازو جھٹکتے تلخ لہجہ میں کہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے اگر تم ڈی جے سے شادی نہیں کروں گے تو میں بھی عنایہ سے شادی نہیں کروں گا۔" صالح نے ایک دم سپاٹ انداز میں کہا تھا۔

"ہوش میں تو ہو تم صالح، تم اس ڈی جے کی وجہ سے میری بہن کو چھوڑو گے وہ بھی تب جب شادی میں صرف گنتی کے دن باقی ہے اور ساری تیاریاں ہو چکی ہیں۔" ذوالنورین نے ضبط سے سرخ آنکھیں لیے کہا تھا۔

"ذوالنورین دیکھ تو چاہے جو بھی سمجھ لیکن تجھے یہ شادی کرنی ہوگی ورنہ بھول جانا تیرا کوئی دوست صالح بھی تھا۔" یہ کہتے ہی صالح وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

کافی دیروہاں بیٹھے سوچنے کے بعد ذوالنورین نے آخر اس نکاح کے لیے ہامی بھر دی تھی، جس کے بعد سارے معاملات تیزی سے تہہ پائے تھے۔ صالح نے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ آخر اس کے دوست کی شادی تھی۔ بے شک اس شادی کو کرانے کا اس کا طریقہ غلط تھا لیکن نینت نہیں، یہی وجہ تھی کہ تیمور صاحب کے سامنے خوشی سے اس نے ذوالنورین کو اپنا بھائی کہہ کر متعارف کروایا تھا۔

ڈی جے بچاری کی تو کسی نے سنی ہی نہیں تھی، حمزہ نے تیمور صاحب کی رضامندی سے ہر چیز خود ہی تہہ کر دی تھی۔



@@@@@@@@

"ڈی جے تم سے ایک بات پوچھوں؟" ڈی جے کے پاس اس وقت کمرے میں صرف عنایہ ہی بیٹھی تھی۔ جبکہ ضبود ساتھ پڑا سو گیا تھا۔

"ہممم پوچھو؟" ڈی جے جو جانے آنکھیں بند کیے سوچوں میں گم تھی یا سو رہی تھی، عنایہ کی بات پر بولی تھی۔

"کیا تمہارا نام محفف کیا ہے؟" عنایہ نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"دوحہ جنت کیوں کیا ہوا؟" ڈی جے کو عنایہ سے شاید اس سوال کی توقع نہیں تھی اس لیے تھوڑی حیران ہوئی تھی۔

"نہیں وہ پہلے کبھی میں نے پوچھا نہیں ہو تو اس لیے، اگر تمہیں برا لگا تو آئی ایم سوری، میں تو بس اپنی بھابھی کے متعلق تھوڑا سا جاننا چاہی تھی" عنایہ شرمندہ سی مسکراہٹ چہرے پر لاتے بولی تھی۔

"نہیں نہیں مجھے بالکل بھی برا نہیں لگا۔۔۔ تم پوچھو جو پوچھنا ہے۔" ڈی جے کو عنایہ کا شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا تھا، اس لیے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی تھی۔

"شکریہ ڈی جے! کیا آپ مجھے بتائیں گی کہ آپ کے گھر میں کون کون ہے؟ اور آپ کہاں سے تعلق رکھتی ہیں۔" ڈی جے کے حوصلہ دینے پر عنایہ اپنے اندر اٹھتے اندیشوں کے غلط ہونے کی دعائیں کرتی ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"میں بتاتی ہوں عنایہ ڈیر!" اتنے میں حمنہ اندر کمرے میں آتے ہوئے عنایہ کے سوال کو سن چکی تھی، مسکرا کر بولی تھی۔

"ڈی جے کا پورا نام دوحہ جنت ہے اور ڈیڈی تیمور آغا ہیں۔ ان کا تعلق بنیادی طور پر

کوئیٹہ سے ہے۔ میرا ویسے تو ڈی جے سے کوئی تعلق نہیں، بس آج سے کچھ سال پہلے جب ڈیڈی دوحہ کے علاج اور سرجری کے سلسلے میں کوئیٹہ سے کراچی آئے تھے۔ تب یتیم خانے سے بھاگتے ہوئے میرا ایکسڈنٹ ان کی گاڑی سے ہوا تھا، ڈیڈی مجھے بھی اسپتال لے گئے تھے۔ پھر مجھے ہوش میں آنے کے بعد جب میں نے انہیں بتایا کہ میں کہاں سے ہوں اور وہاں نہیں جانا چاہتی تو انہوں نے مجھے ڈی جے کی دیکھ بھال کے لیے رکھ لیا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ڈی جے نے مجھے اپنی بڑی بہن کا درجہ دے دیا اور ڈیڈی نے مجھے اپنی بیٹی بنالیا یوں میں ان کے چھوٹے سے گھر کا حصہ بن گئی۔ "حمہ کی بات پر عنایہ کے چہرے کا رنگ اڑا تھا، ایک تلخ گزراکل اس کی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

کتنی عجیب بات تھی کہ جس کے نہ آنے کی دعائیں وہ کرتی تھی وہ تو کب کی ان کے ساتھ تھی۔

"ڈی جے کی س۔۔۔ سرجری کیوں ہوئی تھی؟" عنایہ نے اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کرتے پوچھا تھا۔

"اس کے متعلق مجھے تو کچھ خاص نہیں پتہ اور نہ ہی ڈی جے کیوں اس ایکسڈنٹ کے

بعد ڈی جے اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ ہاں بس اتنا پتہ ہے کہ جب میں نے ڈی جے کو پہلی بار دیکھا تھا تب اس کا چہرہ پیٹوں میں جکڑا تھا، کیوں ڈاکٹر کے مطابق ایکسیڈنٹ میں ڈی جے کے چہرے لگے کانچ کے ٹکڑوں نے اس کی جلد کو بہت برے طریقے سے خراب کر دیا تھا۔ اس لیے سرجری ضروری ہو گئی تھی۔ "حمہ کے پہ در پہ انکشاف عنایہ کو حیرت اور تکلیف کے عجیب سے احساس سے گزار رہے تھے۔

"ڈی جے لالی مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تم سے نفرت کروں، تم پر ترس کھاؤں یا تمہاری بے خبری پر ماتم کروں۔ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ زندگی کبھی یوں بھی امتحان لے گی۔ کبھی میں تم سے اس طرح بھی ملوں گی۔ تو کیا محبت نے جو سزا میرے بھائی کو تڑپنے کی صورت میں دی تھی وہی سزا تمہیں بے خبری کی صورت میں دی تھی۔ آہ یہ ظالم محبت جس نے نا تمہیں بخشا اور نا ہی میرے بھائی کو۔۔۔ مجھے نفرت ہے اس لفظ سے اور وعدہ ہے کبھی اس لفظ کو اپنے پاس نہیں بھٹکنے دوں گی۔" عنایہ وہاں سے بہانہ بنا کر اٹھ کر باہر کاریڈور میں آئی تھی اور بیچ پر بیٹھتے اپنے آنسوؤں کو اندر آتے اتارتے ایک عزم سے بولی تھی۔ پھر ایک خیال آتے بڑبڑائی تھی۔

"بھائی بھی یقیناً میری دوحہ کو پہچان چکے ہوں گے۔ کیا مجھے دوحہ کی یادداشت بارے

میں انہیں بتانا چاہیے؟ لیکن اگر اس بات نے انہیں مزید تکلیف دی تو؟؟؟ "

@@@@@@@@@@

"صالح میں نے تیزی دھمکی پر نکاح تو کر لیا ہے۔ لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ یہ نکاح اور ہماری دوستی سلامت رہے تو پھر ٹھیک ہے کل تک جیسے بھی کر کے ڈی جے کی رخصت کروا" ذوالنورین کی بات پر صالح کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ یہ کایاٹ بچارے کی سمجھ سے باہر تھی کہ آخر یہ چند لمحوں میں ایسا کیا ہو گیا جو کھڑوس صاحب زادہ ایسی فرمائش کر رہا ہے۔

"آآآ۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔ میرے ساتھ تم نے یہ مزاق کیوں کیا؟"

اُس خوبصورت مینشن کے ایک کمرے سے پچنگ بیگ پر پڑتے گھونسوں کی آوازوں کے ساتھ ذوالنورین کی غصہ اور غم میں ڈوبی آوازیں بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔

"نہیں شاید میرے ساتھ مذاق تم نے نہیں کیا بلکہ اپنا مذاق میں نے خود بنایا ہے، وہ بھی تم سے محبت کر کے (یہ کہتے کی ذوالنورین تلخی سے مسکرایا تھا)، میرے ماں باپ لے کر، زندگی نے پہلے ہی مجھے بہت غم دیے تھے۔ مجھے اپنوں کے ہوتے ہوئے درد

نوکری کی تلاش میں بھٹکانے پر مجبور کیا تھا۔ لیکن میں اس زندگی سے خوش اور مطمئن
تھا کیونکہ تم میرے پاس تھی، میری متاعِ جان، میری محبت، میری بیوی۔۔۔۔۔ پر تم
نے کیا کیا۔۔۔۔۔ میری ذات کو ٹکڑوں میں بکھیر دیا۔۔۔۔۔ فقط اس رات کی ایک ایسی
غلطی کی وجہ سے۔۔۔۔۔ جس میں بے قصور تھا۔۔۔۔۔ مجھے پھنسا یا گیا تھا۔۔۔۔۔

لیکن پھر بھی میں نے اس ایک رات کے لیے پورا سال تمہارے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو کر معافی کی بھیگ مانگی تھی لیکن تم پتھر دل بن کر میری زندگی سے غائب ہو گئی تھی۔

اور نکال دیا مجھے کسی کچرے کی ڈھیر کی طرح اپنی زندگیوں سے۔۔۔ اور اب برسوں بعد میرے سامنے چہرہ بدل کر کیوں آئی ہو۔۔۔ کیا صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ میں زندہ ہوں یا تڑپ تڑپ کر مر گیا ہو۔۔۔۔۔"

جانے یہ کس بات کا غصہ اور اشتعال تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا پینچنگ بیگ پر جب مار مار کر اب تو اس ہاتھ بھی زخمی ہو گیا تھا۔

لیکن شاید اندر موجود بھڑاس ابھی نکلی نہیں تھی اس لیے وہاں موجود باقی چیزوں کو بھی اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگا تھا۔

"اور یہ جو چہرہ تم میرے سامنے لے کر آئی تھی۔۔۔۔۔ یقیناً وہ یہ سب جانب بوجھ کر لے کر آئی تھی تاکہ چھپ کر میرے ذات کو پل پل افیت میں تڑپتا دیکھتی رہو۔

ہاں یہی وجہ تھی کہ اپنی جھوٹی سا لگرہ کی رات تم نے مجھے 'ضرار' کہہ کر پکارا تھا۔۔۔۔۔

افسوس میں بھی کتنا بے وقوف تھا کہ تمہارے اس چہرے کو دیکھ ناسکا۔" سامنے شیشے میں نظر آتے ڈی جے کے چہرے کو نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ذوالنورین نے زور سے اس پر اپنا مکا مارا تھا۔

"لیکن دیکھو ناقسمت نے کیسا کھیل کھیلا ہے اور تمہیں پھر سے میرے نکاح میں باندھ دیا ہے۔ لیکن آج محبت پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا ہے ڈی جے عرف دوحہ وہ بھی صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔ جانتی ہو جب میں یہ سوچتا ہوں کہ آج اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو کیا تم تب بھی خود کو سہارا دینے کے لیے میرے نکاح میں ہوتے ہوئے اس سے نکاح کر لیتی۔۔۔۔۔ تو میرا دل آری سے کتنا محسوس ہوتا ہے۔" آنکھوں کو زور سے بھیجنے ذوالنورین نے اپنا ہاتھ زور سے اس ٹوٹے شیشے پر مارا تھا۔

دونوں ہاتھ اس وقت خون سے بھر چکے تھے، لیکن دل پر لگے زخموں کے اگے یہ زخم بہت بے معنی لگ رہے تھے۔

"اگر تمہیں چھپ چھپ کر مجھے تڑپتے دیکھنا اتنا ہی عزیز ہے تو جان لو اب میں بھی تمہارے چہرے کا نقاب خود نہیں اتاروں گا بلکہ تمہیں اتارنے پر مجبور کر دوں گا اور چاچو آپ نے بھی کبھی یہ جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ آپ کی بھائی کے بچے اس وقت کہاں ہیں؟۔۔۔ شاہد آپ بھی اپنی بیٹی کی طرح بدل چکا ہیں۔۔۔ اگر سب بدل رہے ہیں تو آج سے یہ ذوالنورین آغا بھی بدلے لگا اور آپ کی بیٹی کو بھی ویسے ہی تڑپائے گا جیسا اس نے مجھے تڑپایا اور جہاں تک اس خوفناک، کالی میری بخت کے سونے کی رات کا سوال ہے تو اب میں جہ ثابت بھی کر کے رہوں گا کہ اس رات میرا کوئی قصور نہ تھا۔ وہ کسی کی سازش تھی جس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اور جس وقت میں اپنی بے گناہی کا ثبوت دوں گا۔ اسی وقت میں دو حہ کو اس رشتے سے آزاد کر دوں گا۔۔۔۔۔" جنونیت سے بھرپور سرخی مائل ہیزل آنکھوں کو سامنے دیوار پر ٹکائے، یہ کوئی اور ہی غلط فہمیوں سے بھرا ذوالنورین تھا جو اس وقت کسی اور ہی منزل کا مسافر بن اٹھا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

"صالح میں نے تیزی دھمکی پر نکاح تو کر لیا ہے۔ لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ یہ نکاح اور

ہماری دوستی سلامت رہے تو پھر ٹھیک ہے آج کے آج کچھ بھی کر کے ڈی جے کی رخصت کروا " جذبات کی شدت سے سرخ پڑی آنکھوں لیے ذوالنورین نے صالح کے سامنے فرماں سادر کیا تھا۔ جس پر صالح کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"ذوالنورین تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ کہی بخار تو نہیں ہو گیا۔ ادھر دیکھاؤ مجھے چیک کرنے دو۔ کیونکہ جو حضرات صبح تک شادی کے لیے تیار نہ تھے وہ یکدم سے رخصتی کی بات کر رہے ہیں۔ میرے ننھے سے دل کو کہی ہارٹ اٹیک نا آجائے " صالح جلدی سے ذوالنورین کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو کہا ہے وہ کرو اور ہاں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا تم نے جو مجھے دھمکی دی تھی، میں اسے عملی جامہ پہناؤ گا۔ " صالح کا ہاتھ اپنے سر سے پیچھے ہٹاتے، ذوالنورین نے چہرہ دوسری طرف کیا تھا۔

"ٹٹ۔۔۔ ٹھیک ہے یار میں بابا سے کہہ کر انکل سے اجازت لیتا ہوں۔ لیکن تم اتنی ڈراؤنی باتیں تو مت کرو۔ اور پھر ابھی تورات ہو رہی ہے اس لیے کل تک کا انتظار تو کر لو " صالح جانتا تھا کہ ذوالنورین کی دھمکی محض دھمکی نہیں ہوتی، اسی لیے اپنی زبان کو تر کرتے منمنایا تھا۔

"للا مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔ وہ ڈی جے ہی آپ کی دوحہ۔۔۔۔۔" عنایہ جو نجانے کب اسپتال سے آئی تھی، اس کی آواز نے صالح کا دھیان کھینچا تھا۔

"گڑیا بس یہی خاموش ہو جاؤ اور جا کر اپنے کمرے آرام کرو کیونکہ کل صبح تمہیں صالح کے ساتھ اپنی بھابھی کو رخصت کروا کر لانا ہے۔" ذوالنورین نے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں کو زور سے بھینچے اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو کیا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہاں موجود ہر چیز اس کے بے وقوف بن جانے پر مذاق اڑا رہی ہو۔ کہ

"دیکھو ذوالنورین ضرر آغا تم خود کو دوحہ کا دیوانہ کہتے تھے لیکن کیا ہوا اتنے ماہ وہ تمہارے سامنے رہی لیکن تم اسے پہچان نہ سکے۔"

"اتنی جلدی رخصتی؟ لالا تو کیا آپ ڈی کے بارے میں پہلے سے جانتے ہیں؟ پر کیسے؟ اور مجھے کیوں نہیں بتایا؟ تو کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ڈی جے کی۔۔۔۔۔" عنایہ تیزی سے آگے بڑھی تھی، لہجے میں حیرانگی کا عنصر واضح تھا۔

"گڑیا اس وقت میں مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے جاؤ جا کر فریش ہو جاؤ۔ اور صالح تم بھی جاؤ آج رات کا وقت ہے تمہارے پاس، جس سے اجازت لینا ہے لو کیونکہ کل اگر وہ میرے گھر میں موجود نہ ہوئی تو انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

ذوالنورین عنایہ کی بات کاٹتے، صالح کو ہدایت دیتے وہاں سے خاموشی سے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"پرنسز یہ تم دونوں بہن بھائیوں میں آخر کیا چل رہا ہے؟۔۔۔۔ اور تم کیا کہہ رہی تھی کہ ڈی جے ہی دوحہ۔۔۔۔؟" ذوالنورین کے جانے بعد صالح نے گم سم کھڑی عنایہ کو ہلاتے پوچھا تھا۔ ان دونوں کی باتوں سے وہ الجھ گیا تھا۔

"وہ صالح بھائی۔۔۔" عنایہ نے پریشانی سے صالح کو ساری بات بتانی چاہی تھی لیکن صالح تو اس کی پہلی بات پر ہی اچھل پڑا تھا۔

"خدا کا خوف کو عنایہ اللہ اللہ کر کے مجھے بچارے کا رشتہ پکا ہوا ہے۔ اب تو یہ بھائی کا ٹنٹنامت لگاؤ۔ لگتا ہے آج یہ دونوں بہن بھائی مجھے ہارٹ اٹیک دے کر رہیں گے۔" صالح آخری لائن منہ میں بڑبڑاتے خفگی سے بولا تھا۔

"کیا ہے بھئی صالح بھائی اب اتنی پرانی عادت جلدی تھوڑی جاتی ہے۔ اور ویسے بھی اچھے بھلے ہمارے دوستی کے رشتے کو آپ ہی نے بدلہ ہے اس لیے اب مجھ سے کوئی توقع نارکھیں۔ جب نکاح ہو گا تب دیکھ لوں گی۔ ابھی پلیز میری دوسری بات سنیں ڈی جے ہی دوحہ بھابھی ہے۔" عنایہ چڑتے ہوئے تیزی سے بولی تھی۔ جس پر صالح جو

اپنے نام کے ساتھ بھائی لگنے پر برے برے منہ بنانا کچھ کہنے لگا تھا ایک دم آنکھیں
پھاڑے عنایہ کو دیکھنے لگا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"ایس پی سر! آپ جس مریض کو لے کر آئے تھے۔ وہ اس وقت خطرے سے باہر
ہے۔ یہ تو شکر تھا کہ آپ اسے بروقت لے آئے ورنہ اگر خون زیادہ ضائع ہوتا تو اس کا
بچنا مشکل تھا۔ خیر اب تو ہم نے ان کے سر پر پٹی کر دی ہے اور بازو کے فریکچر پر بھی
پلستر لگا دیا ہے۔ امید ہے کہ کل تک اسے ہوش آجائے گا۔ تب آپ انہیں یہاں سے
لیجا سکتے ہیں۔" ایک نجی اسپتال کے اس سفید پوش کمرے میں موجود سٹریچر پر پڑے
آدمی کو دیکھتے ڈاکٹر نے ذوالنورین کو بریفنگ دی تھی۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر! آپ نے میری بہت مدد کی اور اس کی شناخت کو چھپا کر اس کا علاج
کیا۔ اصل میں یہ ایک بہت اہم کیس کا گواہ ہے۔ اس لیے مجھے اسے ہر حال میں کل
تک ہوش میں دیکھنا ہے۔ ویسے تو میں خود آج رات یہی رکوں گا۔ لیکن اب بھی
دھیان رکھیے گا کہ اسپتال سے اس کی خبر باہر نہ جائے" سنجیدہ چہرے اور اپنی سنجیدگی
سے بھرپور آنکھیں بیڈ پر لیٹے نبیل پر گھاڑے ذوالنورین نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملایا تھا۔

اور ان کے جانے کے بعد ایک طرف پڑے صوفہ پر بیٹھتے اس نے کسی کو ایک میسج بھیجا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

"میں یہ رخصتی کسی قیمت پر نہیں کروں گی۔۔۔ آپ لوگوں نے تو مذاق ہی سمجھ لیا ہے۔۔۔ کل شام کو کہتے ہیں نکاح کر لو۔۔۔ اور آج صبح ایک دم سے آکر کہہ رہے ہیں کہ تیار ہو جاو کچھ دیر تک رخصتی ہے۔۔۔ مطلب آپ سب کے لیے یہ تو مذاق ہو گیا ہے اور بابا۔۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتے۔۔۔ کیا میں ان کے لیے بوجھ بن گئی ہوں جو مجھے اتنی جلدی سر سے اتار کر پھینک رہے ہیں۔۔۔ اور حمنہ تم تو میری پیاری بہن ہو۔۔۔ تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہوں۔" ڈی جے غصہ اور آنسوؤں سے ملی جلی آواز سے ایک دم سے چیخی تھی۔

"ڈی جے ایسا نہیں ہے یا تم غلط سمجھ رہی ہو۔ بس بابا تمہاری سکیورٹی کو لے کر پریشان ہیں اسی لیے ایسا کر رہے ہیں۔" حمنہ نے پیار سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔۔۔ اتنی بھی کوئی میں مصیبت میں نہیں تھی میں۔۔۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بابا کو بھی سب کی باتیں سچ لگ رہی ہیں۔۔۔ اس لیے وہ مجھ سے جان چھڑانا

چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ اسی لیے انہوں نے میری اتنی جلدی شادی کی ہے۔۔۔ "بدگمانی تو عروج پر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ڈی جے حمزہ کا ہاتھ پیچھے جھٹکتے بیڈ کے ساتھ پڑی میڈیسن کی ٹرے کو ہاتھ مارتے نیچے گرا کر بولی تھی۔

اب تو ڈی جے کی آنکھوں سے آنسوؤں کے جھرنے بھی جاری ہو گئے تھے۔ اس کی حالت کو دیکھتے عنایہ جو صالح کے ساتھ سامنے کھڑی تھی۔ آگے بڑھتے بولی تھی

"ڈی جے لالی حمزہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ جلدی میں کیے گئے نکاح کا مطلب صرف آپ کی پروٹیکشن تھا اور رخصتی بھی صرف اسی وجہ سے کروائی جا رہی ہے ورنہ ہمیں آپ پر پورا یقین ہے۔" وہ جو کہتی تھی کہ اسے دوحہ سے نفرت ہے کیونکہ وہ اس کے لالا کی تکلیف کا سبب ہے۔ اب جب سے اسے ڈی جے کے بیمار ہونے کا پتہ چلا تھا۔ تب سے نفرت نجانے کہاں جاسوئی تھی۔ اب تو اسے صرف دوحہ سے ہمدردی اور بے تحاشہ محبت محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہے تم مجھے صرف یہ سب حوصلہ دینے کے لیے کہہ رہی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ذوالنورین بھی مجھے ہی غلط لڑکی سمجھتے ہوں گے۔۔۔۔۔ اور یہ نکاح بھی انہوں نے بابا کے منت کرنے پر کیا ہو گا۔۔۔۔۔ اس لیے میں بتا رہی ہوں کہ میں رخصتی

نہیں کرواؤں گی۔ نا آج اور نا ہی کل، بلکہ بہت جلد خلع لے لوں گی۔ "خود ترسی کا شکار ڈی جے غصہ میں کیا چیخ رہی تھی۔ اس بات کا اسے خود بھی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ لیکن براہوا کہ اندر داخل ہوتے ذوالنورین نے اس کی آخری بات سن لی تھی۔

طلاق کے نام پر اس کی آنکھوں میں اشتعال بھڑک اٹھا تھا۔

"حمنہ کوئی ضرورت نہیں ہے مس ڈی جے کو تیار کروانے کی۔ کیونکہ یہ روایتی شادی تھوڑی ہے یہ تو بس ان پر احسان کرنے کے لیے کی ہے میں نے، اس لیے اس احسان بیسڈ شادی میں رخصتی کی رسم بھی انہی اسپتال کے کپڑوں میں ہوگی۔" ذوالنورین ڈی جے کو گھورتے حمنہ سے مخاطب ہوا تھا۔ جو ہاتھوں میں ڈی جے کے کپڑے تھامے کھڑی تھی۔

"خوش فہمی ہے آپکی، میں کبھی بھی یہ رخصتی نہیں ہونے دوں گی۔" ڈی جے ضدی لہجے میں بولی تھی۔ جس پر ذوالنورین ایسے ہنساتے جیسے کوئی چھوٹے بچے کی بات پر ہنستا ہے۔

"ہمم ایس پی ذوالنورین ضرار آغا کو چیلنج مت کرو مس دوحہ ذوالنورین ضرار آغا"

دانت پر دانت جھاتے ذوالنورین آگے بڑھتے زبردستی ڈی جے کو باہوں میں اٹھا گیا

تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں میں کہہ رہی ہوں چھوڑے مجھے۔۔۔ مجھے آپ کے ساتھ کہی نہیں جانا۔۔۔ بہت برے ہیں آپ۔۔۔ چھوڑے مجھے ایس پی سر۔۔۔ میں کہی نہیں جاؤں گی۔۔۔" ذوالنورین کے سینے پر مکے برساتے ڈی جے مسلسل چیخ رہی تھی۔

حمہ، صالح اور عنایہ سمیت پورا اسپتال بس بت بنا اس انوکھی رخصتی کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں دلہن اسپتال کے کپڑوں میں بچوں کی طرح روتی دلہے کو سینے پر اپنے نازک مکے برسا رہی تھی اور دلہا صاحب کسی فلم کے سخت ترین ہیرو کے جیسے کان بند کر کے چل رہے تھے۔

@@@@@@@@@@

"ایس پی سر پلیز کار کا دروازہ کھولیں۔۔۔ مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔۔۔" گاڑی کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کرتی ڈی جے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ نجانے کس کس کا چیز کا غم تھا جو اس وقت اس کے سر پر سوار تھا۔

"یہ لو پانی پی لو۔۔۔ اور چپ کر کے بیٹھ جاو کیونکہ اب یہ دروازہ اسیدھا ذوالنورین
میشن جا کر ہی رکے گا۔۔۔" ذوالنورین پانی کی بوتل ڈیجے کی جانب بڑھاتے بولا
تھا۔ چہرے پر ایسے سختی طاری تھی کہ ڈیجے کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔
لیکن پھر نجانے کیوں اس کا غصہ عود آیا تھا اور پانی کی بوتل لے کر ڈیش بورڈ پر ڈالتی وہ
چینی تھی۔

"نن۔۔۔ نہیں مجھے نہیں پینا پانی اور نا ہی میں چپ کرو گی۔۔۔ ایسے ہی روتی رہوں گی
جب تک آپ گاڑی نہیں روک دیتے" یہ کہتے ساتھ ہی ڈیجے ٹانگیں سمیٹ کر
گاڑی کی سیت پر سکڑ کر بیٹھ گئی تھی اور زور و شور سے رونے لگی تھی۔

اس کے رونے پر ذوالنورین کا غصہ، اشتعال ہر سوچ کہی دور جاسوئی تھی، اندر موجود وہ
دوحہ کا عاشق ضرار اپنی دوحہ کے آنسوؤں پر تڑپ کر اٹھا تھا۔

"خبردار ضرار جو تم نے اسے چپ کرانے کے لیے ہاتھ بھی بڑھایا تھا۔ جانتے ہو وہ اس
وقت تم سے علیحدہ ہونے کی ضد کر رہی ہے اگر تم نے زرا سی بھی نرمی دیکھائی تو وہ سر
پر چڑھ جائے گی۔" ذوالنورین جو اپنا ہاتھ میکا کی انداز میں ڈیجے کے سر کی طرف
بڑھا رہا تھا۔ اندر سے آتی آواز پر رکا تھا۔

"لیکن ذوالنورین وہ تمہاری محبت ہے۔ اس وقت وہ جس حالت میں اس پر سختی سے نہیں نرمی اور محبت سے بھی سمجھایا جاسکتا ہے۔ اس لیے پلیزیہ غصہ تھوک دوا اور اسے سمیٹ لو" ضرار کا محبت بھرا دل ذوالنورین کے غصے سے بھرے دماغ کے سامنے گر گڑا تھا۔

"نہیں تم ایسا کچھ نہیں کرو گے کیا اتنی جلدی بھول گئے کہ کل رات اس نے ضرار آغا کو نہیں بلکہ ایس پی ذوالنورین ضرار آغا کو مجبوری میں اپنی عزت محفوظ کرنے کے لیے جھوٹے چہرے کے ساتھ دوبارہ سے قبول کیا ہے۔ اپنی طرف سے اس نے تمہیں دھوکہ دے کر تمہاری زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے تاکہ تمہیں تڑپتا ہوتے دیکھ سکے۔" یہ وہ آخری خیال تھا جس نے ذوالنورین کے اندر تڑپتی محبت کو پھر سے تھپک کر سلا دیا تھا۔

"چلیں اتریں۔ آپ کا سسرال آگیا ہے۔" ذوالنورین ڈی جے کی طرف سے دروازہ کھول کر بے رخی سے بولا تھا۔ ڈی جے جس جو خود ہی رو رو کر تھک کر چپ ہو گئی تھی۔ اس نے خفگی سے ذوالنورین کی جانب دیکھا تھا۔

ڈی جے کے دیکھنے پر ذوالنورین جانے کیوں نظریں چراتے خود لاونج کی طرف چل دیا

تھا۔

"آہ! میرا سر...." گاڑی سے نکلتے ہی ڈی جے کو زور کا چکر آیا تھا۔ اس لیے بڑبڑائی تھی۔ لیکن اس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ اگے چلتے ذوالنورین کو صاف سنائی دی تھی۔

"کیا ہوا کیا سر میں درد ہو رہا ہے" ڈی جے کو دوبارہ سے بازو میں اٹھاتے فکر مد سے ضرار نے اس کھڑوس ذوالنورین سے نکل کر اپنی جھلک دکھلائی تھی۔

"آپ کو اس سے کیا مجھے درد ہوا میں مر جاؤ" ذوالنورین کی فکر مندی سے پوچھنے پر ڈی جے کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔ اس لیے سر میں اٹھتی ٹھیسوں پر لب بھیچے، اسی کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

ڈی جے کی بگڑتی حالت پر ذوالنورین کو افسوس ہوا تھا۔ اسے لیے ڈی جے کو اٹھائے سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔ اس وقت مینشن میں ان کے علاؤہ کوئی نا تھا کیونکہ اس پریشان صورتحال میں عاقب اور جبرائیل صاحب ہی مسلسل ضبود کو اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اور عنایہ تو زیادہ تر اسپتال میں ہی ہوتی تھی۔

"یہ لیں یہ میڈیسن لے لیں" ذوالنورین جو ڈی جے کو بیڈ پر بیٹھا کر بعد ملازمہ کی مدد

سے گاڑی میں پڑی ڈی جے کی دوائیاں منگوا چکا تھا۔ دو گولیاں نکال کر دودھ کے گلاس کے ساتھ ڈی جے کو دیتے بولا تھا۔

دودھ کو پیتے ہی ڈی جے کچھ دیر میں نیند کی وادی میں گم ہو گئی تھی کیونکہ کچھ دیر تک جو ہونے والا تھا اس کے لیے ڈی جے کا پر سکون ہونا ضروری تھا اسی لیے اس کے دودھ میں نیند کی گولی ملا کر ذوالنورین نے اسے دی تھی۔

"تم میرا عشق، میرا جنون، میرے دل کی سلطنت کی مالک تھی لیکن جو تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اور چہرہ بدل کر میرے ساتھ کھیل کھیلا ہے۔ اس کے لیے میں تمہیں اتنی جلدی معاف نہیں کروں گا۔" سوتی ہوئی ڈی جے کو چند پل آنکھوں کے ذریعے دل میں اتارنے کے بعد ذوالنورین نے آگے بڑھتے اس کے ماتھے کو اپنی شدت سے معتبر کرتے، دھیمے لہجے میں سرگوشی کی تھی اور پھر وہاں سے اٹھتے بالکونی میں آ گیا تھا۔

@@@@@@

"شرط کے مطابق آج چوتھا دن شروع ہو گیا ہے۔ اب تک تو ذوالنورین کو کوٹ آ جانا چاہیے تھا۔ لیکن ابھی تک آیا کیوں نہیں ہے؟؟" کوٹ کے ایک کمرے کے دروازے کے پاس چکر لگاتے زمل جیسے جیسے سوچ رہی تھی ویسے ویسے اس کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔

"لگتا ہے ایس پی کو میرا عزت سے نکاح کی دعوت دینا اچھا نہیں لگا۔ ٹھیک ہے اب انجام کی ذمہ دار تو تم خود ہو گئے ذوالنورین تم نے ابھی تک زل ملک کی محبت دیکھی ہے اور اب اس کی دیوانگی، اس کا پاگل پن بھی دیکھو گے۔" غصہ سے کھولتے زل نے اپنی پی اے سے موبائل مانگا تھا جو جانے منہ کھولے اپنے موبائل میں مگن اتنا غور سے کیا دیکھ رہی تھی۔

"مممم۔۔۔ میڈم یہ۔۔۔" زل کی پی اے نے اس کی گھوری پر جلدی سے اپنا موبائل آگے کیا تھا۔ جس پر چلتی خبر کو سننے کے ساتھ ساتھ زل کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔

@@@@@@@@@@

"کتنی عجیب بات ہے نا کچھ عرصہ پہلے، اس کمرے کے مکین نے مجھے یہاں آنے سے سختی سے منع کیا تھا لیکن آج وہی مجھے اس کمرے میں لے کر آیا ہے۔ کیا مجھے اس نکاح پر خوش ہونا چاہیے یا پھر اپنی قسمت پر ماتم کرنا چاہیے کہ وہ لڑکی جس نے آج تک کبھی سیکنڈ ہینڈ چیز کی طرف دیکھنا تو دور اس کے متعلق سوچا تک نہیں کیا تھا وہ آج کسی کی دوسری بیوی بنی بیٹھی ہے۔ (اس سوچ پر دو آنسوؤں دوحہ کی آنکھ سے نکل کر تکیے میں

گم ہو گئے تھے۔) اگر کبھی ایس پی سر کی پہلی بیوی واپس آگئی تو کیا وہ مجھے چھوڑ دیں گے؟ یا اگر وہ نا آئی تو کیا وہ مجھے اپنے دل کی مسند میں اس مقام پر بیٹھا پائیں گے جہاں انہوں نے اپنی پہلی بیوی کو جگہ دی ہے۔

نہیں شاید وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ مجھے اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ انہوں نے یہ شادی صرف مجھے حفاظت دینے کے لیے کی ہے۔ وہ شاید بابا کے آتے ہی مجھے چھوڑ دیں۔ اس لیے مجھے اس کمرے پر اور اس کمرے کے مکین پر اپنا حق نہیں سمجھنا چاہیے اور اپنے دل میں ہوتی ان خوش فہمیوں پر بندھ لگا دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسی خواہشات ٹوٹتی ہیں تو انسان کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں۔ "ہزاروں لاتعداد ایسی سوچیں ڈی جے کے ذہن میں منڈلا رہی تھیں۔ جو بیڈ پر لیٹی چھت کو مسلسل گھور رہی تھی۔ چہرے پر ملال و حزن کی کیفیت طاری تھی۔

ایسے میں عنایہ ہلکے سے دروازہ کھٹکھٹاتے اندر داخل ہوئی تھی۔ اور ڈی جے کو جاگتے دیکھتے خوشی سے اس کے پاس آتے بولی تھی۔

"لالی آپ اٹھ گئی؟ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ سر میں درد تو نہیں ہو رہا؟"

"ہم ابھی کچھ دیر پہلے آنکھ کھلی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب تو طبیعت کافی بہتر ہے اور

سرکارد بھی قدرے کم ہے۔ "ڈی جے سیدھے ہو کر بیٹھتے گلا کھنکار کر بولی تھی۔

"گریٹ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ چلیں یہ سوپ پی لیں لالانے خاص طور پر آپ کے لیے بھیجا ہے۔ اور سخت تاکید کی ہے کہ آپ کو پلانا بھی ہے۔ اس لیے اب آپ اسے ختم کریں میں جلدی سے آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔ آپ پھر فریش ہو جائے گا کیونکہ ایک بہت اہم کام کے لیے ہمیں نیچے جانا ہے۔" عنایہ خلوص سے ڈی جے کے ہاتھ پر بوسہ دیتے اٹھی تھی اور اس کے کپڑے نکالنے لگی تھی۔

"لیکن کہاں جانا ہے؟؟ اور میرے کپڑے یہاں کیسے آئے؟" ڈی جے عنایہ کی پہلی بات کو انگور کرتے دوسری بات پر تھوڑا حیران اور متحسّس ہوتے بولی تھی۔

"لالی کہی دور نہیں جانا بس نیچے تک جانا ہے۔ ایک بہت ضروری کام کے سلسلے میں اور دوسرا یہ کہ اب آپ کے کپڑے اپنے شوہر نامدار کے کمرے میں نہیں ہوں گے تو کہاں ہونگے ویسے بتادوں یہ کپڑے آپ کے میاں خود پسند کر کے لائیں ہیں۔" عنایہ نے شرارتی نظروں سے ڈی جے کو دیکھا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں پہلے یہ سوپ ختم کر لوں۔" ڈی جے عنایہ کی نظروں سے گھبرا کر جلدی سے سوپ کے گھونٹ بھرنے لگی تھی۔

"لالی آپ شرمناک ہیں ہا ہا ہا" عنایہ ڈی جے کے چہرے پر ابھرتے گلال کو دیکھتے بے ساختہ ہنسی تھی۔

"اااا۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں کیوں شرمناک لگی فضول میں باتیں مت کرو اور جلدی سے کپڑے نکال دو۔ ویسے بھی مجھے ان اسپتال والے کپڑوں میں الجھن ہو رہی ہے۔" ڈی جے خفت سے سرخ پڑتے الٹا عنایہ پر چڑی تھی اور بیڈ سے اٹھتے واش روم میں گھستے بولی تھی۔

"ہا ہا ہا میری معصوم لالی، تمہاری یہی سادگی تو میرے لالا کو دیوانہ بنا گئی ہے۔ نجانے اب تم ان کی دیوانگی کیسے سہ پاؤ گی" عنایہ دل ہی دل میں اپنے لالا کو سوچتی بڑبڑاتی تھی۔ پھر ہنستے ہوئے اس کے کپڑے نکال کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

"اف یہ عنایہ کتنی فضول باتیں کر رہی تھی۔ مجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔" نم بالوں کو پشت پر بکھیرے، آف وائٹ کرتے میں جس پر سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے ڈیزائن بنے تھے، ساتھ میں سرخ کیپری پہنے ڈی جے منہ ہی منہ میں بولتے، اپنی دھیان میں باہر نکلی تھی۔ جب ذوالنورین کی آواز پر ایک دم اچھلی تھی۔

"مس ڈی جے اگر آپ خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آئیں تو جلدی سے ہاتھ چلائیں۔"

بہت سے کام صرف آپ کی وجہ سے لٹکے ہوئے ہیں۔ "ذوالنورین سامنے کھڑا تھا پر سلوٹیں لیے ڈی جے کو گھور رہا تھا

"وو۔۔۔ وہ میں بس دومنٹ میں بال کنگی کر لوں۔" ڈی جے جلدی جلدی بالوں میں برش کرتے ہکلا کر بولی تھی۔ پر گھبراہٹ کے مارے بال سلجھنے کی بجائے الجھ رہے تھے۔

"ادھر چھوڑیں آپ ادھر دیں میں کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ تو شاید یہی پر سارا ٹائم لگا دیں۔" ذوالنورین ڈی جے کی بدحواسی دیکھ خود ہی آگے بڑھا تھا۔
اور بہت ہی نرمی اور احتیاط سے اس کے بال کنگی کرنے لگا تھا۔

"ضرار میں سوچ رہی ہوں کہ میں اپنے بال سٹریٹ کروا کر کندھوں تک کروالوں۔ کیونکہ ان گھنگریالے بالوں نے میری جان کھائی ہوئی ہے۔" ماضی کے درپچوں سے نکل کر دوحہ کا جھنجھلایا ہوا لہجہ ذوالنورین کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"کٹوانے کی کیا ضرورت ہے میں کہتا ہوں سر سے اتار ہی پھینکو (ضرار نے خفگی سے طنز کیا تھا پھر وارن کرنے والے انداز میں بولا) خبردار دوحہ اگر تم نے انہیں سٹریٹ

کرنے کے بارے میں سوچا بھی تو، تم نہیں جانتی تمہارے ان گھنگریالے بالوں سے مجھے کتنی محبت ہے۔ "

"ہاں ہاں آپ کو تو محبت ہوگی ہی، کیونکہ ان کو روز کنگی کرنے کی مشقت آپ کو تھوڑی نا اٹھانی پڑتی ہے۔" دوحہ کی آنکھوں میں آنسوؤں آگئے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے ایسا کرتے ہیں کہ میں جلد ہی چاچو سے رخصتی کی بات کرتا ہوں۔ تاکہ میری جاناں کی جان اس مشقت سے چھوٹ جائے اور میں روز تمہارے بال خود اپنے ہاتھوں سے برش کیا کروں۔ ٹھیک ہے نا؟" ضرار محبت بھری آنکھوں سے دوحہ کے چہرے کو دیکھتے آرام سے اس کے بال برش کرتے بولا تھا۔

"ضرار آپ کتنی گندی باتیں کر رہے ہیں۔ چھوڑیں میں خود کر لوں گی" دوحہ ضرار کی بات پر شرماتے جلدی سے برش اس کے ہاتھ سے پکڑتے بولی تھی۔ اس کے انداز پر ضرار نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

"ہاہاہاہا"

اس کے ساتھ ہی ذوالنورین کی یادوں کا تسلسل ٹوٹا تھا اور اپنے ہاتھوں میں موجود ان

سٹریٹ بالوں سے اسے نفرت ہوئی تھی۔ جنہیں وہ سلجھا چکا تھا۔

"اگر نہیں سنبھالے جاتے تو انہیں اکھاڑ پھینکو لیکن آئندہ کے بعد مجھے تمہارے بالوں کی وجہ سے انتظار نا کرنا پڑے۔ اب ڈوپٹہ اڑھو اور میرے پیچھے آؤ" ذوالنورین اپنی سرخی مائل ہیزل بلیو آنکھوں کو شیشے میں نظر آتی دوہ کی بھوری آنکھوں پر ٹکائے، اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دباتے بولا تھا اور پھر باہر کی جانب بڑھا تھا۔

ڈی جے جوان آنکھوں میں پھیلی نفرت کو دیکھ کر کچھ پل کے لیے سن رہ گئی تھی۔ ہوش میں آتے، اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے ذوالنورین کے پیچھے ہی کمرے سے نکلی تھی۔

@@@@@@

"سر ہمیں یہاں آئے آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔ لیکن ایس پی سر کہاں ہیں؟ وہ آکیوں نہیں رہے اور آخر اس پریس کانفرنس کو رکھنے کی وجہ کیا ہے؟" ذوالنورین ویلا کے اس بڑے سے لان میں اس وقت رپورٹر کا ہجوم لگا تھا۔

جو وہاں پر ہاتھ میں مختلف چیزیں یعنی ڈائری سینسل، کیمرہ اور مائیک بے تابی سے

ذوالنورین کے آنے کا انتظار کرتے صالح سے سوال کر رہے تھے۔ جو سامنے موجود کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا اور اس کے پیچھے کی جانب واجد اور عارف پولیس یونیفارم میں کھڑے تھا۔ جبکہ پولیس کے چند اہلکار وہاں پر ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔

"مس دومنٹ ویٹ کیجئے گا۔ اتنی بے صبری صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔" صالح اس رپورٹر کی بات پر بمشکل اپنے لہجے کو طنزیہ ہونے سے روک پایا تھا۔ اتنے میں ذوالنورین نے وہاں قدم رکھا تھا۔ جس کے پیچھے ڈی جے بھی لان میں آئی تھی لیکن میڈیا کو دیکھ کر سن حواسوں کے ساتھ وہی کھڑی رہ گئی تھی۔

"ڈی جے ریلیکس میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ڈی جے کے چہرے پر پھلتے اضطراب کو دیکھتے ذوالنورین نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا۔

عجیب تھا وہ بھی اکیلے میں جس لڑکی سے نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ ظالم دنیا سے بچانے کے لیے ہمیشہ وہی اس کا محافظ ہوتا تھا۔

"اے۔۔۔ اسی پی سر! واپس چلیں مجھے نہیں ادھر نہیں رہنا" ڈی جے نے اس کا بازو پکڑتے کہا تھا۔

"مجھ پر بھروسہ رکھو یہ لوگ کچھ نہیں کہیں گے" ذوالنورین نے ڈی جے کی سہمی آنکھوں میں دیکھتے کہا تھا۔ جس پر وہ نجانے کیوں ایمان لاتے اس کے ساتھ چلتی صالح اور ذوالنورین کے درمیان والی کرسی پر آ بیٹھی تھی۔

میڈیا کے نمائندے تو اس منظر کو دھڑادھڑاپے کیمروں میں قید کر رہے تھے۔

"مس ڈی جے آخر آپ یہاں ایس پی ذوالنورین کے یہاں کیا کر رہی ہیں۔؟"

"مس ڈی جے آخر آپ ان تصویروں کے سکینڈل کے بعد کہاں غائب رہی ہیں؟ کیا

ہم آپ کے غیر موجودگی کو اس بات سے مشروط کریں کہ وہ سب سچ تھا؟"

"مس ڈی جے کیا واقع ہی آپ کے کسی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے"

ڈی جے بیٹھتے ہی رپورٹرز نے سوالات کا ڈھیڑ لگا دیا تھا۔ ان کی آخری بات پر

ذوالنورین غصہ سے پاگل ہوا اٹھا تھا

"کیا آپ دو منٹ اپنی بکواس بند کر کے نہیں بیٹھ سکتے۔ ہم نے آپ کو یہاں انہی

سوالوں کے جوابات کے لیے بلایا ہے۔ اس لیے میری بیوی پر الزام لگانے سے پہلے سو

دفعہ سوچیے گا۔ اور اب جب تک میری بات ہو رہی نا ہو جائے کسی کا کوئی سوال نہیں آنا

چاہیے۔ "ذوالنورین ایک دم ٹیبل پر ہاتھ مارتے دھاڑا تھا۔ آخر کسی کی مجال کیسے ہو اس کی دوحہ کو کچھ کہنے کی۔

پھر عارف کو اشارہ کرتے واجد کے ہاتھ سے ایک لفافہ پکڑے اس میں موجود تصویریں وہاں ٹیبل پر رکھتے بولا تھا۔

"پچھلے دنوں جو بھی تصویریں آپ سب کو دیکھائی گئی تھیں۔ وہ سب ایڈیٹ شدہ تھیں۔ ان کے اصل اور نقل پر نٹ یہ رہے۔ آپ کہی پر بھی جا کر پوچھ لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا یہ وہ تصویریں نکلی تھیں۔ ڈی جے پر جو بھی الزام لگایا گیا ہے وہ سب پلین شدہ تھا۔ اس کے کیرئیر کو برباد کرنے کی سازش تھی۔"

کیمرا مین نے جلدی سے ان تصویروں کو فوکس کیا تھا۔ جبکہ وہ سامنے کر سیوں پر بیٹھے جرنلسٹ میں سے ایک ذوالنورین کو مخاطب کرتے بولا تھا۔

"سر آپ نے ابھی کہا کہ یہ ایک سازش تھی۔ کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ یہ ایک سازش تھی؟ اور کیا آپ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ کس کی سازش تھی۔"

اتنے میں پٹیوں سے جکڑے نبیل کو سب انسپکٹر عارف ذوالنورین کے پاس لایا تھا۔
 "یہ وہ مشہور زمانہ شخص ہے جو راولپنڈی میں غیر قانونی طریقے سے تصویریں ایڈیٹ کرتا ہے پرسوں پکڑے جانے کے ڈر سے اس نے اپنی جان دینے کی کوشش کی تھی لیکن بروقت پولیس کی مداخلت پر اس کی جان بچ گئی تھی۔ یہی اب آپ کو تمام حقائق سے آگاہ کرے گا۔"

"ایس پی سرٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے ہی یہ تصویریں میڈم زمل کے کہنے پر تین لاکھ کی لالچ میں آکر یہ ایڈٹ کی تھی۔ اور اس بات کا ثبوت میرے موبائل میں موجود یہ ریکارڈنگ اور یہ میسجز ہیں۔" نبیل نے یہ کہتے ہی موبائل میں موجود اس رات کی ریکارڈنگ اون کی تھی۔ جس میں سے آتی زمل کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ میسجز بھی میڈیا کو دیکھائے تھے۔ جس سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو گئی تھی کہ یہ سب زمل کی ہی سازش تھی۔

"تہمت پرستی ایسا سنگین گناہ ہے کہ جس کی سزا اسی کوڑے کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی پر بدکرداری کا الزام لگا رہا ہے تو پہلے دو گواہوں سے اس بات کی گواہی لے لو پھر یقین کرو تا کہ اس سنگین سزا سے بچ سکو۔ لیکن افسوس کہ آج کے دور

میں ہم لوگ تہمت لگانے والے کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں اور خود بھی اسی کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ میرے بس میں ہوتا تو میں زل ملک کو میری پاک دامن بیوی پر بد کرداری کا الزام لگانے کی سزا ضرور دیتا۔ لیکن میں اس سب کا فیصلہ ڈی جے پر چھوڑتا ہوں۔ جو وہ چاہے گی وہی اب زل کا انجام ہوگا۔ "دنیا کے سامنے ڈی جے کو معتبر کرتے ذوالنورین خاموش ہوتے واپس کرسی پر بیٹھا تھا۔

جبکہ ڈی جے جو کب سے نم آنکھوں سے ذوالنورین کو محبت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی اپنے آنسو صاف کرتے بولی تھی۔

"میں زل ملک کو اس کی غلطی پر معاف کرتی ہوں۔ اس نے جو کیا وہ اس کا ظرف تھا۔ میں اس کے جتنا کبھی نہیں گر سکتی۔ اس واقعے نے مجھے یہ سبق سکھایا ہے کہ دنیا میں کچھ بھی مستقل نہیں ہے۔ جو آج ہے وہ کل چھن بھی سکتا ہے۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں میوزک انڈسٹری چھوڑ رہی ہوں۔ میں دوحہ ذوالنورین آغاب سے اس میوزک انڈسٹری سے لا تعلقی کا اظہار کرتی ہوں۔" ڈی جے کے اس غیر متوقع فیصلہ پر جہاں میڈیا میں ہلچل مچی تھی۔ وہاں صالح کو بھی حیرت محسوس ہوئی تھی۔

لیکن ذوالنورین کو نجانے کیوں اندر ہی اندر ایک تسکین سی ہوئی تھی۔ شاید اس لیے

کہ اس کے اندر کاشدیت پسند ضرار اس ناراضگی میں بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی دوحہ کو اس کے سوا کوئی اور چاہے۔

"مس ڈی جے ہم میڈیا کی طرف سے آپ سے معافی مانگتے ہیں اور آپ کے فیصلے کو عزت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارکباد بھی دیتے ہیں۔ لیکن کیا ہم جان سکتے ہیں کہ آپ کی شادی کب ہوئی۔ اور آپ نے پہلے میڈیا سے یہ بات کیوں چھپائی؟" میڈیا کا ایک نمائندہ اٹھ کر ادب سے بولا تھا۔

تمام حقائق واضح ہونے کے بعد اب وہاں پر ایک خاموشی کا راج تھا۔

"اصل میں ڈی جے میری چاچا زاد اور میری بچپن کی منگ بھی ہے۔ جس سے میں بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ کچھ سال پہلے میری یہاں پنڈی میں ٹرانسفر ہوتے وقت چاچو نے میرا اور ڈی جے کا نکاح کروادیا تھا۔ لیکن چونکہ اس وقت ڈی جے اپنے کیرئیر کے آغاز پر تھی اس لیے رخصتی روک دی گئی تھی اور پھر باقاعدہ رخصتی ہونے تک یہ بات ہم سب کے درمیان میں رکھنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اب کچھ دنوں تک ہماری رخصتی بھی ہونے والی تھی جس میں آپ سب کو ضرور بلانا تھا۔ پر جو حالات تھے ان کی وجہ سے ایمر جنسی رخصتی کی گئی ہے۔ پھر فکر مت کریں کچھ دنوں تک ہم اپنا ولیمہ ارنج کریں

گے تو تب آپ سب کو ضرور بلائیں گے۔ "ذوالنورین نے جس انداز میں بات کو گھما کر بتایا تھا۔ ڈی جے تو اس کے جھوٹ پر حیران ہی رہ گئی تھی۔

"اوہاؤر ونٹک مس ڈی جے لگتا ہے آپ کے شوہر آپ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ آپ کی جوڑی ہمیشہ سلامت رہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ جلد ہی آپ اپنے فیصلے کو بدل کر واپس آئیں گی۔ کیونکہ آپ فین یقیناً آپ کو سننے کے لیے بے تاب ہونگے۔" رپورٹرز میں موجود ایک لڑکی ڈی جے اور ذوالنورین کی محبت بھری داستان سے متاثر ہوتے بولی تھی۔

اس کے بعد وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ذوالنورین نے عارف اور واجد کے ذریعے نبیل کو وہاں سے جیل بھیجوا دیا تھا۔ کل رات ہوش میں آنے کے بعد ذوالنورین نے اسے اس کی ماں کے جیل میں موجودگی کا بتاتے، بلیک میل کرتے آج گواہی کے لیے راضی کیا تھا۔ اور شرط رکھی تھی کہ اگر وہ گواہی دے گا تو بدلہ میں اس کی ماں کو رہا کر دیا جائے گا۔

@@@@@@@@@@@@@@

"بی بی جی سنبھال کے، اتنی تیزی میں ابھی آپ سیڑھیوں سے گر جاتی" ملازمہ بے

ساختہ دوحہ کو بھاگتے دیکھ بولی تھی۔ جو ضرار کے آنے کی خبر سن کر نیچے بھاگی جا رہی تھی۔

"ضرار کتنے دن لگا دیے آپ نے کراچی میں، جانتے ہیں میں نے آپ کو کتنا زیادہ مس کیا تھا۔ پلیز اب مجھے چھوڑ کر مت جائے گا۔" دوحہ نیچے لاؤنج میں بیٹھے ضرار کے سینے سے لگتے نم لہجے میں بولی تھی۔

"دوحہ بچے ضرار ابھی آیا ہے۔ اسے تھوڑا سانس تو لینے دو تم تو آتے ہی بچارے سے چمٹ گئی ہو۔" تیمور صاحب جو سامنے صوفہ پر بیٹھے تھے، دوحہ کی جذباتیت دیکھ بولے تھے۔

"سوری بابا! وہ میں کچھ زیادہ ہی ایموشنل ہو گئی تھی" دوحہ باپ کی آواز پر شرمندگی سے سرخ پڑتی، نظریں جھکا کر بولی تھی۔

"ضرار تمہارے اس ٹور سے میں بہت خوش ہوں کیونکہ جس طرح تم نے اپنی ذہانت کا استعمال کرتے اس ڈیل کو حاصل کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ مجھے یقین ہے تم میرے بزنس کو آسمان کی بلندیوں تک لے جاؤ گے۔ اس لیے اب اپنی پوری توجہ تم کچھ عرصہ تک بزنس میں لگاؤ اور باقی سب کام چھوڑ دو۔ ویسے بھی یہ سب تمہارا ہی تو

ہونا ہے۔ اب جاؤ زرا جا کر فریش ہو جاؤ اور ہاں آج رات یہی رک جاؤ۔" تیمور صاحب ضرار کا کندھا تھپتھپا کر بولے تھے۔ جس کے چہرے پر بہت نا فہم تاثرات تھے۔

"ضرار آپ جب سے آئیں ہیں۔ بہت چپ چپ ہیں کیا آپ کو میں بالکل بھی یاد نہیں آئی" دوحہ جو ضرار کو اس کمرے میں لے کر آئی تھی جہاں عام طور پر وہ ٹہرا کرتا تھا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے جاناں! بس کچھ تھکاوٹ ہو گئی ہے اسی وجہ سے بات کرنے کا دل نہیں کر رہا" ضرار دوحہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے اپنے اندر چلتی سوچوں کو جھٹک کر بولا تھا۔

دوحہ اس کی بات پر مطمئن تو نہیں ہوئی تھی لیکن خاموش ضرور ہو گئی تھی کیونکہ کچھ تو تھا جو اس بزنس ٹور کے بعد ضرار کے اندر چل رہا تھا۔ لیکن کیا؟؟؟

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

"تت۔۔۔ تم ایسا کرو جلدی سے میری ایمر جنسی میں امریکہ کی فلائیٹ بک کرواؤ

مجھے جلد از دیہاں سے نکلنا "زل چہرے پر آیا پسینہ تیزی سے صاف کرتے اپنی پی اے سے بولتے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"او کے میم میں کوشش کرتی ہوں۔ لیکن آپ کہاں جا رہی ہیں۔" زل کی پی اے اسے گاڑی کارپورس کنیر لگاتے دیکھ بولی تھی۔

"میں اس وقت اسلام آباد جا رہی ہوں۔ میرے وہاں پہنچنے تک سیٹ کنفرم ہو جانی چاہیے۔ کیونکہ اگر میڈیا کے لوگ مجھ تک پہنچ گئے تو کیرئرز تو ختم ہوا ہی ہوا ہے۔ لیکن شاید یہ لوگ مجھے مرنے پر مجبور کر دیں گے۔" زل یہ کہتے ہی تیزی سے گاڑی آگے بڑھا گئی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ ڈر کے مارے پھیکا پڑ رہا تھا۔

پھر ڈھیڑ گھنٹے بعد وہ اسلام آباد کے آئرپورٹ پر کھڑی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ فلائٹ کا آناؤنس ہوتے ہی، وہ اٹھ کر اندر کی طرف بڑھتے، ایک دفعہ پیچھے مڑ کر دیکھتی بڑبڑائی تھی۔

"میرا پرپوزل ریجکٹ کرنے، میرے کیرئرز کو برباد کرنے کے لیے اور مجھے ملک سے نکلنے پر مجبور کرنے کے لیے ذوالنورین اور ڈی جے میں تم دنوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ بہت جلد میں تم لوگوں کو تباہ و برباد کرنے پھر سے آؤں گی" یہ کہتے ہی وہ

اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

"صالح بھائی! ویسے ذوالنورین لالانے کیا شاندار کہانی بنائی تھی نا۔ جانتے ہیں پیچھلے دو

گھنٹے سے ٹی وی پر بس لالا اور ڈی جے بھا بھی کا ہی راج ہے۔ ہر نیوز چینل پر ان کی

جوڑی کو خوب داد دی جا رہی ہے۔ ڈی جے بھا بھی کے ساتھ ساتھ اب تو ذوالنورین لالا

بھی سلیر ٹی بن گئے ہیں" عاقب جو ذوالنورین ویلا کے لاونج میں بیٹھائی وی دیکھ رہا تھا،

ایک دم پر جوش ہو کر بولا تھا۔

اس کی بات پر عنایہ اور صالح کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی کیونکہ یہ ان دنوں

کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ فرضی کہانی کسی حد تک بالکل سچ تھی

"تم لوگ یہ چھوڑو زرا میرا یہ نمبر بند تو کروادو۔ پیچھلے دو گھنٹوں سے ان پروڈیوسرز

نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ہر کوئی اب تو ذوالنورین اور ڈی جے کو ایک ساتھ اپنے

گانوں میں شوٹ کرنا چاہتا ہے۔ بھی مطلب حد ہو گئی اب ایک پولیس والا نوکری چھوڑ

کر ان کے لیے گانے شوٹ کرے گا اور ایک کی ہمت تو دیکھو ڈی جے کے اس

انڈسٹری سے قطع تعلق کا اظہار کرنے کے بعد بھی آفر پر آفر دے رہا ہے کہ ڈی جے

میم ایک گانا گادے۔ ہم دو غلے لوگ کل تک تو یہی ڈی جے بری تھی آج حقائق سامنے آئے ہیں تو سب لوگ لپک رہے ہیں۔ "حمہ بھی موبائل آف کرتے لاونج میں آکر دل کے پھپھولے پھوڑتے بولی تھی۔

"ہاہا ویسے اگر ذوالنورین لالا کو گانوں میں شوٹ کر لیا گیا تو سر پھری لڑکیوں نے توان کے کھڑوس پن پر ہی فدا ہو جانا ہے۔" حسب عادت یہ پھل جھڑی شیر کی جانب سے چھوڑی گئی تھی۔ جس پر ڈی جے کو جانے کیوں جیسی ہوئی تھی۔ پر بولی کچھ نہیں تھی۔

"بس بس زیادہ بکواس مت کرو میں ریسٹوران جارہا ہوں۔ بچارے بابا ہی پیچھے چند دنوں سے اسے سنبھال رہے ہیں۔ کچھ دیر تک ذوالنورین آجائے گا۔ تب تم لوگ بھی گھر کو نکلنے کی کرنا۔ کیونکہ کل سے شادی کے فنکشن شروع ہو رہے ہیں اس لیے کام بہت پڑے ہیں گھر میں۔۔۔" صالح جو ایک طرف صوفہ پر بیٹھا موبائل پر ای میل دیکھنے کے ساتھ ساتھ ان سب کو سن رہا تھا، وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"سنیے کچھ دیر بیٹھ جائیے کھانا بس تیار ہے۔" عنایہ نے کیچن کے دروازے سے چہرہ باہر نکالتے فکر مندی سے کہا تھا۔ کیونکہ صبح سے شام کے پانچ ہو گئے تھے اور صالح نے

"میں ریسٹوران سے کچھ کھالوں گا۔ پریشان مت ہوں۔ چلتا ہوں اسد حافظ" صالحہ کہتے باہر کی طرف چل دیا تھا۔ لیکن شیری کو تو تنگ کرنے کا ایک اور موقع مل گیا تھا۔ ان کو دیکھ کر ڈانگ ٹیبل پر بیٹھی ڈی جے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ لیکن طبیعت میں تھوڑی سی بیزاریت اور تھکاوٹ ہونے کی وجہ سے وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے میں آگئی تھی اور سائیڈ ٹیبل پر پڑی ذوالنورین کی فوٹو کو پکڑتے سوچنے لگی تھی۔

"محبت اگر سچی ہو تو مقابل پر اثر انداز ضرور ہوتی ہے۔ جیسے صالح بھائی کی محبت جو عنایہ پر ابھی سے اثر انداز ہو رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ شادی کے بعد جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گیں لیکن کیا میری محبت آپ پر کبھی اثر انداز کرے گی؟؟ یا ہمیشہ آپ کے دل میں پہلی بیوی کی محبت زندہ رہے گی؟" انہی سوچوں میں مگن نجانے کس وقت اسے نیند نے آگھیرا تھا کہ اسے پتہ نہیں چلا تھا۔

رات کے گیارہ بجے جب ذوالنورین کی واپسی ہوئی تو عنایہ کو اپنی راہ میں جاگتے دیکھ، اسے بے ساختہ اپنی بہن پر پیار آیا تھا۔ اس لیے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے وہ اسے سونا کا کہہ کر کھانا کھائے بغیر کمرے میں آگیا تھا۔ کیونکہ کھانا وہ کھ کر آئی تھا۔

کمرہ میں اپنے بیڈ پر حق سے اپنے لیٹی ڈی جے کے سینے پر ذوالنورین کی تصویر رکھے

سوئی ڈی جے کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا تھا۔

"زندگی میں صرف اس بات کی طلب تھی کہ کاش تم میری زندگی میں واپس آ جاؤ لیکن کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں آؤ گی۔ یقیناً جانو تم پر غصہ ہونے ہونے کے باوجود تمہیں یہاں اپنے کمرے میں استحقاق سے رہتے دیکھ دل کو قرار سہ آیا ہے۔" ڈی جے کے ہاتھ سے تصویر لے کر سائیڈ پر رکھتے، اس پر بستر اوڑھنے کے بعد ذوالنورین کپڑے لیے واش روم میں گھسا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ فریش ہوئے، بیڈ کے دوسری طرف آ لیٹا تھا۔ آنکھ نید کے خمار سے بھری پڑی تھی لیکن شاید محبوب کے دید کی طلب اتنی شدت آور تھی کہ آنکھیں بند ہونے سے انکاری تھی۔

"ابھی جب میں ڈی ایس پی سر کے ساتھ بیٹھا اپنے کیس کو ڈسکس کر رہا تھا تو نیندا ایسے آ رہی تھی جیسے اسے صرف مجھے ہی آنا ہے۔ لیکن تمہارے پہلو میں آتے ہی وہ نجانے کہاں سوئی ہے اور تم میری نیند کے بھگانے کا سبب بنتے، تم خود آرام سے سو رہی ہو۔ یہ غلط بات ہے (یہ بڑبڑاتے ہی ذوالنورین نے ڈی جے کو نرمی سے اپنی طرف کھینچا تھا۔ اور اسے اپنی آغوش میں لیتے اسے کے چہرے کو نظروں میں رکھتے بڑبڑایا تھا)

تمہارے چہرے میں ان آنکھوں کے سوا کچھ بھی میری دوحہ جیسا نہیں ہے۔" یہ کہتے ہی بے ساختہ ذوالنورین نے ان آنکھوں کو معتبر کیا تھا۔

"یہ آنکھیں صرف میری دوحہ کی ہیں جن کو تم نے ابھی تک سنبھال کے رکھا ہے۔ اسی وجہ سے آج تم میرے حصار میں ہوں۔ ورنہ جس طرح تم نے میری دوحہ کو ختم کر کے اس ڈی جے کو جنم دیا ہے بید نہیں تھا کہ میں کچھ کر بیٹھتا، تمہاری ان بھوری آنکھوں کی چمک مجھے میرے زندہ ہونے کا یقین دلاتی ہیں (ایک بار پھر وہ آنکھیں ایک لمس سے معتبر ہوئی تھی۔) اس لیے چاہے تم اسے میری خود غرضی سمجھو یا کچھ بھی اب تمہیں میری نفرت کے ساتھ ہمیشہ میرے قریب ہی رہنا ہو گا۔" ڈی جے کا سر اپنے سینے پر رکھتے ذوالنورین نیند میں جانے سے پہلے بڑبڑایا تھا۔ اور پھر برسوں بعد ایک خوبصورت نیند کی آغوش میں جا بیٹھا تھا۔

@@@@@@@@@@

"سس۔۔۔۔۔ سر آپ نے منع کیا تھا کہ سب کو یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ اس وقت ملک سے باہر ہیں۔ اسی لیے میں نے آپ کو اس نکاح وغیرہ کے بارے میں نہیں بتایا کہ کہیں آپ غصہ میں آکر کچھ کرنے دیں جس سے پارٹی میں آپ کی ساکھ کو نقصان

ہو۔ "کاشف نے بمشکل ہونٹوں کو ترکیے کہا تھا۔

"بد دماغ شخص تمہیں میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ حمنہ کا مجھ سے کنٹیکٹ نہیں ہونے دینا باقی کہ باتیں نہیں کرنے کو کہا تھا۔ افس میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاو ورنہ ابھی کے ابھی قتل کردوں گا میں تمہیں۔ سارے نئے آدمی پلے ہیں میں نے جو کھا کھا کر سناٹا ہو رہے ہیں لیکن سمجھ ایک آنے کی انہیں نہیں ہے۔" وحید کا بچ کا میز غصہ سے پلٹتا ہوا چیخ تھا۔ یہ سب نیوز میں آتے ذوالنورین اور ڈی جے کی تصویروں کا کمال تھا۔

"آآآآآ۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میرے حکم کا اس کا اس دو ٹکے کے پولیس والے نے چر الیا ہے۔۔۔ ایک منٹ اس کا مطلب ہے اس سب میں اس بڑھے تیمور کا بھی ہاتھ۔۔۔ مطلب کہ وہ اعلان جنگ کر رہا ہے۔ تیمور آغا لگتا ہے کہ تمہیں کھلم کھلا کھیلنے کی بہت بے چینی ہو رہی ہے تو ٹھیک ہے اب یاد رکھنا، اب جو بھی میں کروں گا اس کے زمرہ دار تم خود ہو گے۔" کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتا وحید خان مسلسل دھاڑ رہا تھا۔

"اور تم دو ٹکے کے ایس پی میری رانی کو تم کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتے، یہ صرف

میری ہے، صرف اور صرف وحید خان کی۔۔۔ ایک منٹ (آئی پیڈ کی سکرین پر موجود ذوالنورین کی تصویریں کو زوم کر کے دیکھتے وحید ٹھٹھکا تھا۔)

بی۔۔۔ یہ تو وہی ضرار ہے۔۔۔ تو کیا اس بڑھے نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ ضرار اور ڈی جے کی طلاق ہو گئی ہے؟؟ کیا جو یہ کہانی ٹی وی میں بتا رہا ہے وہ سچ ہے؟؟ اور میں برسوں سے اس بڑھے کھوسٹ کی باتوں سے بے وقوف بن رہا ہوں؟؟۔۔۔ اگر ایسا ہے تو تیمور آغا پہلے تیرا قتل کروں گا اور پھر اس دو ٹکے کے حکومتی ملازم کو کتوں والی موت دوں گا۔۔۔۔۔ ویسے میں اسے پہلے کیوں نہیں پہچان پایا۔۔۔۔۔ شاید اس دن نشہ میں ہونے کے باعث ڈی جے کی سا لگرہ پر میں اسے پہچان نہیں پایا۔۔۔ لیکن کوئی نہیں صرف کچھ دن یہ ڈی جے تمہارے پاس ہے۔۔۔ اڑالو جتنے مزے اڑانے ہیں کیونکہ پھر تو میری رانی میرے بستر کی ملکہ ہی بنے لگی "پاگلوں جیسی حالت میں بے ہنگم قہقہہ لگاتا وہ شخصیت ایک سائیکو لگا تھا۔

جس کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کیا کہہ رہا ہے۔ اس پر تو صرف نفرت، حسد اور کینہ کی تہہ جمی ہوئی تھی۔

@@@@@@@@@@

"پارٹنر!!"

صبح جس ٹائم ڈی جے کی آنکھ تو ذوالنورین ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ جبکہ
ضبود دھاڑ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر آیا تھا۔

"جی پارٹنر کی جان!" ڈی جے چہرے پر مسکراہٹ لیے اٹھی تھی اور اور ضبود کو اپنی
گود میں بیٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

"پارٹنر عنایہ آپ کی کہہ رہی تھی کہ اب سے آپ میری ماما بن کر یہی رہیں گی۔ کیا سچ یہ
سچ ہے؟ کیا اب ہمیشہ ضبود کے پاس رہیں گی؟" ضبود نے خوشی سے ڈی جے کے
گلے میں باہیں ڈالتے استفسار کیا تھا۔

اس بات پر بے ساختہ ڈی جے کی آنکھیں ذوالنورین کی آنکھوں سے ٹکرائی تھی۔ جن
میں نجانے کیا بات تھی کہ وہ گھبرا کر جلدی سے آنکھیں پھیر گئی تھی۔

"ہمم اب سے میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ یہ بتاؤ آج آپ سکول نہیں گئے کیا
؟" ڈی جے جلدی سے بات کو گھمایا تھا۔ نجانے کیوں ذوالنورین کے حوالہ سے ضبود
سے تعلق اس کے اندر ایک عجیب اور انوکھا مگر خوبصورت سہ احساس پیدا کر گیا تھا۔

"اوہو پار ٹنر! آج عنایہ آپ کی مایوں ہیں۔ اب میں گھر کا سب سے بڑا بیٹا ہوں تو سارے کام مجھے ہی تو کرنے ہیں اس لیے آج میں نے چھٹی کی ہے۔" دو فٹ کا وہ لڑکا اس ادا سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ بے ساختہ ذوالنورین اور ڈی جے کے چہروں پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

"اچھا جی مجھے تو پتہ نہیں تھا کہ میرا یہ دو فٹ کا دوست گھر کا سب سے بڑا فرد ہے۔ جس کے کندھوں پر پھوپھو کی شادی جیسی عظیم ذمہ داری بھی ہے۔ ویسے یہ تو بتاؤ آج ضبود نے کونسے کونسے کام کرنے ہیں؟" ڈی جے ضبود کے پھولے پھولے رخساروں پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

"اوہو پار ٹنر دیکھیں باتوں میں لگا کر آپ مجھے بھلا ہی دیا میں تو آپ کو یہاں اٹھانے کے لیے آیا تھا تا کہ آپ میرے ساتھ کام میں مدد کروا سکیں۔ جیسا کہ میں رات کو کونسا سوٹ پہنوں گا، پھر ہم کونسے کونسے گانے گائیں گے، پھر میں نے ڈی سائیڈ کیا ہے کہ آپ میری پار ٹنر ہیں تو میرے ساتھ ڈنس بھی کریں گی۔ جس کی پریکٹس بھی کرنی باقی ہے۔ اس لیے اب جلدی سے اٹھیں نا" ضبود کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی فکریں دیکھ ڈی جے کو بہت ہنسی آئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ نیچے چلو میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" ڈی جے کا موڈ ضبود کی وجہ سے بہت اچھا ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

"او کے ماما جلدی سے آجائیں" ضبود ساکن بیٹھی ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دیتے نیچے کی جان بڑھ تھا۔

ضبود کا یوں اسے ماما کہنا ڈی جے کو جانے کیوں اندر تک پر سکون کر گیا تھا۔ رگ و پے میں ایک تسکین کی لہر ابھری تھی۔ جس کا اثر چہرے پر مسکراہٹ کی صورت نظر آنے لگا تھا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" ضبود کے بعد ذوالنورین کو کمرے سے باہر جاتے دیکھ ڈی جے اپنے ہی خیالات میں گم بے ساختہ پوچھ بیٹھ تھی۔

"کیا یہ سوال مجھ سے کیا گیا ہے؟؟" ذوالنورین ایک آئی برواٹھاتے ڈی جے کو سنجیدگی سے دیکھتے اس کی طرف آتے بولا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں وہ۔۔۔ غلطی سے یہ سوال منہ سے پھسل گیا تھا۔۔۔ ورنہ میں تو۔۔۔"

ڈی جے گھبرا کر ذوالنورین کے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ ایک قدم پیچھے کی جانب لیتی بولی

تھی۔

"اچھا تو ورنہ کیا پوچھنے لگی تھی آپ؟؟" ذوالنورین کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

اس کے سخت تاثرات ڈی جے کو ڈر رہے تھے۔

"کک۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ میں بھلا کیا پوچھ سکتی ہوں۔" ڈی جے نے بمشکل جواب دیا تھا کیونکہ ذوالنورین اس کے پاس آگیا تھا۔ اور پیچھے دیوار آنے کی وجہ سے وہ خود بھی رک گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"پوچھنا بھی نہیں چاہیے۔۔۔ کیونکہ اس سوال پر حق صرف اور صرف میری محبوب بیوی کا ہے کسی ڈی جے کا نہیں ہے۔" تلخ لہجہ میں زو معنی بات کرتے ذوالنورین نے ڈی جے کی فرار کی راہیں بند کی تھی۔

"آئم سوری!!" آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوؤں لیے ڈی جے نے سر جھکا کر کہا تھا اور اس کی بازو کے نیچے سے نکلتی جلدی سے پاس ہی موجود واش روم میں جا گھسی تھی۔

اس کے بھاگنے پر ذوالنورین گہری سانس خارج کرتے خود بھی باہر کی طرف بڑھتا تھا۔
کیونکہ اسے پولیس اسٹیشن میں کچھ کام نپٹانے تھے ساتھ ہی ساتھ ویڈنگ ڈیزائنر سے
ملنا تھا۔ پھر اسے جبرائیل صاحب کے گھر میں چکر بھی لگانا تھا۔

@@@@@@

"مبارکباد ہو سرالسد نے آپ کو اپنی رحمت سے نوازا ہے" اسپتال کے ایک کمرے کے
باہر کھڑے اس بے چین سے شخص کو نرس نے زندگی کی نوید سنائی تھی۔
"یا اللہ تیرا شکر ہے اور میری بیوی کیسی ہے سسٹر" اس شخص نے خوشی سے شکر ادا
کرتے چہرے پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اپنی بیوی کے بارے میں پوچھا تھا۔
"آپ کی بیوی ٹھیک ہے۔ آپ کچھ دیر تک اسے مل سکتے ہیں لیکن آپ کی بیٹی کیونکہ
ساتھویں مہینے میں ہی پیدا ہو گئی ہیں۔ اس لیے بہت کمزور ہے اور ڈاکٹرز نے انہیں
شیشہ میں رکھا ہے۔ کل تک وہ آپ کو مل جائے گی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں
ہے" نرس نے پیشہ ورانہ انداز میں اس شخص کو کہا تھا۔ جس کے چہرے پر پھر سے ہلکا
ہلکا اضطراب جھلکنے لگا تھا۔

"کیا میں اپنی بیٹی کو دور سے دیکھ سکتا ہوں" اس شخص نے بے چینی سے پوچھا
 "اچھا ٹھیک ہے۔ آئیے میرے ساتھ" نرس چند منٹ اس شخص کے چہرے کو دیکھتے
 رہنے کے بعد اسے اپنے پیچھے آنے بولی تھی۔

"شیشہ کے اس چھوٹے سے ڈبہ میں لیٹی اس شخص کی بیٹی ایک نرم روئی کے گولی جیسے
 محسوس ہو رہی تھی۔ جس کی سفید و سرخ نگ کے پھولے پھولے رخصت دیکھنے والے
 کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔

"میری ننھی میرا بابا کی جان! بابا بتا نہیں سکتے کہ وہ تمہیں پا کر کتنا خوش ہیں۔ آپ
 کی ماما تو بابا سے زیادہ آپ کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ شادی کے اتنے برسوں بعد بابا نے
 آپ کو بڑی منتوں سے پایا ہے۔ اب پلیز بابا کو چھوڑ کر مت جانا۔ بس جلدی سے ٹھیک
 ہو جائے میرا بچہ تاکہ بابا اپنی بیٹی کو اپنے سینے سے لگالیں" اس شخص کا ایک آنسو آنکھ
 سے نکل کر اس شیشہ پر گرا تھا۔ جبکہ چہرے پر ایک مسکراہٹ قائم تھی۔ کچھ دیر تک
 اپنی بیٹی کو آنکھوں کے راستے دل میں اتارتے وہ اپنی بیوی کے پاس گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد اس کمرے کا دروازہ بار بار اسے کھلا تھا۔

"جلدی کرو۔ جن بھی بچوں کو اغوا کرنا ہے جلدی سے اٹھاؤ اور نکلنے کی کرو کیونکہ کسی بھی وقت ڈاکٹر زیادہ سری نرسوں میں سے کوئی بھی یہاں آسکتا ہے۔" ایک نرس نے اپنے پیچھے آتے دو آدمیوں کو جلدی سے کہا تھا۔

اس کی بات پر عمل کرتے ان لوگوں نے ان میں سے تین بچوں کو اٹھایا تھا۔ جس میں سے ایک بچی وہی تھی۔ جن میں ایک بچی وہی تھی جو اس شخص کی بیٹی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ لوگ کی ماؤں کی گودیں اجاڑ کر وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

"ضبود! ضبود! پارٹنریار رک جاؤ دیکھو ابھی یہ واسکٹ پہن لو پھر نیچے چلتے ہیں۔" ڈی جے شادی والے گھر میں ہاتھ میں واسکٹ پکڑے بھاگتی ہوئی بول رہی تھی۔

جوبلی کے بچے کے جیسے ہاتھ میں آنے کی بجائے پھدکتا کبھی ادھر جا رہا تھا تو کبھی ادھر جا رہا تھا۔ ویسے بھی آج تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ آخر اس کی پارٹنریار جو ان کے گھر ہمیشہ کے لیے رہنے آگئی تھی۔

"ضبود میں کہہ رہی ہوں رک جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا" ڈی جے نے مصنوعی غصہ سے

بولتے اسے ڈرانا چاہتا تھا جو کھلکھلا کر سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

لیکن براہوا کہ پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھتے ہی ڈی جے جھٹکا کھا کر آگے کی طرف گری تھی۔

”~~~~~”

خوشیوں سے بھرے اس گھر میں سب لوگ فق چہرہ لیے بے ساختہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

$a a a a a a a$

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خوشیوں بھرے اس گھر میں ڈی جے کی آواز پر سب لوگ فق چہرہ لیے بے ساختہ اوپر
کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"اوہ شکر ہے لالا آپ نے ڈی جے لالی کو پکڑ لیا ورنہ اگر وہ سیڑھیوں سے گر جاتی تو خدا جانے کیا ہوتا" عنایہ جھجھری لیتی، بے ساختہ ذوالنورین کو دیکھ کر بولی تھی۔ جس نے ڈی جے کو سیڑھیوں سے گرنے سے بچا لیا تھا۔

"عنا یہ بچے تمہاری بھابھی کو آج کل گرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہو رہا ہے۔ اس لیے تم

پریشان مت ہو اور جا کر تیار ہو جاؤ بچہ، کچھ دیر تک آپ کی مایوں ہے۔ (ذوالنورین نے ڈی جے پر میٹھا سہ طنز کرتے عنایہ کو کہا تھا۔ جس پر سب دوبار اسے اپنے اپنے کاموں میں متوجہ ہو گئے تھے) اور آپ یہ جو کبوتر کی طرح آنکھیں میچ کر مجھے پکڑے کھڑی ہیں۔ ہوش میں آجائیں اور افسوس کریں کہ آپ کی خودکشی کی کوشش ناکام کر دی ہے۔ کیونکہ اتنی جلدی میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑنے والا۔ "ذوالنورین کی روکھی آواز پر ڈی جے جو گرنے کے خوف سے دھڑکتے دل کو سنبھالے کھڑی تھی۔ جلدی سے آنکھیں کھولتی پیچھے ہوئی تھی۔

"آہ میرا پاؤں!" اچانک پیچھے ہونے کی وجہ سے ڈی جے کے پاؤں کو جھٹکا لگا تھا، جسے پکڑتے وہ نیچے بیٹھتے بولی تھی۔

"لگتا ہے کہ آج کل آپ نے ہر چوٹ اور بیماری سے دوستی کر لی کہ آواز آکر مجھے لگ جاو۔" ڈی جے کے پاؤں کی موج پر ذوالنورین جھنجھلا گیا تھا۔

"کتنے ظالم ہیں آپ، ایک تو میرے پاؤں میں موج آگئی ہے اور اوپر سے آپ مجھے ہی باتیں سنارہے ہیں اور میں تھوڑی کہتی ہوں کہ مجھے کچھ ہو" موٹے موٹے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ذوالنورین کو دیکھتے ڈی جے نے شکایت کی تھی۔

"اچھا چلیں ہاتھ پکڑ کر اٹھنے کی کوشش کریں کیونکہ میرے ہاتھ خالی نہیں ہے ورنہ حسب معمول آپ مہارانی کو یہ ناچیز غلام اٹھا کر کمرے میں لے جاتا۔" ڈی جے کی آنکھوں سے گھائل ہوتے، ذوالنورین کا دل تڑپا تھا۔

اس لیے لہجے کی سختی کم کرتے اپنے ہاتھ میں موجود شوپنگ بیگز دیکھاتے ہوئے بولا تھا۔

"دھیان سے۔۔۔ آرام آرام سے چلیں۔۔" ذوالنورین کا بازو پکڑ کر چلتے ڈی جے نے اسے تیز چلنے سے ٹوکا تھا۔

"ڈی جے ایک کام کرتے ہیں کہ ہم چلتے ہی نہیں ہے۔ یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ مطلب کہ اب حد ہے یہ دو قدم کے فاصلے پر کمرہ ہے اور آپ مجھے ایسے آہستہ آہستہ چلنے کا کہہ رہی ہیں جیسے ہم مارس پر جا رہے ہیں اور راستے میں چلتے چلتے آپ تھک گئی ہے۔" ذوالنورین اس کے چونٹی کی چل چلنے پر چڑ گیا تھا۔

"مجھے درد ہو رہا ہے لیکن آپ پھر سے مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔" ڈی جے کی آنکھیں پھر سے آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"اف ٹھیک کہتے ہیں سیانے یہ جو عورتیں ہوتی ہیں ناان کے آنسوؤں فتنہ پرور ہوتے ہیں۔ جو مرد کے دل کو قابو کرتے ہیں۔ (ذوالنورین ڈی کو دیکھتے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا) اچھا یہ بیگز پکڑیں "بیگز ڈی جے کے ہاتھ میں رکھتے ذوالنورین اسے باہوں میں اٹھاتے، لمبے لمبے قدم اٹھاتے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں ابھی پاؤں پر لگانے کے لیے کریم لے کر آتا ہوں۔" ذوالنورین ڈی جے کو صوفہ پر بیٹھاتے بولا تھا۔

پھر فرسٹ ایڈ باکس سے کریم لاتے اس کے پاؤں پر ہلکے سے مساج کرنے لگا تھا۔ اس کا یہ بے گانگی میں بھی کثیرنگ انداز ڈی جے کو دل کو بہت بھایا تھا اور کوئی دل کے چور کونے سے نکل کر ڈی جے سے مخاطب ہوا تھا۔

"یہ شخص ابھی تم سے محبت نہیں کرتا، تب اتنی پرواہ کر رہا ہے۔ چاہے یہ پرواہ ایک تلخ پردہ میں ہی کیوں چھپی ہوئی ہے۔ لیکن سوچوں اگر اسے کبھی تم سے محبت ہو گئی تو وہ کتنا خیال رکھے گا۔" اس سرگوشی پر ڈی جے گال تک اٹھے تھے۔

"اف فضول مت سوچو ڈی جے وہ کسی اور کی امانت ہے۔ اور تم کسی کی محبت پر ڈاکا مار کر امانت میں خیانت نہیں کر سکتی۔" دماغ کی تاویل نے ڈی جے کو حقیقت میں لاپٹکا

تھا۔

"آہہ۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔ کیا میرا پاؤں توڑنا چاہتے ہیں" ذوالنورین کے ایک دم پاؤں کو جھٹکا دینے پر ڈی جے نم آنکھوں سے بولی تھی

"فالتومت سوچو دیکھو۔ اپنے پاؤں کو ہلا کر دیکھو اب یہ بالکل ٹھیک ہے۔ بس ہلکی سوزش ہے۔ اس پر میں کریم لگا دیتا ہوں۔ کل تک ٹھیک ہو جائے گا۔" ڈی جے کے پاؤں پر گرم پٹی باندھتے ذوالنورین اس کی نم آنکھوں کو دیکھ کر بولا تھا۔

"شکریہ۔۔۔" ڈی جے اپنے پاؤں کو ہلاتے، آنکھوں میں بلاؤجہ امدانے والے آنسوؤں کو پیتے مسکرانے کی کوشش کرتی بولی تھی۔

اپنے غم کو چھپانے کے اس انداز نے ذوالنورین کے دل کو بے چین کیا تھا۔

"دوہہ! ریلیکس یہ صرف چھوٹی سی موج تھی۔ اب آپ کا پاؤں ٹھیک ہے۔ بس یہ جو ہلکی سی سوزش ہے۔ وہ بھی کل تک ٹھیک بھی ہو جائے گی۔" ذوالنورین غیر ارادی طور پر اسے اپنے ساتھ لگا کر، اس کے سر کو سہلاتے بولا تھا۔

ذوالنورین کے انداز میں جانے کیسی اپنائیت تھی کہ ڈی جے اس کے سینے پر سر رکھے

کھل کر رو دی تھی۔ ذوالنورین نے بھی اسے رونے سے روکا نہیں تھا۔ بلکہ اپنی گرفت اس کے گرد مضبوط کرتے اسے اپنے ساتھ کا یقین دیا تھا۔

"ویسے مجھے لگتے ہے کہ میری گود آپ کو کچھ زیادہ ہی پسند آگئی ہے۔ اس لیے کبھی چکرا کر گرنے کا بہانہ کرتی ہیں تو کبھی پاؤں میں موج آنے کا "کمرے میں چھائی معنی خیزی خاموشی پر ہوش میں آتے ذوالنورین میٹھا سہ طنز کرتے بولا تھا۔

"بی۔۔ یہ انتہائی بے بنیاد الزام ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" خفت سے سرخ پڑتے ڈی جے نے احتجاج کیا تھا۔

"بس ٹھیک ہے اب بہانے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیر یہ بیگز آپ کے لیے ہیں انہیں صرف دیکھیے گا نہیں، بلکہ استعمال بھی کر لیجئے گا۔ میں فلحال صالح کی طرف جا رہا ہوں۔ ویسے بھی اس زنانہ محفل میں میرا کوئی کام نہیں ہے۔

اور ہاں جبرائیل انکل کی خالہ جو کے میرے لیے بڑی اماں کا درجہ رکھتی ہیں، اور ان کے بہو اور پوتی لوگ عنایہ کی مایوں کی رسم میں شریک ہونے کے لیے ہمارے گھر میں آرہے ہیں۔ اس لیے آپ ان کا دھیان اچھے سے رکھیے گا اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے فون کر لیجئے گا۔ اور ہاں یہ اپ کا نیا نمبر میں لے کر آیا ہوں اور وہ استعمال کیجئے گا"

جیب سے ایک سم ڈی بے کو نکال کر دیتے ذوالنورین سنجیدگی سے کہتے فریش ہونے
واش روم میں جا گھسا تھا۔

ذوالنورین کے جانے کے بعد تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ڈی بے نے شاپنگ بیگز
اپنی طرف کرتے دیکھے تھے۔ جن میں شادی کے آنے والے تینوں فنکشن سے متعلق
ڈی بے کے لیے کپڑے، جوتے اور جیولری وغیرہ تھی۔ جبکہ ایک بیگ میں میک آپ
کاسامان موجود تھا اور سب سے آخر والے میں خاص زمانہ چیزیں تھی جن کو دیکھ کر ڈی
بے کان کی لوتک سرخ ہو گئی تھی۔

"حد ہے مطلب انہیں یہ سب لانے کی ضرورت کیا تھی۔" ڈی بے اس بیگ کو تیزی
سے ایک طرف پھینکنے کے انداز میں رکھتی بڑائی تھی۔

"کیا مطلب لانے کی ضرورت کیا تھی؟ بھی بیوی کی کفالت شوہر پر فرض ہے۔ مانا کہ
تم اپنے شوہر سے زیادہ امیر ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری لائی چیزوں کو
ایسے اٹھا کر پھینکو" ذوالنورین جو فریش ہو کر نکلتے ڈی بے کی بڑ بڑاہٹ سننے کے ساتھ
اسے بیگ پھینکتے دیکھ چکا تھا، سخت لہجے میں بولا تھا۔

ڈی بے بچاری اچھا پھنسی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اپنی بات کی کیسے وضاحت کرے

اس لیے خاموش رہی تھی۔

"اگر انہیں پہننا تو اٹھا کر باہر پھینک دیجئے گا۔" ڈی جے کی خاموشی سے مزید بدگمان ہوتے ذوالنورین سخت لہجے میں بولا تھا۔ پھر بالوں میں کنگی کرنے کے بعد صالح کی طرف چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد ڈی جے چہرے پر ہاتھ پھیرتی افسوس سے کمرے کے دروازے کو دیکھ رہ گئی تھی۔ جہاں سے کچھ دیر پہلے ذوالنورین گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یا اللہ یہ تو نے مجھے اتنے لڑکوں میں کیوں پیدا کر دیا ہے۔ ہائے کاش میرا بھائی ایک لڑکی ہوتا تو آج اس کے مایوں کی رسم میں بیٹھا میں تالیاں پیٹ پیٹ کر گارہا ہوتا او میرے نیہر سے آج مجھے آیا۔۔۔

یہ پیلا جوڑا۔۔۔

یہ ہری ہری چوڑیاں۔۔۔" انتہائی افسوس اور صدمے کی حالت میں صوفہ پر ترچھے لیٹے شیریں نے اوپر کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔

"استغفر اللہ شیری کیا بکواس کر رہے ہو۔ لگتا ہے کہ یہ زبان تم کرائے پر آدھار مانگ کر لے کر لائے ہو۔ اس لیے یہ قابو میں نہیں رہتی۔" صالح اس کی بات پر تڑپ کر پاس پڑا کُشن اس کی جانب پھینک کر بولا تھا۔

"ہائے رے زندگی اور کتنے ستم کرے گے مجھ پر۔۔۔ ایک تو اتنی حسین تتلیوں کو چھوڑ کر تو نے مجھے مچھروں کے بیچ بیٹھایا ہوا ہے اور اوپر سے اس بڑے بھائی سے اولے بھی پڑوا رہی ہے۔ حق ہا۔۔۔" گہری سانس بھرتے شیری نے افسوس سے سر نیچے پھینکا تھا۔

اس کے انداز پر صالح، عاقب اور ذوالنورین تینوں کو ہنسی آئی تھی۔

"عاقب میرے شہزادہ چل ہم ایک بار ذوالنورین بھائی کے گھر کا چکر لگا کر آتے ہیں۔ مطلب لڑکیوں کو اکیلا گھر میں چھوڑ دینا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ کم از کم گھر میں ایک دو مرد تو ہونے چاہیے نا۔۔۔ اس لیے چل ہم دیکھ کر آتے ہیں" کچھ سوچتے شیری کا دماغ تیزی سے چلا تھا، اس لیے پاؤں میں جوتی ڈالتے عاقب کو اٹھاتے بولا تھا۔

"رکو میرے مرد کے بچے! تمہاری اطلاع کے عرض کیا ہے کہ میں نے گھر پر مکمل سیکیورٹی کا انتظام کیا ہے۔ جبرائیل انکل اور حمید انکل کے علاوہ واجد سمیت پولیس کے

کی اہکار گھر کا چکر لگا رہے ہیں۔ اس لیے چپ کر کے بیٹھ جاؤ "شیری کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ذوالنورین اسے واپس بیٹھاتے بولا تھا۔

"ہاااا۔۔۔ ذوالنورین بھائی آپ میری بہنوں اور بڑے بابا اور انکل کی سکیورٹی کے لیے غیر آدمیوں پر بھروسہ کر رہے ہیں۔ لیکن اپنے پیارے پیارے شہزادوں پر یقین نہیں کر سکتے کہ وہ گھر کی اچھے سے دیکھ بھال کریں گے۔ کتنی بری بات ہے۔۔۔"

شیری نے ذوالنورین کو بلیک میل کرنا چاہا تھا۔

"جی بالکل نہیں ہے۔۔۔" ذوالنورین نے دو ٹوک سٹراہوا جواب دیا تھا۔

"ہاہاہا.. اس جواب پر صالح اور عاقب کا جہاں قمقہ گونجا تھا۔ وہی شیری جل کر بولا تھا

"حد ہے ذوالنورین لالا خود تو اپنی بیوی سے دور بیٹھیں ہیں۔ بے ذوق انسانوں کی طرح۔۔۔ اور مجھ معصوم پر بھی ظلم کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھیے گا اپنی مایوں کی رسم میں کمبائن رکھوں گا اور اپنی دلہن کو ابٹن بھی اپنے ہاتھوں سے لگاؤں گا۔" شدید ترسی عوام کی طرح شیری سپنوں میں گم ہوتے بولا تھا۔

"شیری میاں ہوش میں آؤ اور جا کر چائے لے کر مجھے اور ذوالنورین کو کمرے میں

دے جانا اور اپنی شادی بھول جاو کیونکہ تیری اس سٹری ہوئی شکل کو کوئی رشتہ نہیں دینے والا "صالح شیریں کے کندھے پر زور سے تھپڑ جڑتے، اس کے ارمانوں کا قتل کرنے کے بعد ذوالنورین کے ساتھ یہ جاوہ جا ہوا تھا۔

"حق ہامیری تو کسی کو قدر نہیں ہے۔۔۔ تو بھی میس جو ہر وقت چپ کر کے ہر سین میں بیٹھا رہتا ہے ناسن لے یہ جو یمن کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا نا، شکر کرو میں نے بڑی داد کو شکایت نہیں لگائی کہ بڑی دادو یہ لڑکا آپ کی پوتی پر ٹھکرک جھاڑ رہا ہے۔" کیچن کی طرف جاتے چڑچڑا ہوا شیریں صوفہ پر بیٹھے عاقب کی جانب اپنی توپوں کا رخ کر کے بولا تھا۔

جو اس کی بات پر ہڑبڑا ہی گیا تھا۔

"اللہ معاف کرے اب اس گھر میں رہتے اب کسی کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔۔۔۔۔ تو بہ ہے تم سے تو شیریں "معصوم سہ عاقب بڑبڑا کر اٹھتے باہر لان میں چلا گیا تھا۔

جبکہ کیچن میں چائے بنانے کے ساتھ شیریں اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑاتے کوئی کھچڑی بھی پکا رہا تھا۔

@@@@@@@@@@

"پارٹنر ادھر آؤ! وہاں کیوں کھڑے ہو"

پیلے، اونچ اور سرخ رنگوں کے امتزاج سے سچی اس فراق پر میسی جوڑا بنائے، ہلکے ہلکے میک آپ کیے کانوں میں لمبے لمبے آویزے پہنے ڈی جے انتہائی دلکش لگ رہی تھی۔

ابھی وہ نیچے جانے کے لیے حمنہ کا انتظار کر رہی تھی، کہ کمرے کے دروازے سے چھپ کر خود کو دیکھتے ضبود پر اس کی نظر پڑی تھی۔

"نہیں!!" سفید رنگ کے سوٹ پر اور نچ کلر کی واسکٹ پہنے جیل سے بال سجاے کھڑے اس پیارے سے ضبود نے آنکھوں میں آنسوؤں لیے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کیوں میرا بچہ! کیا ماما سے ناراض ہے" ضبود کی حالت پر ڈی جے تڑپ کر بولی تھی۔

"نہیں!! وہ میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگی ہے نا۔ تو اس لیے میں بیڈ بوائے ہوں نا۔۔۔ تو اب میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا" ڈی جے ضبود کی حساسیت پر بے چین ہو اٹھی تھی، کیونکہ اس کے گرنے کی وجہ سے کسی نے بھی ضبود کو کچھ نہیں کہا تھا، پھر بھی وہ بچہ حد سے زیادہ حساس ہونے کے باعث اب ڈی جے کے درد کی وجہ خود کو سمجھ

رہا تھا۔

"پار ٹنر ماما کی جان! ماما صدقے جائے اپنے بے بی کے، اپنی وجہ سے مجھے کچھ نہیں ہوا اور یہ چوٹ تو معمولی سی ہے۔ دیکھنا کل تک ٹھیک ہو جائے گی۔ اس لیے جلدی سے آنسو صاف کرو اور چلو میرے ساتھ ہم نیچے چلتے ہیں پھر میرے ضبود نے اپنی پار ٹنر کے ساتھ ڈانس بھی تو کرنا ہے" ڈی جے ضبود کو سینے سے لگاتے، اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

جس سے ضبود کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔
 "لو یو پار ٹنر! اپنے پاس بیٹھی ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دیتے ضبود محبت سے بولا تھا۔

"لو یو پار ٹنر کی جان! یہ کہتے ہی ڈی جے اسے لے کر آہستہ آہستہ چلتے نیچے کی جانب بڑھی تھی۔

ضبود کے ساتھ اترتی ڈی جے کو دیکھ کی لوگوں کی نظریں اس کی جانب اٹھی تھی۔
 "ماشاء اللہ بھابھی آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں" کالی آنکھوں پر بڑے بڑے نظر کے

چشمے لگائے خوبصورت سی سکن رنگ کی فراق پہنے وہ سترہ اٹھارہ سال کی خوبصورت سی لڑکی تھی، جو ڈی جے کے پاس آتی اشتیاق سے بولی تھی۔

"پارٹنریہ یمنہ آپی ہیں۔ کچھ دیر پہلے یہ بڑے بابا (جبرائیل صاحب) کے ساتھ آئیں ہیں" ضبود نے یمنہ کا تعارف ڈی جے سے کروایا تھا۔

"او اچھا ہاں انہوں نے بتایا تھا آپ کے بارے تھے۔ تعریف کے لیے شکریہ پیاری۔۔ آپ بھی ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" ڈی جے یمنہ کے چہرے پر ہاتھ رکھتے بولی تھی۔ جس پر کامنی سی یمنہ بلبش کر گئی تھی۔

"ارے بہو! ماشاء اللہ سے تم تو جیسی ٹی وی پر نظر آتی تھی، اس سے بھی زیادہ اچھی ہو۔" اللہ نظر بد سے بچائے۔ "ڈی جے کے ہاتھ میں ہرے ہرے رنگ کے کئی نوٹ رکھتے یمنہ کے بعد ایک سو برسی خوش اخلاق بزرگ خاتون اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

ان کا اخلاق جبرائیل صاحب کی طرح انتہائی نرم اور پیارا تھا۔

"شکریہ آنٹی" ڈی جے جھنپتے ہوئے مسکرا کر بولی تھی۔

"ارے پگلی یہ آنٹی کہہ کر بیگانہ تو مت کہو بھی تمہاری پردادی ساس ہو اس لیے بڑی دادی کہو۔" رقیہ بیگم خاصی خوش اخلاق، محبت اور خلوص سے بھری عورت معلوم ہو رہی تھی۔ جوڈی جے کے ساتھ صوفہ پر بیٹھتی بولی تھی۔

"جی بڑی دادو" ڈی جے نے سعادت مندی سے کہا تھا۔

اس کے بعد یمنہ کی ماما اور رقیہ بیگم کی بہو مہناز بیگم آکر ڈی جے سے ملی تھی۔

اتنے میں حمنہ عنایہ کو لے کر وہاں آئی تھی، پیلے رنگ کے غرارے کرتے میں نارنجی رنگ کا ڈوپٹہ اوڑھے، سفید پھولوں کا زیور پہنے میک اپ کے نام پر صرف ہلکی سی گلوں لگائے عنایہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

حمنہ نے اسے لا کر ڈی جے کے ساتھ دلہن کے لیے بنائی گئی جگہ پر بیٹھایا تھا۔ بڑی

دادی تو عنایہ کے صدقے واری گئی تھی، انہوں نے ہی رسم کا آغاز کیا تھا۔

باری باری پھر سب نے عنایہ کو ابٹن لگایا تھا۔

بلے بلے فی ٹور پنجا بن دی

بلے بلے بلے۔۔۔

جُنتی کھل دی مڑوڑانی جھل دی

ٹور پنجا بن دی۔۔۔

بلے بلے بلے۔۔۔

رسم کے بعد اچانک حمنہ کے اشارے پر ڈی جے نے گانا گاتے وہاں کا ماحول بنایا تھا۔
جس پر حمنہ فوراً سے میدان میں کودی تھی۔ جس پر سب لڑکیوں نے شور مچایا تھا اور پر
شوق نظروں سے آگے آگے ہو کر بیٹھی تھی

بلے بلے نی گھبر و دادل دھڑکے

بلے بلے نی گھبر و دادل دھڑکے

کاسنی ڈوپٹے والی کڑیے

نی گھبر و دادل دھڑکے

پیلے گھیرے دار فراق میں ڈیسنٹ سے میک آپ میں خوبصورت لگتی حمنہ جب ایک
ادا سے کمر کو لچکایا تھا۔ تو پیلا ڈوپٹہ میں چہرہ چھپائے اندر لاؤنج میں قدم رکھتا شیری
لڑکھڑایا تھا، بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے ورطہ حیرت میں گم وہ چھپکے سے پیلر کے

پیچھے سے دیکھنے لگا تھا۔

بلے بلے دی ماں دیے موم بتیے

سارے پنڈوچ چائن تیرا ماں دیے موم بتیے

حمنہ کے ساتھ ساتھ ضبود بھی میدان میں آیا تھا اور اپنا دونوں ہاتھ اوپر کرتے ہلکے ہلکے جھومنے لگا تھا۔

"ہائے ظالمانہ لگتا ہے آج یہ مجھ معصوم کی جان لے کر رہیں گئی" شیریں نے دل پر ہلکے سے ہاتھ رکھتے سرگوشی کی تھی۔ پھر شرارت سے موبائل نکالتے سامنے ڈی جے اور عنایہ کی چند تصویریں کھینچ کر موبائل کو جیب میں رکھتے پھر سے حمنہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

بلے بلے وے سارا پنڈویر پے گیا

بلے بلے وے سارا پنڈویر پے گیا

گورارنگ نہ رب کسے نود یوے

وے سارا پنڈویر پے گیا۔

بلے بلے وے جے تو میری ٹور ویکھنی

کالی گھگری دوداے جے تو میری ٹور ویکھنی۔

اس لائن کے آتے ہی شیر کی کوثر اتر سو جھی تھی۔ اس لیے شیر بنتا پیلر کی اوڑھ سے نکلتے بولا تھا۔

بلے بلے نی نشے دی اے بند بوتلے

تینوں پین گے نصیباں والے

نی نشے دی اے بند بوتلے

او بلے بلے۔۔۔

شیری کی آواز پر سب کی گردنیں گھومیں تھی۔ حمہ تو شرم اور غصہ سے ملی جلی حالت میں شیری کی جانب گھورنے لگی تھی۔

"ایک دم جب سب کو خاموش اور اپنی طرف گھورتے محسوس کیا تو شیری کو اپنے

ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئی تھی، اس لیے تھوک نکلتے بولا

"وہ۔۔۔ وہ پیاری۔۔۔ تتلی۔۔۔ میرا مطلب ہے بہنوں۔۔۔۔۔ وہ دیکھو

کون۔۔۔" زبان کو تر کرتے شیر نے بہانا کرنا چاہا تھا۔ لیکن جب کچھ سمجھنا آیا تو ان کا دھیان اوپر کی طرف کرواتے، باہر کی جانب لپک تھا۔

"بد تمیز ٹھہر جاؤ۔ اگر دوبار مجھے نظر آئے تو اپنا قتل فرض سمجھنا۔" حمزہ اس کے پیچھے جوتی چلاتی زور سے چیخی تھی جو وہاں سے گدھے کے سر سے سینگ کے جیسے غائب ہو گیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"اہم اہم مہربان قدردان آپ سب کی خدمت میں حاضر ہے شیری دی گریٹ، جو ابھی ابھی اپنی بھابھی جان کا دیدار کر کے آرہا ہے" گھر میں داخل ہوتے شیر نے جانب بوجھ کر ذوالنورین اور صالح کو دیکھ کر پھلجڑی چھوڑی تھی۔

"ویسے عاقب یار عنایہ بھابھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے تو ان کے ساتھ خوب تصویریں بھی اتروائی ہیں اور ڈی جے بھابھی کا تو کیا ہی کہوں اتنی خوبصورت لگ رہی تھی، اوپر سے ان کے گائے گانے تو دھوم ہی مچادی تھی" شیری عاقب کے پاس بیٹھتے اپنے موبائل کو دکھا دکھا کر شوخی مار رہا تھا۔

"شیری زیادہ اور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ ہم تمہیں وہاں بلاؤجہ منہ اٹھا کر جانے پر معاف کر دیں تو جلدی سے اپنی بھابیوں کی تصویریں ہمیں سینڈ کرو" صالح شیری پر روعب ڈالتے بولا تھا۔

"ارے واہ بھی واہ اگر لینی یہ تو پہلے دس ہزار آپ دیں اور دس ہزار ذوالنورین بھائی پھر ہی یہ تصویریں آپ کو دی جائیں گی۔" شیری کو نساہ کم تھا موقع پر چوکا مارنا جانتا تھا۔

اس کی بات پر صالح کا منہ تو کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔ کیا شیطان بھائی اس کے نصیب میں لکھا گیا تھا۔۔۔۔۔

"کیا کہا تم؟" صالح نے خطرناک تیور لیے، شیری کو گھورتے ہوئے استفسار کیا تھا۔
 "چاہیں جتنی بھی آنکھیں نکال لیں صالح بھائی، لیکن۔۔۔ سن لیں دس ہزار سے لیے بغیر یہ تصویریں آپ کو نہیں دوں گا۔ آخر اپنی جان کی بازی لگا کر انہیں لے کر آیا ہوں۔" شیری نے آنکھیں پھیرتے کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ کل لے لینا ابھی میرے پاس پیسے نہیں ہیں" صالح دانت پیستے اپنا

ہاتھ شیر کی موبائل کی طرف بڑھاتے بولا تھا۔

"نا۔۔۔نا۔۔۔نا۔۔۔" صالح بھائی یہاں آدھار منع ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ میں غریب آدمی کتنی مشکل سے پیٹ پالتا ہوں۔ جبکہ آپ تو ریسٹوران کے مالک ہیں۔ جس کی ایک شاخ کراچی میں ہے اور دوسری اسلام آباد میں، اس لیے میرے سامنے پیسوں کے ناہونے کا ٹاٹک بھی مت کرے گا۔ "شیری کی مسکینیت سے کہتے آخر میں ہاتھ نچا کر صالح کے بہانے رد کرتے بولا تھا۔

"یا اللہ!! ایسا فتنا بھائی کسی کو نہ دینا" صالح نے بلند آواز میں بڑبڑاتے اپنے والٹ سے پیسے نکالتے کر شیر کی کو دیے تھے۔

"واہ واہ جیتے رہو میرے مجنوں بھائی، موبائل دیکھو میں نے وٹس ایپ کر دیے ہیں (شیری نے تیزی سے پیسے پکڑنے کے بعد ذوالنورین جو دیکھ کر کہا تھا۔) اور ذوالنورین لالا آپ کہاں چل دیے آپ نے تصویریں نہیں لینی "

"جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری بھابھی کو اتنے میک آپ میں لدے ہوئے دیکھنا کا۔ اس لیے انہیں اپنے پاس سنبھال کر رکھو" ذوالنورین جو موبائل پر ٹیکس کرتے باہر کی طرف جا رہا تھا، رک کر طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔ پھر شیر کی اتری شکل پر

دل ہی دل میں لطف اندوز ہوتے بڑ بڑایا تھا (جب میری بیوی مجسم میرے گھر میں موجود ہے تو مجھے ان تصویروں کی کیا ضرورت؟؟) پھر وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔

"بڑی دادی آپ آج رات یہی رک جائیں نا۔" جس وقت ذوالنورین مینشن میں داخل ہوا، تب تک تمام عورتیں جاچکی تھی اور ڈی جے بڑی دادی کا ہاتھ تھامتے بول رہی تھی۔

"ہٹ پگلی ابھی میں کونسا اپنے شہر واپس جا رہی ہوں۔ یہ پیچھلی گلی میں تو جا رہی ہوں۔" بڑی دادی ڈی جے کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

"اماں اگر بچی کہہ رہی ہے تو آپ سب رک جاؤ۔ ویسے بھی کل مہندی کی رسم سے پہلے نکاح بھی تو ہونا، تو اس لیے آپ بچیوں کے ساتھ رہیں انہیں ڈھارس ملے گی"

جبرائیل صاحب بڑی دادی کے سامنے جھکتے ادب سے بولے تھے۔

جن کے ساتھ مہناز آپا کے شوہر حمید بھی کھڑے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے جبرائیل میں رک جاتی ہوں اور مہناز بہو تم یمناکو میرے پاس چھوڑ دو۔ لیکن خود وہاں چلی جاؤں۔ مردوں والے گھر میں سو کام ہوتے ہیں۔ تم ان سب کو

دیکھ لینا " بڑی دادی نے اپنی بہو کو حکم دیا تھا۔ جس پر مہناز بیگم نے ادب سے سر ہلاتے ان کا مان بڑھایا تھا۔

"السلام علیکم بڑی اماں!" ان لوگوں کے جانے بعد ذوالنورین بڑی دادی کے پاس آ پہنچا تھا۔

"ارے وعلیکم السلام میرے بچے جیتے رہو! کہاں تھے اب تک؟ مجھ سے ملے بھی نہیں، ارے میں ایک سال بعد آئی ہوں لیکن تم نے تو حال چال پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔" ذوالنورین لوگوں کے ساتھ اندر کی طرف بڑھتے بڑی دادی نے شکوہ کیا تھا۔

"بڑی اماں اصل میں صبح سے کام میں الجھنے کی وجہ سے میں آپ کے پاس نہیں آ پایا، لیکن اگر آپ کو میرا رویہ برا لگا ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔ میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا۔" ذوالنورین نے بڑی اماں کو صوفہ پر بیٹھاتے، ان کے پاس بیٹھتے کہا تھا۔

وہ بڑی اماں کو بالکل اپنی سگی دادی کی طرح عزت اور مان دے رہا تھا۔ ڈی جے نے اس کے اس الگ روپ کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں بچے تم معافی کیوں مانگتے ہوں۔ میں جانتی ہوں ماں باپ کے بغیر بہن کی شادی

بھائیوں کے لیے انتہائی مشکل فریضہ سرانجام دینا ایک انتہائی مشکل کام ہے۔ میں بھی بڑھی ایسے ہی شکوے کر رہی ہوں۔ تم پریشان مت ہولاڈلے "بڑی دادی ذوالنورین کے ماتھے پر ممتا بھر اوسہ دیتے بولی تھی۔

"ویسے دادو جیسے آپ ذوالنورین بھائی کو ٹریٹ کرتی ہیں۔ مجھے تو کبھی کبھی لگتا ہے آپ صالح بھائی کی نہیں بلکہ ذوالنورین بھائی کی دادی ہیں۔" یمنابڑی دادی اور ذوالنورین کے پیار کو دیکھ کر شرارت سے بولی تھی۔

"اے ہٹ پگلی تجھے کیا پتہ آج سے پانچ سال پہلے رب نے مجھے ذوالنورین کی شکل میں تیرے باپ کے بعد دوسرا بیٹا دیا ہے۔ یہ تو بس تیرے بابا کا ٹرانسفر ہو گیا، اس لیے ہمیں یہاں سے جانا پڑا اور نہ تو ہم جبرائیل بچے کے ساتھ والے گھر میں ہی تو رہتے تھے۔" بڑی دادی ماضی کی یادوں میں گھری اس وقت کو یاد کرتے بولی، جب دوحہ کی جدائی میں تڑپتے ذوالنورین کو صالح یہاں لے کر آیا تھا اور انہوں نے اسے اپنی ممتا کی آغوش میں لیتے اسے سنبھلنے میں مدد دی تھی۔

"بڑی دادی یہ لیس دودھ پی لیں اور پیس پی سر آپ کے کھانے کے لیے کچھ لاؤں؟؟؟"

ڈی جے دودھ کا گلاس ملازمہ کے ہاتھ سے پکڑ کر بڑی دادی کی طرف بڑھا کر، ان کی

گود میں سر رکھے لیٹے ذوالنورین کو دیکھ کر جھجک کر بولی تھی۔

"اے ہے بہو! یہ ایس پی سر کیا ہوتا ہے، شرم کو اپنے مزاجی خدا کو ایسے نہیں کہتے، اب سے میں سنونہ کہ تم نے ذوالنورین کو سنیے جی، یا آپ کے علاؤہ کچھ اور کہہ کر مخاطب کیا کروں۔ اب جاؤ سیدھا شوہر کے لیے کھانا لے آؤ پوچھو مت کہ کھانا ہے یا نہیں۔۔۔" بڑی دادی کی بات پر ڈی جے حفت سے سرخ پڑی تھی، جبکہ یمن اور حمہ کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ بکھری تھی۔

"نہیں بڑی اماں مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں نے صالح کے ساتھ کھانا کھا لیا تھا۔۔۔ یہ عنایہ اور ضبود کہاں ہیں؟" ذوالنورین نے ان کی گود سے سر اٹھاتے کھانے سے منع کرتے پوچھا تھا۔

"وہ عنایہ آج بہت تھک گئی تھی، پھر کل بھی بہت مصروف دن گزرنے والا تھا، تو اس لیے میں اسے نیند کی گولی دودھ میں ملا کر پلائی ہے تاکہ اس کے اعصاب تھوڑے پر سکون ہو جائے اور ضبود تو فنکشن کے درمیان ہی سو گیا تھا۔" ڈی جے نے جھجھکتے ہوئے جواب دیا تھا، جس پر ذوالنورین ان دونوں کو ایک نظر دیکھنے کی خاطر عنایہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

"بہو اب تم لوگ بھی سو جاؤ۔ کیونکہ کل پہلے تو 12 بجے نکاح ہے اور پھر رات میں مہندی کی رسم بھی کرنی ہے۔ تو اس لیے سو کام ہونگے تو تم بھی دوا کھا کر سو جاؤ تاکہ تمہارے پاؤں کا درد مکمل طور پر ٹھیک ہو جائے۔ چلو حمنہ بیٹی تم مجھے اور یمنہ کو ہمارا کمرہ دیکھا دو۔" بڑی دادو ڈی جے کو ہدایت دیتی اٹھی تھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

@@@@@@

"ذوالنورین یہ لیس دودھ کا گلاس" ڈی جے آہستہ سے چلتے بیڈ پر بیٹھے ذوالنورین کے پاس آتے بولی تھی۔

اس کی آواز پر موبائل ایک طرف رکھتے ذوالنورین نے نظر بھر کر اسے دیکھے تھا، جو اس کے لائے گئے ملٹی کلر ڈریس میں نک سک سہ تیار ہوئے، بہت اپنی اپنی لگ رہی تھی۔

"ادھر بیٹھو!" ذوالنورین نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے سنجیدگی سے اسے بیڈ پر بیٹھنے کو کہا تھا۔ جس پر عمل کرتے ڈی جے فوراً بیٹھ گئی تھی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں یوں اچھل کود کرنے کی، لگتا ہے خود کو سپر مین کی بہن سمجھا ہوا ہے، اسی لیے سو جھے پاؤں سے ادھر ادھر بھاگتی پھر رہی ہوں" ذوالنورین کے سخت لہجے میں کہنے پر ڈی جے کو سمجھ نہ آیا کہ آیا ذوالنورین اس کی پرواہ کر رہا ہے یا پھر ڈانٹ رہا ہے۔

"اب اتنا درد نہیں تھا، اسی لیے میں چل پارہی تھی، ویسے بھی اب شادی والے گھر میں میں بیٹھی اچھی تھوڑی لگتی ہوں۔ یہ میرا گھر ہے تو مجھے تو اسے سنبھالنا ہی ہے نا" ڈی جے ذوالنورین کا ہاتھ اپنے پاؤں سے نامحسوس انداز میں پیچھے کرتی لا علمی میں انتہائی گہری بات کہہ گئی تھی۔

ذوالنورین ڈی جے کے حق جتانے پر سپاٹ چہرے کے ساتھ چند پل اسے دیکھے گیا تھا۔ پھر ڈی جے کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے جھک کر سرگوشی میں بولا تھا۔

"زیادہ خوش فہمی انسان کے لیے اچھی نہیں ہوتی مس ڈی جے، اس گھر پر صرف میری پہلی بیوی کا حق ہے۔ اس لیے زیادہ حق مت جتائیں" ذوالنورین کی قربت کے حصار میں بیٹھی ڈی جے کا دل اس کے تلخ لہجے میں کہی گئی بات پر لہو لہان ہوا تھا۔

"اب آپ یہ غلط کر رہے ہیں" ڈی جے نے آنسوؤں سے بھری نظریں ذوالنورین کی

طرف اٹھاتے شکوہ کیا تھا۔

"کیا غلط کیا ہے؟" ذوالنورین نے آئبر واپر کرتے پوچھا تھا۔

"میں۔۔۔۔ کچھ نہیں" ڈی جے اسے کہنا چاہتی تھی کہ "میں بھی آپ کی بیوی ہوں۔ اس لیے آپ کے گھر پر میرا بھی حق ہے"۔ لیکن جانے کیوں خاموش ہو گئی تھی۔

"بات پوری کریں مس ڈی جے" ذوالنورین جانے کیوں چاہتا تھا کہ وہ اپنے حق کے لیے آواز اٹھائے، اس لیے اسے اکساتے ہوئے بولا تھا

"مجھے نیند آرہی ہے۔ آپ پلیز مجھے جانے دیں" ڈی جے نے اس سے نم آنکھیں چراتے وہاں سے اٹھنا چاہا تھا۔

"نظریں چرا کر بزدل بھاگتے ہیں۔ اگر اپنے حق کے لیے لڑنا ہوا تو نظریں اٹھا کر مقابلہ کیا جاتا ہے" ذوالنورین ڈی جے کو جانے کا راستہ دیتے جانے کیوں بولا تھا۔

شاید اسے ڈی جے کا خاموش ہونا برا لگا تھا۔

"لڑائی وہاں کی جاتی ہے جہاں آپ کو مان ہو کہ آگے والا آپ کو سنے گا۔ اگر آپ ناراض ہو جائیں گے تو وہ منائے گا۔ آپ کے ناز نکھرے اٹھائے گا۔ لیکن جب آپ

پہلے سے جانتے ہوں کہ آگے والے کے دل پر پہلے ہی کسی اور کا راج ہے تو وہاں کچھ بھی کہنا بیکار ہے۔ ویسے بھی میں غیروں کی چیزوں میں خیانت نہیں کرنا چاہتی "ڈی جے نے افسوس سے سوچا تھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی تھی اور آہستہ سے چلتی فریش ہونے و ش روم میں جا گھسی تھی۔

"دوحہ مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ دل جس پر تم لا کھ بد گمانیاں ہونے کے باوجود آج بھی راج کرتی ہوں تم اسی سے غافل ہو۔ اگر تم اپنے حق کے لیے تھوڑی سی بھی آواز اٹھاتی یا مجھ پر اپنا حق جتاتی تو شاید میں تمہاری طرف دوبار اسے متوجہ ہو جاتا لیکن شاید تم خود ہی یہ تحت چھوڑنے پر باضد ہو۔" ڈی جے کی پشت کو گھورتے ذوالنورین نے لب بھینچے سوچا تھا۔ پھر اپنی جگہ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب ڈی جے واپس آئی تو چند پل تو ذوالنورین کو وہاں دیکھ کر سوچتی رہی کہ کہاں سوئے، کیونکہ کل تو اسے علم نہیں تھا کہ ذوالنورین کہاں سویا تھا۔ لیکن پھر کچھ دیر کی کش مکش کے بعد وہ بیڈ کے ایک طرف آکر سکڑ کر لیٹ گئی تھی اور تھکاوٹ کے باعث جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گئی تھی۔

ڈی جے کی بھاری سانسوں کو محسوس کرتے ذوالنورین نے پہلے اٹھ کر اس کی پاؤں پر

کریم لگا کر نرم ہاتھوں سے مساج کیا تھا اور پھر دھیرے سے اسے اپنے حصار میں لے کر آنکھیں بند کر گیا تھا۔

ذوالنورین ضرار آغا محبت کے اس عجیب دور میں تھا جہاں محبوب وہ تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اور اس بات کو قبول بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"صالح بھائی بابا پوچھ رہے ہیں کہ اگر آپ تیار ہو گئے ہیں تو نیچے آجائیں نکاح کے لیے ذوالنورین بھائی کے گھر جانا ہے" سفید رنگ کے شلوار قمیض پر براؤن چادر گلے میں ڈالے صالح کو عاقب نے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے کہا تھا۔

"اچھا آ رہا ہوں" صالح ایک دفع خود کو ڈریسنگ ٹیبل میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے جوتا پہنتے نیچے کی جانب بڑھا تھا۔

"ماشاء اللہ چشم بدور میرے بھائی کو کسی کی نظر نہ لگے۔ دیکھو چہرہ کیسے خوشی سے چمک رہا تھا۔ ویسے ابھی ہم صرف نکاح کرنے جا رہے ہیں رخصتی کل ہوگی اس لیے ذرا دانت کم نکالیں۔" شیریں بڑی بڑھی عورتوں کے جیسے صالح کے چہرے کی کھلتی

مسکراہٹ کو دیکھ ہاتھ کو اس کے سر سے وارتے ہوئے بولنے کے بعد آخر میں حسب
عادت شرارت کر گیا تھا۔

"ہٹ پرے شریر، مجھے اپنے بیٹے کی نظر اتارنے دے۔" مہناز بیگم شیریں کو پیچھے
کرتے خود آگے بڑھی تھی اور صالح کے سر سے مرچیں اتارتے اس کے سر پر بوسہ دیا
تھا۔

"آپاں جلدی کریں، ادھر مولوی صاحب پہنچ چکے ہیں اور ہم سب ابھی ادھر ہی گھوم
رہے ہیں" جبرائیل صاحب نے سب کو جلدی سے باہر نکالا تھا۔
پھر پانچ منٹ بعد یہ چھوٹا سا قافلہ ذوالنورین کے گھر پہنچا تھا۔

جس کے لان کے ایک حصے میں سفید پھولوں کی باڑ ڈالے دو حصوں بنائے گئے تھے۔
پھولوں کے دوسرے طرف سفید گھیرے دار فراق اور سرخ ڈوپٹے میں عنایہ بیٹھی
تھی جبکہ ایک طرف صالح جا کر بیٹھا تھا۔ مولوی صاحب نے صالح کے آتے فوراً سے
نکاح شروع کروایا تھا۔

عنایہ آغا ولد دایاں آغا آپ کا نکاح صالح کمال ولد جبرائیل کمال سے باحق عوض تیس

ہزار روپے کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے قبول کیا؟؟؟" مولوی صاحب کے الفاظ پر عنایہ نے اپنے ایک طرف بیٹھے ذوالنورین کی جانب دیکھا تھا۔

اس کے چہرے پر لکھی گھبراہٹ اور خوف کو دیکھتے ذوالنورین نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے سینے سے لگایا تھا۔

"حق۔۔۔ قبول ہے۔۔۔" بھائی کے حصار میں بیٹھی عنایہ نے جہاں تین دفع آنسوؤں کے درمیان قبول ہے کہہ کر اپنے بھائی کا مان بڑھایا تھا، وہی لاڈلی بہن کے پرانے ہو جانے کے احساس سے ذوالنورین کی آنکھوں سے دو آنسوؤں چپکے سے ٹوٹ کر عنایہ کے سر پر گرے تھے۔

"صالح کمال ولد جبرائیل کمال آپ کا نکاح عنایہ آغا ولد دایاں آغا سے باحق عوض تیس ہزار کیا گیا ہے کیا آپ نے قبول کیا؟" دوسری طرف مولوی صاحب کے پوچھنے پر صالح بے تابی سے جواب میں بولا تھا۔

"قبول ہے، قبول ہے اور دل و جان سے قبول ہے" صالح کی تیزی پر سب کا بے ساختہ قہوہ گونجا تھا۔

یہاں تک کہ اداس بیٹھے ذوالنورین کے ساتھ ساتھ، روتی ہوئی عنایہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری تھی۔ ذوالنورین کے دل میں یک گونہ سکون اتر اٹھا کہ

"شکریہ اللہ جی مجھے میری بہن کا فرض ادا کرنے کے ناصر ف قابل بنایا بلکہ اس کے لیے ایک ایسا شخص لکھا جو ہمیشہ خوش رکھے گا۔" صالح کی شرارت کا مقصد سمجھتے ذوالنورین بے ساختہ منہ ہی منہ میں بولا تھا۔

"شریر! آرام سے جواب دو" جبرائیل صاحب صالح کے کندھے پر تھپڑ جڑتے کہا تھا۔ جس پر صالح نے مسکراہٹ روکتے سنجیدگی سے باقی نکاح کی کاروائی کو مکمل کیا تھا۔ کیونکہ عنایہ کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کا اس کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ذوالنورین بیٹا اب ہم چلتے ہیں۔ لیکن یاد رہے آج شام کمبائن مہندی کی رسم ہمارے گھر میں ہوگی" نکاح ہوتے ہی جبرائیل صاحب نے ذوالنورین سے مصافحہ کرتے کہا تھا۔

صالح جو نکاح کے بعد عنایہ سے ملنا چاہتا تھا یہ اس بات پر اپنی خواہش دبائے گھر آ گیا تھا۔ اس کی حالت سے شیری اور عاقب خوب لطف اندوز ہوئے تھے۔

@@@@@@@@@@

مہندی ہے رچنے والی ہاتھوں میں گہری لالی
کئی کلیان کی سکھیاں ہاتھوں میں کھلنے والی ہے
تیرے من کو جیوں کوئی خوشیاں ملنے والی ہے

اوہریالی بنوں۔۔۔۔

جبرائیل صاحب کے لان میں گانا گانے والی بیٹھی تالیاں پیٹ رہی تھی، مہندی کا وقت
ہونے والا تھا لیکن ابھی تک شیری صاحب ویسے ہی گھوم رہے تھے۔

"شیری کیا میرا شیوں کی طرح ہر طرف منحوسیت پھیلا رہے ہو جاو جلدی سے تیار ہو
جاو اور ہاں جاتے جاتے صالح کو بھی دیکھ لینا بچہ تیار ہوا کہ نہیں" بڑی دادی شیری کو
دیکھ کر ڈانٹتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں بھی مارو۔۔۔۔ مجھے مارو۔۔۔۔ ایک تو مجھے گھر والوں نے کام کرنی والی ماچھن
سمجھ لیا ہے۔ کبھی ایک کام کہتا ہے تو کبھی دوسرا، اور اوپر سے الزام بھی مجھ معصوم پر
لگ رہے ہیں کہ میں منحوسیت پھیلا رہا ہوں۔ اور اب بھی دیکھو ایک مجھے تیار ہونے کا

کہا ہے تو دوسری طرف لاڈ صاحب کو دیکھنے کا حکم بھی جاری کر دیا ہے۔ "شیری بڑی دادی کی بات پر کڑتے صالح کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ جب اس کی حالت پر مسکراہٹ دباتے عاقب اس کے پاس آکر بولا تھا۔

"شیری جاؤ تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ میں صالح بھائی کو دیکھ لیتا ہوں۔ ورنہ اگر فنکشن شروع ہو گیا تو دیکھنا کہی تیرے اس نئے سٹائل کو دیکھتے لڑکیاں بھاگ نا جائے" باہر ساری اریجنٹ کرواتے شیری کے بال بکھر کئے تھے اور کپڑوں پر بھی دھول مٹی لگی تھی۔ جس کی طرف اشارہ کرتے عاقب شرارت سے بولا تھا۔

"بہت شکریہ میسنے میاں، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھے مسکین پر یہ احسان کر دیں گے۔" شیری سٹرا بھنا جواب دیتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ اس کی حالت پر عاقب نے قہقہہ لگایا تھا۔

ایسا ہی کچھ گھما گھمی سے بھرا ماحول ذوالنورین کے گھر میں بھی تھا۔ جہاں ابھی کچھ دیر پہلے ضبود کو تیار کروا کر بھیجنے کے بعد ڈی جے اب عنایہ کو مدد کروانے لگی تھی۔ جبکہ ذوالنورین ابھی باہر کے کاموں میں الجھا ہوا تھا۔

"ڈی جے تم جاؤ ذوالنورین بھائی کو دیکھو۔ فنکشن کا ٹائم ہو رہا ہے انہیں کہو وہ بھی تیار

ہو جائیں اور تم بھی ریڈی ہو جاؤ، باقی میں ادھر دیکھ لیتی ہوں "حمہ جو خود تیار ہو گئی تھی، ڈی جے کو باہر کی طرف بھیجتی بولی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، کوثر کیا تم نے ضبود کو دیکھا ہے؟ کہی اس نے کپڑے تو خراب وغیرہ نہیں کیے نا؟" ڈی جے وہاں سے نکلتی باہر کام کرتی ایک ملازمہ سے بولی تھی۔

"نہیں باجی میں نے نہیں دیکھا" کوثر کی جواب پر ڈی جے سر ہلتے ڈی جے نیچے کی جانب بڑھی تھی جب کیچن کے سامنے سے گزرتے وہ ایک عجیب سے حلیے والی شخص سے ٹکرائی تھی۔

"کون ہیں آپ؟؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟" بڑی سی پگڑی میں، چہرے پر بڑی بڑی موچھیں دھاڑی سجائے وہ شخص ڈی جے کو عجیب سے لگا تھا، اس لیے اس کی گھر میں موجودگی پر سوال کرتی بولی تھی۔

"وہ۔۔ وہ میڈم میں یہ میٹھائی کھنے جا رہا تھا" بدھی آواز میں وہ شخص گھبرا کر بولا تھا۔

"تو پھر اس طرف کہاں آرہے ہو۔ کیچن یہ رہا دائیں جانب، رکھو سب چیزیں ادھر" ڈی جے اس آدمی کو سختی سے تاکید کرتی ضبود کی جانب متوجہ ہو گئی تھی، جو ماما کہتے

سامنے سے آرہا تھا۔

ڈی جے اسے اٹھائے اندر کی جانب بڑھی تھی، جبکہ اس عجیب سے حلیے والے شخص نے مڑ کر دور جاتی ڈی جے اور ضبود کو عجیب سی آنکھوں سے ضرور دیکھا تھا۔ کون تھا آخر وہ؟ اور یہاں کس مقصد سے آیا تھا؟

"پرنسز! بہت خوبصورت لگ رہی ہو" دلفریب انداز میں عنایہ کی طرف جھکتے صالح نے سرگوشی کی تھی۔

"میرے لیے شادی محبت کے خلاف اعلان جنگ کی طرح ہے۔ پر پھر بھی میں مطمئن ہوں کہ محبت میرے مد مقابل کسی کو کھڑا نہیں کر رہی بلکہ صالح میرے ساتھ ہے۔ یقیناً وہ مجھے کبھی بھی محبت کرنے پر مجبور نہیں کرے گا۔" صالح کی بات پر ہلکی مگر پر سکون سی مسکراہٹ سجائے عنایہ نے سوچا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ نکاح کا مضبوط بندھن جو آج ہم میں قائم ہوا ہے وہ جلد یا بدیر تمہارے دل میں میری محبت پیدا کر دے گا پرنسز۔ مجھے بس اس وقت کاشدیت سے انتظار ہے جب تم میری محبت کو اپنے سرکاتاج تسلیم کرو گی" صالح نے عنایہ کی مسکراہٹ کو دیکھتے سوچا تھا۔ پھر حق سے مزید اس کے ساتھ پھیل کر بیٹھا تھا۔

جبرائیل صاحب کے مینشن میں اس وقت مہندی کا فنکشن عروج پر تھا۔ خوبصورتی سے سجائے گئے اس لان میں سٹیج پر رکھے جھولے پر دلہا دلہن بیٹھے تھے۔ جب کے آگے سٹیج پر ڈانس کا انتظام کیا گیا تھا۔

اب تو سب لوگ دلہا دلہن کو مہندی لگا کر جا چکے تھے، سوائے ذوالنورین کے جس کو فنکشن شروع ہونے سے پہلے واجد نجانی نے کہاں لے گیا تھا۔ ذوالنورین کی وجہ سے ڈی جے نے بھی ابھی تک رسم نہیں کی تھی۔ کیونکہ شیری صاحب جو آج فوٹو گرافر بنے ہوئے تھے۔ ان کا فرمان تھا کہ شادی شدہ حضرات اپنے جوڑے میں بیٹھیں گئے۔

Kyun Lamhe Kharab Kare

Aa Galti Beheesab Kare

Do Pal Ki Jo Neend Udi

Aa Poore Saare Khaawb Kare

Kya Karne Hai Umron Ke Wade

Ye Jo Rehte Hain Rehne De Aadhe

Do Baar Nahi Ik Baar Shahi
Ek Raat Ki Kar Le Tu Yaari
Subah Tak Maan Ke Meri Baat

Tu Aise Zor Se Naachi Aaj

Ki Ghungroo Toot Gaye

Ki Ghungru Toot Gaye

Chhod Ke Saare Sharam Aur Laaz

Main Aise Zor Se Naachi Aaj

Ki Ghungru Toot Gaye

Ki Ghungroo Toot Gaye

اچانک سے شروع ہونے والی شیریں کے ڈانس نے محفل کی رونق بڑھادی تھی۔ اسے
دیکھ کر حمنہ نے بھی کمر کسی تھی اور مقابلہ بازی کے طور پر میدان میں کود پڑی تھی۔

A ra ra ra ara ra ra

Aayo re maaro dholna

Aayo re aayo re aayo re maaro dholna

A ra ra ra ra a ra ra

Aayo re maaro dholna

Oooooooooo

Rangeelo maaro dholna dholna dholnaa re

A ra ra ra a ra ra

Aayo re maaro dholna

A aayo re aayo re maaro dholna

مقابلہ انتہائی سخت تھا۔ حمہ کے ڈانس کے بعد شیر ی لوگوں نے اب ایک نئے گانے پر
ڈانس شروع کیا تھا۔

اتنے میں ذوالنورین بھی وہی آگیا تھا۔ جس کو دیکھ کر بڑی دادی بولی تھی۔

"شکر ہے ذوالنورین بیٹا تم نے بھی مہندی کی رسم میں اپنی شکل دیکھائی، بچی کب سے تمہاری وجہ سے رسم کرنے سے بیٹھی ہوئی ہے۔ جاؤ جا کر بہن کو اب مہندی لگاؤ" بڑی دادی نے کہنے کے ساتھ ہی ڈی جے کو اٹھایا تھا۔

"ویسے یہ اچھا طریقہ ہے توجہ حاصل کرنے کا۔۔۔" اپنے ساتھ چلتی ملٹی کلر لہنگے میں بالوں کو پشت پر کھلا چھوڑے ماتھے پر بندیا لگائے، خوبصورت سے میک میں تیار ڈی جے کی جانب جھکتے سفید شلوار قمیض پر بلیک واسکٹ پہنے، براؤن رنگ کی شال کو فولڈ کر کے کندھے پر ڈالے خوبروسہ ذوالنورین نے سرگوشی کی تھی۔

"مطلب؟" ڈی جے نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اب آپ اتنی بھی نا سمجھ نہیں ہے جتنی بن رہی ہیں۔ ویسے آپ کو میرا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ فضول میں ٹائم برباد کیا آپ نے۔۔۔" ذوالنورین نے سیٹج کی جانب دیکھتے ڈی جے کو سگایا تھا۔

"فاریور کا اینڈ انفارمیشن مجھے بڑی دادی نے ہی روک رکھا تھا کہ میں آپ کے ساتھ رسم

کر و اور مجھے کوئی شوق نہیں ہے کہ آپ کی پہلی بیوی کی جگہ آپ کے ساتھ وہاں بیٹھوں۔
اس لیے مجھے باتیں مت سنائیں اور اگر آپ کو اتنی ہی پر اہلم ہے تو آپ میرے ساتھ نا
بیٹھیں میں اپنے بیٹے کے ساتھ جا کر بیٹھ جاتی ہوں۔ "ڈی جے چٹک کر کہتی اپنے ساتھ
چلتے ضبود کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

"اچھی بات ہے ماڈی جے، اسی طرح جوالہ مکھی بنی گھومتی رہو کیونکہ اگر میرے اندر کا
ضرار جاگ گیا تو تمہیں ہی مشکل ہوگی میری پہلی نہیں دوسری بیوی "اپنی ہی بات سے
خود ہی لطف اندوز ہوتے ذوالنورین دلکشی سے مدھم سہ مسکرایا تھا۔
پھر ڈی جے کے ساتھ بیٹھ کر رسم کرنے لگا تھا جو موڈ بنائے ذوالنورین کو مکمل انور کر
رہی تھی۔

"پارٹنر چلیں نا ہم بھی ڈانس کرتے ہیں پلیز۔۔۔" سیٹیج پر بھنگڑا شروع ہوتے ہی
ضبود ڈی جے کا ہاتھ کھینچتے ضد کرنے لگا تھا۔

"بڈی آپ کو پتہ ہے نا کہ ماما کے پاؤں پر چوٹ لگی تھی۔ جواب جا کر ٹھیک ہوئی ہے
اس لیے ضد مت کرو۔ کوئی ڈانس کرنے نہیں جائے گا۔" ضبود کی ضد پر بے ساختہ
ذوالنورین نے اسے ٹوکا تھا۔

"پارٹنر میرا بچہ سیڈ مت ہو۔ چلو میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں کیونکہ میرا پاؤں اب بالکل ٹھیک ہے۔ لوگوں کو کوئی حق نہیں کے دوسری بیوی پر رعب دیکھائیں۔" ذوالنورین کے آرڈرز کو انور کرتے ڈی جے نے ضبود کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

عنایہ اور صالح خاموش سامع بنے اس معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ "نہیں!!۔۔۔ جب میں نے کہا ہے کہ آپ نہیں جائیں گی تو مطلب نہیں جائیں گی۔" ذوالنورین سخت لہجے میں اسے ٹوکتے ہوئے بولا تھا۔ "آپ اپنا حق صرف اپنی پہلی بیوی پر جتا سکتے ہیں۔ ڈی جے پر نہیں اس لیے میں جارہی ہوں۔" ذوالنورین کے منہ پر اسی کی بات لوٹاتے ڈی جے تڑخ کر بولتی ضبود کا ہاتھ پکڑ کر چلی گئی تھی۔

اور ذوالنورین جو منہ کھولے حیرت سے ڈی جے کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنایہ اور صالح کے مشترکہ قہقہہ پر ہوش میں آیا تھا۔

"ذوالنورین میرے یار ڈی جے بھابھی لگتا ہے تجھے بہت ٹف ٹائم دے رہی ہے۔ ہا ہا ہا

بچاری خود سے ہی جیلِس ہو رہی ہیں۔ "صالح نے ذوالنورین کو چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔
جس پر ذوالنورین اپنی مسکراہٹ دباتے اٹھ کر ڈی جے اور ضبود کے پاس گیا تھا اور
ضبود کو چلا کی سے شیری کے حوالے کرتے وہ ڈی جے کا ہاتھ پکڑ کر سیٹج سے نیچے
لاتے، لان کے قدرے خاموش حصے میں لے آیا تھا۔

"چھوڑے میرا ہاتھ یہاں کیوں لائیں ہیں" ڈی جے اپنا ہاتھ ذوالنورین کے ہاتھ کی
مضبوط گرفت سے نکالتے بولی تھی۔

"بس یہ بتانے کے لیے، کہ ڈی جے میڈم چاہے اپ میری دوسری بیوی صحیح لیکن
ذوالنورین ضرار آغا بھی اتنا بغیرت نہیں ہوا کہ اپنی بیوی کو یوں کھلکھلا ڈانس کی
اجازت دے دے۔ کیونکہ اپنی ملکیت کو نظروں کا مرکز بننے دیکھنا مجھے بالکل نہیں پسند
اس سے جائیں۔" ڈی جے کے کان کے قریب جھکتے ذوالنورین سخت اور گھمبیر لہجے میں
سرگوشی کرتے اسے بہت کچھ باور کرواتے وہاں سے جا چکا تھا۔

"ہمم کھڑوس... سمجھتے کیا ہیں خود کو، جب دیکھو حکم چلاتے رہتے ہیں۔" ذوالنورین کی
حرکت پر کڑتے ڈی جے بھی کچھ دیر بعد اس کے سحر سے باہر آتی اندر کی جانب بڑھی
تھی۔ جہاں شیریں لوگ انتا کشری شروع کر چکے تھے۔ کیونکہ آج رات سونے کے

پلین تو کسی کا نہیں تھا

@@@@@@@@@@

"چاچو مجھے آپ کا کراچی والا بزنس کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔" آخر کتنے دنوں سے اپنے اندر پلتے خیالات کو ضرار نے ہمت کرتے باہر نکالا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ضرار؟؟" تینور صاحب جو آفس روم میں اس وقت ضرار کے سامنے بیٹھے تھے، سخت لہجے میں استفسار کرنے لگے تھے۔

"چاچو مجھے غلط مت سمجھیے گا۔ میں بس یہ کہنا چاہا ہوں کہ آپ کراچی سے اتنی دور یہاں بیٹھیں ہیں۔ جب کہ وہاں بہت سے لوگ آپ کی پیٹھ پیچھے فیکٹری میں مشکوک حرکتیں کر رہے ہیں۔ مطلب وہ آپ کے امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس کے پیچھے اپنے اپنے غلط کام چلا رہے ہیں۔" ضرار نے انہیں وہاں کے حالات سے آگاہ کیا تھا۔ جس پر تینور صاحب کا چہرہ پہلے ایک دم سے پیلا پڑا تھا، لیکن پھر وہ ایک دم عود آنے والے غصہ کو دباتے بولے تھے۔

"ضرار تمہیں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرا بزنس کس

طرح چل رہا ہے اور کراچی کے میجر پر مجھے پورا بھروسہ ہے۔ ابھی تم اس فلیڈ میں نئے ہو، اس لیے تمہیں ایسا لگ رہا ہے۔ تم فضول کی باتوں پر دھیان مت دو اور صرف آنے والی ڈیل پر فوکس کرو۔ مجھے ہر حالت میں وہ چاہیے "تیمور صاحب کی سخت بات پر ضرار کے چہرے پر اضطراب جھلکا تھا

"لیکن چاچو کسی غیر پر اتنا بھروسہ ٹھیک ہے۔ مجھے پکا یقین ہے کہ وہاں بہت سی غیر قانونی سرگرمیاں چل رہی ہیں۔ وہ آپ کے کام کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس لیے میں نے اپنے ایک دوست سے بات بھی کر لی ہے جس کا بھائی پولیس میں ہے۔ وہ ہماری اس معاملے میں مدد۔۔۔۔۔" ضرار کے احتجاج کرتے کہنے پر تیمور صاحب اس بارے بغیر غصہ کو دبائے بولے تھے

"ضرار آغا تم ہوتے کون ہو میرے بزنس میں اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے والے۔۔۔ اگر میں تمہیں اپنے ساتھ کام میں لگا رہا ہوں تو یہ مت سمجھو کہ یہ سب تمہارا ہو گیا ہے۔ تم صرف میرے ہاں تنخوادار ملازم ہو۔ جس کو میں نے اپنی بیٹی کی وجہ سے نوکری پر رکھا ہوا ہے۔ ورنہ تمہارے جیسے کی ملازم مجھے مل جاتے، اس لیے اب میرے کام میں دخل دینا بند کرو اور جاو اپنے ٹیبل پر بیٹھ کر کل والی پریزنٹیشن کی

تیاری کرو۔" موبائل پر آتی کال کو اٹھاتے تیمور صاحب نے حقارت سے بولتے اسے باہر بھیجا تھا۔

جبکہ ضرار جس کا دل اتنی بے عزتی پر وہاں سے موجود ہر چیز پر لات مار کر نکل جانے کو کہہ رہا تھا، خود پر ضبط کرتے باہر آ بیٹھا تھا۔ بعض اوقات کچھ لوگوں کی محبتیں ہم سے بہت سے کام کرواتی ہیں۔

ضرار کے نکلنے کے ساتھ ایک اور شخص وہاں داخل ہوا تھا۔ جس کی طرف انتہائی سر سری انداز میں ضرار نے دیکھا تھا، مگر مقابل نے ایک گہری نظر ضرار پر ضرور ڈالی تھی۔

"آؤ وحید میری جان! وٹ آپلیزنٹ سرپرائز" وحید کے گلے لگتے تیمور صاحب خوشی سے بولے تھے۔ کچھ دیر پہلے والا غصہ تو کہی جاسویا تھا۔

"بس انکل آپ سے آپکی ایک انتہائی نایاب چیز مانگنا چاہتا تھا، جس کے لیے مجھ سے مزید انتظار نہ ہو تو یہی آفس چلا آیا" وحید نے ان کے سامنے کرسی سنبھال کر بیٹھتے کہا تھا۔

"اچھا اور ایسا کیا ہے مجھ ناچیز کے پاس جو آپ کو چاہیے" تیمور صاحب ہلکا سہ قہقہہ لگاتے مغروریت سے بولے تھے۔

"آپ کی بیٹی دوحہ جنت" وحید کے منہ سے نکلی بات پر آفس کے ماحول میں اچانک خاموشی چھا گئی تھی۔

@@@@@@@@@@

وقت نے تیزی سے مزید مسافت طے کی تھی، تو اگلے دن کا سورج بھی ڈوبنے کو تیار تھا۔ ایسے میں روالپنڈی کے مشہور بنکوٹ، جو اس وقت مہمانوں کی گہما گہمی سے بھرا تھا، کے دروازے پر ذوالنورین کھڑا برات کا انتظار کر رہا تھا۔ جو بس کسی بھی وقت پہنچنے والی تھی۔

دوسری جانب ڈی جے جس نے عنایہ کو بیک ڈور سے لا کر برائیڈل روم میں بیٹھایا تھا۔ حمہ کو اس کے پاس رہنے کا کہتی خود باہر کی جانب بڑھی تھی۔

"برات آگئی!!!" ڈی جے کے حال میں آتے ہی وہاں برات کے آنے کا شور اٹھا تھا۔ جس پر ڈی جے گیٹ پر مہمانوں کا استقبال کرتے ذوالنورین اور ضبود کی جانب بڑھی

تھی۔

"خوش آمدید بڑی دادی!" ڈی جے بڑی دادی کو گلے لگا کر اندر کی جانب آئی تھی۔

"خوش آمدید میری جان بہت پیاری لگ رہی ہے میری بچی اللہ نظر بد سے بچائے"

بلیک ساڑھی میں بالوں کا میسی جوڑا بنائے سرخ ہیل پہنے نازک سی ڈائمنڈ کی جیولری میں سرخ لپسٹک لگائے دلکشی سے مسکراتی ڈی جے کی نظر اتارتے بڑی دادی محبت سے بولی تھی۔

"شکریہ بڑی دادی آئیں ادھر بیٹھیں" ڈی جے ان کی تعریف پر جھنپتے، انہیں سیٹج کی ایک جانب بیٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

اس کے ساتھ یمنا، اور مہناز بیگم کو بھی ڈی جے نے ویلکم کرتے ادھر بیٹھایا تھا۔

دوسری جانب صالح بھی سب کی معیشت میں چلتا سیٹج پر بیٹھ گیا تھا۔ کیونکہ نکاح تو ہو گیا تھا۔ اس لیے کچھ دیر بعد عنایہ کو لانے کا کہا گیا تھا۔

۔ بلیڈرنگ کے لہنگے میں ملبوس عنایہ جس پر دلہن بن کر ٹوٹ کر روپ آیا تھا، کو دیکھ کر صالح بے ساختہ کھڑا ہوا تھا اور ہاتھ پکڑا کر اسے اپنے ساتھ سیٹج پر بیٹھایا تھا۔

- صالح کی حرکت پر لڑکوں نے خوب شور مچایا تھا۔

"آج اس روئے زمین پر صالح کمال سے زیادہ خوش نصیب کوئی ناہوگا کہ جس کو آپ تحفے میں عطا کی گئی ہوں۔" صالح کی سرگوشی نے عنایہ کے چہرے پر گلال بکھیرا تھا اور وہ اپنے آپ میں مزید سمٹ گئی تھی۔

"چلیں جی صالح بھائی باقی کی کھسر پھسر بعد میں کر لیجئے گا۔ ابھی تو آپ یہ دودھ پی لیں اور جلدی سے ایک لاکھ روپے نکالیں" اتنے میں دودھ کا گلاس لیے حمنہ سیٹج پر آئی تھی۔

"کیوں بھی کس خوشی میں میرے بھائی یہ دودھ لیں؟؟ اور ایک لاکھ تو ایسے مانگ رہی ہیں جیسے ٹوفی ہو۔ ویسے کیا میں جان سکتا ہوں کہ اس ایک گلاس کے دودھ میں ایسا بھی کیا ہے جو اتنے پیسہ مانگ رہی ہیں آپ؟؟" حمنہ کا ذکر ہوا اور شیریں ناٹانگ اڑائے یہ کسبے ہو سکتا تھا۔

"بڑوں کی باتوں میں چھوٹے نہیں بولتے شیریں بچے، اس لیے اپنی اس دو گز کی زبان کو لگام دیں۔ ویسے میں ایک بات کلئیر کر دوں کہ عنایہ کی دوست ہونے کے ناتے دودھ کی رسم میں ناچیز خود کرنے کے لیے آئی ہوں۔ اس لیے یہ دودھ تو صالح بھائی کو

پینا ہی پڑے گا اور پیسے بھی دینے ہی پڑے گیس "سی گرین رنگ کے کام والے سوٹ میں یونیک سہ میک آپ کیے کھڑی حمہ طنزیہ مسکراہٹ سے شیر ی کو آگ لگادی تھی۔

"میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں پورے 23 سال کا ہونے والا ہوں۔ اس لیے مجھے بچہ مت کہیں "حمہ کی بات پر شیر ی چڑا تھا۔

"اچھا اچھا بس لڑائی مت کرو شیر ی اور حمہ دی لائیں دودھ کا گلاس ادھر پکڑائیں۔" صالح شیر ی کو ٹھنڈا کرتے حمہ کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس پکڑتے بولا تھا۔ پھر آرام سے اس نے حمہ کے ہاتھ پر ایک لا کھ رکھ دیا تھا۔

"بھائی بس کوئی بہت ہی اعلیٰ درجے کے رن مرید بنیں گے آپ۔۔۔ اب تو اللہ ہی رحم کرے آپ کے آنے والے حالات پر۔۔۔" شیر ی صالح کے اتنے آرام سے پیسے دینے پر جل کر بولا تھا۔

اس کی حالت پر سب کا قہقہہ گونجا تھا، جس میں سب سے اونچا حمہ کا ہی تھا۔ شیر ی تو جل کر خاک ہو گیا تھا۔ جبکہ صالح منہ ہی منہ میں شیر ی کی بات کے جواب میں بڑبڑایا تھا۔

"ان شاء اللہ!"

@ @ @ @ @ @ @

"انہوں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا، بس مسلسل کام میں لگے ہیں۔ ان کی طبیعت نا

خراب ہو جائے"

کچھ ہی دیر میں کھانا کا دور شروع ہوا تو دلہن کا بھائی ہونے کے ناتے ذوالنورین تو ایک ٹانگ پر کبھی ادھر سے ادھر جا رہا تھا تو کبھی آ رہا تھا۔ ڈی جے جو عورتوں کو دیکھ رہی تھی، وہ اسے دیکھتے پریشانی سے بڑائی تھی۔ پھر کچھ سوچتے پاس کھڑے عاقب کی جانب بڑھی تھی۔

"عاقب بھائی کیا آپ میری مدد کریں گے" پریشان سی ڈی کی آواز پر عاقب جو ابھی کھانے سے فارغ ہو کر کھڑا ہوا تھا، اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"جی آپی بولیں" عاقب کی اتنے ادب سے جواب دینے پر ڈی جے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ پھر چند ہدایات عاقب کو دیتے وہ برائیڈل روم کی جانب بڑھی تھی۔

"ذوالنورین بھائی وہ ڈی جے بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ برائیدل روم میں آپ کو بلارہی ہے۔ آپ جائیں میں اور شیریں یہاں سب سنبھال لیں گے" عاقب شیریں کو گھسیٹتے اپنے ساتھ ذوالنورین کے پاس لاتے بولا تھا۔

"اوہ اچھا میں دیکھتا ہوں" ذوالنورین ان کے حوالے سب کچھ کرتا، پریشانی سے ڈی جے کی طرف بڑھا تھا۔

@ @ @ @ @ @

"کیا ہوا دوحہ؟ کہی آپ کے سر میں تو درد نہیں ہو رہا؟؟" بلیک ڈنر سوٹ میں جیل سے سیٹ کیے گئے بالوں کے ساتھ چہرے پر فکر لیے وہ خوب روشن زادہ ڈی جے کے پاس جھکتے بولا تھا۔

"ہمم میں ٹھیک ہوں۔ لیکن آپ یہاں بیٹھیں دو منٹ کے لیے" ڈی جے ذوالنورین کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ صوفہ پر بیٹھاتے تیزی سے اس کے لیے پلیٹ میں بریانی نکالتی بولی تھی۔

"کیا اس وقت آپ نے مجھے اس فضول کام کے لیے یہاں بلایا ہے؟ اور وہ بھی جھوٹ

بول کر۔۔۔ حد ہے مطلب اتنی امیچورٹی کی امید نہیں تھی مجھے آپ سے۔۔۔۔۔"

ذوالنورین اس معاملے کو سمجھ کر غصہ سے مٹھیاں بھیج کر پوچھا تھا۔

"اوہو پلیز یہ ہر وقت اکڑو بن کر رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دو منٹ کے لیے غصہ

سائیڈ پر رکھیں اور جلدی سے کھانا کھالیں۔ پھر چلے جائیے گا میں نے کونسا آپ کو

ساری زندگی یہی بیٹھا کر رکھنا ہے "ذوالنورین کے ماتھے پر پڑی سلوٹوں کو ہاتھ سے

سیدھے کرتے ڈی جے نے دوسرے ہاتھ سے ذوالنورین کو بریانی کا چمچ کھلایا تھا۔

ذوالنورین تو ڈی جے کی ہمت پر حیران رہ گیا تھا، پھر گہری نظروں سے اسے تکتے اس

کے ہاتھ سے بریانی کھانے لگا تھا۔

"ویسے مجھے لگتا ہے میرے غصہ کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ اس لیے ظالم ہیرو کی

طرح کوئی تھپڑ پڑ بھی تمہیں لگانا پڑے گا تاکہ تم مجھ سے دور رہو "ذوالنورین ڈی جے

کو ڈرانے کی خاطر گھمبیر لہکے میں بولا تھا

"ہوتے ہوئے وہ ظالم ہیرو جو مارتے ہوئے۔ مجھے تو اتنا پتہ ہے کہ چاہے محبت آپ اپنی

پہلی بیوی سے ہی کیوں نا کرتے ہوں لیکن ظلم اور جبر کسی پر بھی برداشت نہیں کر

سکتے۔ میں تو پھر آپ کی دوسری بیوی ہوں چاہے من چاہی نہیں ہوں تو کیا ہوا"

ذوالنورین کو مسکرا کر جواب دیتے ڈی جے کی آنکھوں میں ایک کرب کی لہراٹھی تھی۔
جس کو دیکھ کر ذوالنورین تڑپ اٹھا تھا۔

اسی لیے ڈی جے کا ہاتھ پکڑ کر بے ساختہ اسے اپنے قریب کیا تھا اور اس کی آنکھوں کو
اپنے لمس سے معتبر کرتے سرگوشی میں بولا تھا۔

"ڈی جے محبت سے زیادہ عادت بری ہوتی ہے۔ کیونکہ محبت ہو تو انسان صبر کر کے
اکیلا رہ جاتا ہے۔ لیکن اگر انسان کو کسی کی عادت ہو جائے تو دوسرے کے بغیر انسان کا
گزار انا ممکن ہو جاتا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ مجھے تمہاری عادت ہو گئی ہے۔" یہ کہتے ہی
ذوالنورین پھر سے شدت سے بھرپور ایک لمس ان بھوری آنکھوں کو چھوڑ کر وہاں
سے اٹھ گیا تھا۔

پیچھے وہ ڈی جے کے وجود پر ایک گہری محبت کی چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

کچھ دیر پہلے عنایہ کی رخصتی ہوئی تھی۔ جو جاتے وقت خود بھی خوب روئی تھی اور
باقیوں کو بھی خوب رولا کر گئی تھی۔ ذوالنورین نے کافی ضبط سے خود کو لاڈلی بہن کی

رخصتی پر رونے سے روک رکھا تھا۔

پورا بنکوٹ خالی ہو گیا تھا۔ ڈی جے، ذوالنورین، حممنہ، اور ضبود کے علاوہ باقی سب جا چکے تھے۔ ذوالنورین بھی ان کو لیے باہر گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ جب اچانک فضاء میں ایک فائر کی آواز گونجی تھی۔

"ذوالنورین !!!" اس کے ساتھ ہی ڈی جے کی چیخ بھی بلند ہوئی تھی۔

"ایک ماہ سے میرا بیٹا مسلسل بے ہوشی کے عالم میں جھول رہا ہے اور یہ ڈاکٹر کچھ کر کیوں نہیں رہے ہیں؟؟ جانے میرا بچہ اتنی تکلیف کیسے سہہ رہا ہو گا۔ ایک ماہ سے اس نے مجھے پارٹنر بھی کہہ کر نہیں پکارا میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے ذوالنورین پلیز آپ ان سے کہیں نایہ ہمارے بیٹے کو ہوش میں لائے۔" ڈی جے ذوالنورین کو کالر سے پکڑتے آنسوؤں بہاتی آنکھوں سے کہتی آخر میں اس کے سینے پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"ریلیکس دووہ! ڈاکٹر زاپنی طرف سے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ ضبود جلدی ہی کومہ سے باہر آ جائے گا۔ پلیز خود کو مضبوط کرو۔ مجھے اپنی پہاڑ جیسا حوصلہ رکھنے والی ڈی جے چاہیے ہوں روتی دھوتی دووہ نہیں چاہیے" سرخ آنکھیں جو کی رت جگوں کی

نشاندہی کر رہی تھی۔ چہرہ حد سے زیادہ سپاٹ اور سنجیدہ تھا جو ذوالنورین کے اندر چلنے والی حالت کو چھپا رہا تھا۔

"میں کیسے حوصلہ کرو۔ جانتے ہیں جب جب وہ رات مجھے یاد آتی ہے جب خون میں لت پت میرا بیٹا میرے ہاتھوں میں تھا تو میری جان نکلنے لگتی ہے" ہچکیوں کے درمیان بولتی ڈی جے کی بات پر ذوالنورین نے سختی سے لب بھیجے تھے۔ عنایہ کی رخصتی کی وہ رات پوری آب و تاب سے اس کی آنکھوں میں چمکنے لگی تھی۔

"رکو ڈی جے میں دروازہ کھول دیتا ہوں۔ آپ کے ہاتھ میں ضبود سو رہا ہے۔" ذوالنورین ڈی جے کے ہاتھوں میں سوئے ضبود کو دیکھ کر اس کے آگے ہو کر فرنٹ ڈور کھولنے لگا تھا۔

اتنے میں سامنے سڑک کے دوسرے جانب موجود رنگا جو کئی دنوں سے ذوالنورین کی تاک میں بیٹھا تھا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے اس نے گولی چلائی تھی۔

لیکن ذوالنورین کے اچانک سے فرنٹ ڈور کھول کر پیچھے ہو جانے پر وہ گولی سیدھا ضبود کے سینے میں لگی تھی۔

ذوالنورین کی گولی آواز پر فوراً سے رنگا کی جانب متوجہ ہوا تھا اور تیزی سے اسے پہچانتے
اسے پکڑنے کو دوڑا تھا۔

"ذوالنورین!! دوسری جانب ڈی جے جو اپنے ہاتھوں میں ضبود کے بھل بھل بہتے
خون پر خوف زدہ ہوتے چیخی تھی۔

"ڈی جے جلدی کرو ہمیں ضبود کو اسپتال لے کر جانا ہے" حمنہ جو تھوڑا پیچھے تھی
جلدی سے ہوش کے خان لیتی بولی تھی کیونکہ ذوالنورین پاگلوں کی طرح رنگا کو پیٹ رہا
تھا۔

ان کے نکلنے کے بعد ذوالنورین نے واجد کو فون کیا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے شادی حال
سے رخصت ہوا تھا، آدھے راستے سے ہی واپس مڑ آیا تھا۔ رنگا کو اس کے حوالے
کرتے وہ خود واجد کی موٹر سائیکل لے کر ڈی جے لوگوں کی گاڑی کے پیچھے چلا آیا تھا۔
ضبود کے دل کے موقع سے تھوڑا سا پیچھے گولی لگی تھی۔ اسی لیے سرجری کے بعد وہ
کومہ میں چلا گیا تھا۔ ذوالنورین اور جبرائیل صاحب نے اپنے ہر ذراع کو ضبود کو ہوش
لگانے میں استعمال کر دیا تھا۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی سدھار آتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ڈی جے مجھے ایک ضروری کام سے پولیس اسٹیشن جانا ہے۔ آپ ضبود کے پاس بیٹھو شاید آج اسے ہوش میں آجائے۔ (ذوالنورین نے ڈی جے کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پیار سے کہا تھا۔ پھر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا تھا) اور ہاں رونا نہیں ہے۔ خدا پر بھروسہ رکھنا اور درود شریف پڑھتی رہنا۔ اس میں ہر مرض سے شفا موجود ہے" ذوالنورین ڈی جے کو ہدایت دیتے ضبود کی طرف بڑھا تھا۔

"بابا کا بریو بوائے، جلدی سے اس بیماری سے لڑتے ہوش میں آ جاؤ۔ کیونکہ بابا آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے" ضبود کے ماتھے پر بوسہ دیتے وقت ذوالنورین کی آنکھ سے ایک آنسو بہا تھا جو ضبود کے بالوں میں گم ہو گیا تھا۔

حمہ جو کمرے میں ایک طرف نماز پڑھ رہی تھی۔ اس نے دکھ سے ذوالنورین اور ڈی جے کی حالت دیکھی تھی۔ جو اپنے بچے کی ابتر حالت پر پیچھے ایک ماہ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ اس ایک ماہ نے ان دونوں کے درمیان کی دوریوں اور بدگمانیوں کو کہی جاسلایا تھا۔ اس وقت وہ صرف اپنے بچے کے لیے تڑپتے ماں باپ تھے جن کو بس اپنا بچہ واپس چاہیے تھا۔

"بھابھی بھائی چلے گئے کیا؟؟؟" عنایہ ذوالنورین کے جانے کے بعد وہاں کھانا لے کر

آئی تھی، اس لیے ڈی جے سے بولی تھی۔

"ہاں انہیں اسپتال میں کچھ کام تھا، اسی لیے چلے گئے ہیں۔" ڈی جے کی بجائے جواب
حمنہ کی طرف سے آیا تھا۔ کیونکہ ڈی جے تو ضبود کے ہاتھ پکڑے گم سم سی بیٹھی تھی۔

"ایسے کیسے کھانا کھائے بغیر چلے گئے انہوں نے پرسوں سے کچھ بھی نہیں
کھایا۔۔۔۔۔ یہ سب میری منحوس شادی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ میں پہلے ہی کہتی تھی کہ
مجھے نہیں کرنی شادی لیکن پھر بھی بھائی نے کروادی۔۔۔۔۔ اور اب دیکھو میری وجہ
سے ضبود مسلسل تکلیف میں ہے" عنایہ یک دم کہتی پھک پھک کر رو دی تھی۔
حالت تو اس کی بھی ڈی جے سے مختلف نہ تھی سو جھی ہوئی آنکھیں مسلسل گریہ و
زاری کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو عنایہ۔۔۔ یہ تکلیف ضبود کی قسمت میں لکھی تو اسے آکر ہی
رہنی تھی۔۔۔ اس کا تعلق تمہاری شادی سے بالکل بھی نہیں ہے۔۔۔ تم کیوں بار بار
اپنے رشتے اور شادی کو برا بھلا کہتی ہو جانتی ہو صالح بھائی کو یہ بات تکلیف دیتی
ہے۔۔۔ لیکن یہ ان کی محبت ہی ہے جو تم سے ایک لفظ بھی نہیں کہتے اور چپ کر کے
سہ جاتے ہیں" عنایہ کی بات پر صالح جو اس کے ساتھ ہی یہاں آیا تھا، اسے لب بھینچ

کر باہر جاتے دیکھ حمنا نے عنایہ کو گھر کا تھا۔

"ہاں یہ ان کی فضول محبت ہی تھی جس کی وجہ سے شادی ہوئی اور ضبود کو تکلیف پہنچی
 --- اس لیے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں سننا " بدگمانیوں اور وسوسوں میں گھری
 عنایہ بے رخی کی عالی مسند پر بیٹھی تھی۔

"تمہیں کچھ سمجھانا ہی فضول ہے عنایہ! بس زندگی تمہیں کوئی سخت سبق نہیں
 سیکھائے " حمنا آخری میں دل میں دعا کرتے اسے چپ کروانے لگی تھی۔

زندگی میں یک دم پلٹا کھایا تھا اور خوشیوں سے بھرپور اس گھر میں یک دم سے کہرام مچ
 گیا تھا۔ گھر بھر کا وہ لاڈلہ ضبود ذوالنورین آغاسب کو رولا رہا تھا اور خود میٹھی نیند سویا ہوا
 تھا۔

@@@@

"عارف! اس نے منہ کھولایا نہیں؟" واجد جیل کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوتے
 بولا تھا۔ جس کے پیچھے سخت چہرہ لیے سرخ آنکھوں سمیت ذوالنورین بھی داخل ہوا
 تھا۔

"سر پیچھے ایک ماہ سے اس شخص پر میں نے انتہا کا ٹور چر کیا ہے۔ ابلتا پانی پلانے سے لے کر الیکٹرک شاک تک ہر طرح کا حربہ استعمال کر لیا ہے۔ لیکن نتیجہ صفر ہے۔ یہ شخص کوئی انتہائی ڈھیٹ ہڈی سے بنا ہے۔ منہ کھولنے کا نام نہیں لے رہا۔" زمین پر انتہائی زخمی پڑے رنگا کی جانب دیکھتے عارف نے حقارت سے کہا تھا۔

"ہمم ایک کام کرو اس پر ٹھنڈا پانی ڈالو" ذوالنورین سنجیدگی سے کہتے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے حکم پر عارف نے فوراً عمل کیا تھا۔

جبکہ واجد جو جانتا تھا کہ اب یہاں کیا ہونے والا ہے جھجھری لیتا وہاں سے بہانا بناتے باہر نکلتا تھا۔

"آآآ۔۔۔" سردی کی اولین دنوں میں ٹھنڈے تخی پانی کے جسم پر پڑتے ہی رنگا ٹپ اٹھا تھا۔

"سر اب کیا کروں؟" عارف نے اس کی چیخوں پر کان دھرے بغیر پوچھا تھا۔

"وہ وائیر ز راجھے پکڑا اور جاؤ تم یہاں سے" ذوالنورین کے حکم پر مرگ کے قریب پڑے رنگا کا چہرہ فق ہوا تھا۔ خوف سے اس کا جسم لرزنے لگا تھا۔ جس پر زخم کے نشان

صاف واضح تھے۔

"جانتے ہو انسان کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟؟" عارف کے جاتے ہی ذوالنورین نے رنگا کی خوف سے بھرپور آنکھوں میں اپنی سرخ دھشت سے بھرپور آنکھیں گھاڑ کر پوچھا تھا۔

"نن۔۔نن۔۔ نہیں" رنگا نے ہکلا کر توکھ نکلتے جواب دیا تھا۔

"ہاں تمہیں کیسے پتہ ہوگا کیونکہ تم نے تو یہ مزہ چکھا ہی نہیں ہے۔۔۔۔ جانتے ہو تمہاری چلائی اس گولی نے مجھے موت کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف سے دوچار کیا ہے۔ کیونکہ وہ گولی میری ضبود کے سینے میں لگی ہے۔۔۔ میرے بچے کو جتنی تکلیف ہوئی ہے اس کا حساب تو تمہیں چکانا ہوگا" ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں میں شکاری سی چمک لیے ذوالنورین نے وہ بجلی کی وائر رنگا کے جسم سے لگائی تھی۔

پانی سے تر جسم پر کرنٹ کے جھٹکے لگتے رنگا درد سے تڑپ اٹھا تھا۔ اس کی چیخوں سے پورا پولیس اسٹیشن گونج اٹھا تھا۔

باہر بیٹھے واجد اور عارف نے جھجھری لی تھی۔

"اوں ہوں اتنی اسان موت نہیں تمہیں دوں گا۔ کیونکہ ابھی تو میرے بیٹے کی تکلیف کا حساب بھی برابر نہیں ہوا تو ان ماؤں کی تکلیفوں کا حساب کیسے برابر ہو گا۔ جس کی گودیں تم لوگوں نے اجاڑی ہیں۔۔۔۔۔ اگر اپنی تکلیف میں کمی چاہتے ہو تو مجھے اپنے باس کا پتہ دو" ذوالنورین نے ان وائیز کو ایک طرف رکھتے رنگا کے بال دبوتے پوچھا تھا۔ وہ اس وقت کسی بھی طرح کی رحم دلی کے موڈ میں نہیں تھا ویسے بھی رنگا جیسے شخص پر رحم کرنا بنتا بھی نہیں تھا۔

"مم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ بتاتا۔۔۔۔۔ ہہ۔۔۔۔۔ ہوں" تکلیف سے ہانپتے ہوئے رنگا نے کہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید اسے آسان موت مل جائے۔۔۔۔۔

"گڈ جلدی سے شروع ہو جاؤ۔۔۔۔۔ ذوالنورین اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹا تھا اور موبائل کو ریکارڈنگ پر لگا کر بولا تھا۔

"ب۔۔۔۔۔ بچہ۔۔۔۔۔ اغوا کرنے والے جتنے۔۔۔۔۔ بھی گروپ ملک میں پھیلے ہوئے ہیں وہ۔۔۔۔۔ زیادہ تر ڈیول کے لوگ ہی چلا رہے ہیں۔۔۔۔۔ ڈیول دبئی میں ان بچوں کو بیچنے کا کام کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور انڈر ورلڈ میں ایک مضبوط مقام رکھتا ہے۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ اس دفعہ وہ ایک بار پھر سے ڈان کی کرسی پر بیٹھ رہا ہے۔۔۔۔۔ جس کے لیے اسے پہلے

100 بچے اسمگل کروانے ہیں۔۔۔۔۔ جو بچے آپ نے ہم سے بچائے تھے وہ تو ڈیول کے لیے آٹے میں نمک کے برابر تھے۔۔۔۔۔ آج تک اس کو کسی نے نہیں دیکھا اور نا ہی کوئی اس کا نام جانتا ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ اس کا جتنا بھی کام پاکستان میں ہوتے ہیں وہ اس کا لیفٹ ہینڈ التمش سرانجام دیتا ہے۔۔۔۔۔ ڈیول اس شخص پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ التمش سفاک اور انتہائی ظالم شخص ہے۔۔۔۔۔ یوں کہا جائے کہ وہ ڈیول کا پالتو کتا ہے۔۔۔۔۔ تو غلط نا ہو گا۔ اسی نے مجھے آپ پر گولی چلانے کا کہا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ آپ ان چند نیک نیت پولیس والے ہیں جو ان کے راہ میں روڑے اٹکارہے ہیں۔ "رنگا بات کرتے کرتے کرتے ہانپ گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہ جو سو بچے اسمگل کرنے والی کہانی ہے یہ پوری کھل کر بتاؤ" ذوالنورین نے مٹھیاں بھیج کر اپنے اشتعال کو پھٹنے سے روکا ہوا تھا

"س۔۔۔۔۔ سروہ ہر سال دبئی میں ایک تقریب ہوتی ہے جس میں جو شخص سب سے کم وقت میں سب سے زیادہ بچے اسمگل کرواتا ہے اسے ڈان بنادیا جاتا ہے۔ جو کہ پچھلے ماہ میں ہونا تھا۔ اور ہر سال کی طرح ڈیول اس بار بھی سب سے پہلے بچے اسمگل کرنا چاہتا تھا تا کہ کرسی اس کے ہاتھ سے چھن نا جائے۔۔۔۔۔۔۔ اور شاید وہ اب تک

کیسینو میں رات کے اس پہر بھی صبح کا ہی سماع تھا۔ جس میں ایک طرف پڑے صوفہ پر دو انتہائی فحش لباس میں موجود لڑکیوں کے درمیان بیٹھے شراب پیتے شخص کے سامنے کھڑا شخص بولا تھا۔

"ہا ہا شکریہ التمش، اسی جیت کی خوشی میں آج رات تم جس کے ساتھ چاہو اور جہاں چاہو گزار سکتے ہو۔ اس کو میری طرف سے اپنا انعام سمجھو۔۔۔" ام الخباعت کا جام لبوں سے لگاتے تیمور آغا بے ہنگم قہقہہ لگا کر بولا تھا۔

طاقت، غرور اور کرسی کا نشہ اس وقت اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔
 "انعام کے لیے شکریہ سر۔۔۔ لیکن مجھے یہ پوچھنا تھا کہ آپ کی پاکستان کی فلائیٹ کب تک بک کرواؤ؟ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ ایک ماہ سے وحید کی خاموشی کسی خطرے کا پیش خیمہ نہ ہو" التمش نے تیمور آغا کا دھیان ایک بہت ہی اہم مسئلہ کی طرف کروایا تھا۔

"فلحال چند دن میں یہاں رک کر اپنی جیت کو منانا چاہتا ہوں۔ (تیمور آغا خباثت سے ان لڑکیوں کی جانب اشارہ کرتے بولا تھا۔ جس پر التمش نے قہقہہ لگایا تھا۔ جبکہ تیمور آغا بات کو جاری رکھتے بولا تھا) اور وحید کی تم فکر مت کرو وہ بھی اپنے باپ کی طرح

صرف گیدڑ دھمکیاں دینا چاہتے ہوں۔

جانتے ہو آج سے پچیس سال پہلے میں نے اور اس کے باپ نے ایک ساتھ کام کا آغاز کیا تھا۔ لیکن وہ چلاک مجھ سے پہلے ترقی کر گیا تھا اور اس وقت کے ڈیول کا دایاں ہاتھ بن گیا تھا۔

بس پھر اس کا پتہ مجھے کاٹنا پڑا تھا۔ میں نے ہی اس کی بیوی کی عزت کو اس کی نظروں کے سامنے ذلیل کرتے میں نے ہی موت دی تھی۔ پر وہ بچارہ اس وقت انجیکشن کے زیر اثر کچھ نا کر پایا تھا۔ اور مزے کی بات سنو اس کا بیٹا پاگل آج تک میری بات پر یقین کرتے یہی سمجھتا ہے کہ اس کی ماں کی عزت کو تار تار کرنے والے اور اس کے بے قصور باپ کو مارنے والے وہ پاکستانی فوج کے آدمی تھے (ہاہاہا) اس لیے ان کی فکر مت کرو۔ اس کے پاس جو ثبوت ہیں وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ جس پارٹی کا وہ میمبر ہے اس کا سربراہ بھی میرا آدمی ہے۔ تو اگر وہ میرے خلاف کچھ کرے گا تو اپنا بھی کام خراب کروائے گا۔ " تیمور آغا کی بات پر التمش نے انتہائی امپریس ہونے والے انداز میں اسے دیکھتے کہا تھا۔

"کیا بات ہے سراپ تو میری سوچ سے بھی اعلیٰ درجہ کے کمینے نکلے" التمش کی بات پر

تیمور اغا کھل کر مسکراتے کہنے لگا۔

"ہا ہا ہا! تمش ابھی تو تم نے میری کمینگی کا انداز دس فیصد دیکھا ہے۔ اس لیے دل کو سنبھال کر رکھو۔ خیر جاؤ اب مجھے ڈسٹرب مت کرو" شیطانیت کے اعلیٰ مسند پر بیٹھا وہ شخص ان لڑکیوں کو لے اٹھا تھا اور فخر سے کہتے ایک جانب چل دیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"صالح رات کافی ہو گئی ہے۔ میرے خیال سے تم عنایہ کو لے کر اب گھر چلے جاؤ۔ میں اور ڈی جے یہیں پر ہیں۔ تم لوگ ایسے ہی پریشان ہونگے۔ ویسے بھی پہلے ہی ہماری وجہ سے تمہاری زندگی کافی ڈسٹرب ہو گئی ہے۔ ولیمہ تک کینسل ہو گیا۔" ذوالنورین جو ابھی ڈاکٹر کے پاس ہو کر آیا تھا۔ صالح کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ندامت سے بولا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو ذوالنورین! یہ بات کہہ کر تم مجھے پرایا کر رہے ہو حالانکہ اب تو ہمارا رشتہ مضبوط ہو گیا ہے۔۔۔ وہ ولیمہ کیا ہے وہ تو کبھی بھی ہو سکتا ہے ابھی صرف مجھے ضبود کی فکر ہے۔ جو جتنا تمہارے لیے اہم ہے اتنا میرے لیے بھی اہم

ہے۔۔۔۔ اس لیے یہ سب چھوڑو اور ڈی جے بھا بھی کو لے کر گھر جاؤ وہ بچاری پچھلے تین دن سے گھر نہیں گئی۔ ان کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے کہ وہ ضبود کی اصل ماں نہیں

بلکہ وہ جیسے ان کی لیے تڑپ رہی ہیں مجھے تو کبھی کبھی لگتا ہے کہ شاید اگر ضبود کی اصل ماں بھی ہوتی تو وہ بھی کبھی اتنا پریشان نہیں ہوتی "صالح ذوالنورین کے ساتھ کمرے میں آتے ہوئے بولا تھا۔

جس پر ذوالنورین نے نرم آنکھوں سے ڈی جے کو دیکھا تھا جو ضبود کا ہاتھ پکڑے کر سی پر ہی بیٹھی اونگھ رہی تھی۔

"ذوالنورین تم بھا بھی کو لے کر گھر چلے جاؤ۔ ایسے ان کی طبیعت بھی خراب ہو جائے گی" صالح صوفہ پر لیٹی عنایہ کو درست کرتے ذوالنورین سے بولا تھا۔ جس نے سر ہلا کر آگے بڑھ کر بے آرام پڑی ڈی جے کو نرمی سے گود میں اٹھایا تھا۔

"مجھے ضبود کے پاس رہنا ہے۔۔۔" ذوالنورین کے اٹھانے پر ڈی جے بڑبڑائی تھی۔

شاید اس کا لاشعور ضبود کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے چھوٹ جانے پر بے چین ہوا تھا۔

ذوالنورین نے اس کی حالت پر افسوس سے لب بھینچے تھے۔ وہ اسے وہاں سے لے کر

آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد گھر میں سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔

ذوالنورین ڈی جے کو لٹا کر اٹھنے لگا تھا۔ جب ڈی جے نے اس کی قمیض پر گرفت مضبوط

کرتے کسمائی تھی۔ ذوالنورین اس کی نید ڈسٹرب نا کرنے کے خیال سے اس کے پاس لیٹ گیا تھا اور غور سے اس کے چہرے کے نقوش دیکھنے لگا تھا۔

"ضبود کے لیے تمہاری محبت نے میرے اندر کے اس انا پرست ذوالنورین کو مار دیا ہے دو حہ۔ پیچھلے ایک ماہ میں تم پر چاہ کر بھی سختی نہیں کر سکا بلکہ میرے اندر کا انا پرست ذوالنورین آغا یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ آخر وہ لڑکی جو کسی اور کی اولاد کو جب محبت کرتی ہے تو ٹوٹ کرتی ہے تو وہ پھر اپنے شوہر کو دھوکا دینے کا یا تکلیف دینے کا کیسے سوچ سکتی ہے۔"

جانتی ہیں آپ کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں آپ سے ابھی سنیں نہیں کر سکتا۔ بس اسی لیے خود کو کمزور پڑنے سے بچانے کے لیے میں نے بہت مشکل سے اپنے اندر کے ضرار کو مارا تھا لیکن آپ کی اس حالت نے اسے پھر زندہ کر دیا ہے۔ میں بالکل نہیں چاہتا کہ آپ کی لاعلمی میں میں زندگی کی کسی فی ڈگر کو شروع کروں اس لیے ہمیشہ آپ سے سخت رویہ رکھتا ہوں۔ آپ پلیز جلدی سے ہوش کی دنیا میں قدم رکھ لیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے انتظار میں یہ باؤلہ دنیا سے کوچ کر جائے۔

میں آپ سے سخت رویہ رکھنے پر خود سے شرمندہ ہوں لیکن کیا کروں میرا ضمیر مجھے

اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس شخص کو جس نے ہمیں الگ کیا ہے، کیفرِ کردار تک پہنچائے بغیر آپ کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کروں۔ بس اسی لیے اپنے اندر پلتے اس ضرار کو مارنے کے لیے ہر روز خود کو تلخ کرتا ہوں۔

اور ہاں آپ دعا کریں کہ آج کل حالات اور تمام حقائق جس جانب اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ بات سچ نہ ہو کیونکہ شاید تب میں ایک بار پھر سے آپ کی تکلیف کا باعث بنو کیونکہ وہ شخص جو تمہیں بہت عزیز ہے وہ میرے ملک کا، میرے عوام کا، میرے ملک کی ماؤں کا اور میرا سب سے بڑھ کر وہ میرے عشق کو مجھ سے چھیننے کی بدترین کوشش کرنے والا بہت بڑا گناہگار ہے۔ اور ایسے شخص کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ "ذوالنورین دوحہ کو خود سے قریب کرتے اپنی پر اثر ایت سے بھری ہیزل بلیو آنکھوں پر ڈی جے کے ہاتھ رکھتے بولا تھا۔ تو کیا وہ ہر چیز پہلے سے جانتا تھا؟ لیکن کب سے؟

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانا ہے

سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانا ہے

یہ کس کا تصور ہے یہ کس کا فسانا ہے

جواشک ہے آنکھوں میں تسبیح کا دانا ہے

دل سنگ ملامت کا ہر چند نشانا ہے

دل پھر بھی مراد دل ہے دل ہی تو زمانا ہے

ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانا ہے

رونے کو نہیں کوئی ہنسنے کو زمانا ہے

وہ اور وفاد شمن مانیں گے نہ مانا ہے

سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے

شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانا ہے

فطرت مرا آئینا قدرت مرا اشنا ہے

جوان پہ گزرتی ہے کس نے اسے جانا ہے

اپنی ہی مصیبت ہے اپنا ہی فسانا ہے

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے

آغاز محبت ہے آنا ہے نہ جانا ہے

اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانا ہے

آنکھوں میں نمی سی ہے چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں

نازک سی نگاہوں میں نازک سا فسانا ہے

ہم درد بہ دل نالاں وہ دست بہ دل حیراں

اے عشق تو کیا ظالم تیرا ہی زمانا ہے

یا وہ تھے خفا ہم سے یا ہم ہیں خفا ان سے

کل ان کا زمانہ تھا آج اپنا زمانا ہے

اے عشق جنوں پیشہ ہاں عشق جنوں پیشہ

آج ایک ستم گر کو ہنس ہنس کے رلانا ہے

تھوڑی سی اجازت بھی اے بزم گہ ہستی

آنکے ہیں دم بھر کور و ناہے رلانا ہے
یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
خود حسن و شباب ان کا کیا کم ہے رقیب اپنا
جب دیکھیے اب وہ ہیں آئینہ ہے شانا ہے
تصویر کے دورخ ہیں جاں اور غم جاناں
اک نقش چھپانا ہے اک نقش دکھانا ہے
یہ حسن و جمال ان کا یہ عشق و شباب اپنا
جینے کی تمنا ہے مرنے کا زامانا ہے
مجھ کو اسی دھن میں ہے ہر لحظہ بسر کرنا
اب آئے وہ اب آئے لازم انہیں آنا ہے
خود داری و محرومی و خود داری

اب دل کو خدا رکھے اب دل کا زما نا ہے
 اشکوں کے تبسم میں آہوں کے ترنم میں
 معصوم محبت کا معصوم فسانا ہے

آنسو تو بہت سے ہیں آنکھوں میں جگر تلیکن
 بندھ جائے سو موتی ہے رہ جائے سودانا ہے

"ضرار یہ ڈرنک اس ٹیبل پر بھی پہنچاؤ۔" تیمور آغا کے فارم ہاؤس پر اس وقت بزنس پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ جب تیمور صاحب نے ضرار کو آڈر دیا تھا۔

"جی سر!" بلیک پیٹ کوٹ میں رف ٹف حلے میں بھی خوبرو لگتا ضرار جو کہنے کو تو اپنے چاچو کی پارٹی میں بطور امپلائی آیا تھا۔ لیکن کام ویٹر کے انجام دے رہا تھا۔ عاجزی سے بولا تھا۔

"تیمور یہ تو تمہارا بھتیجا نہیں؟؟" ضرار کے ہاتھ سے ڈرنک لیتے ایک شخص نے تیمور صاحب سے پوچھا تھا۔

"او نہیں عاصم یار یہ میری کمپنی میں ایک معمولی سا امپلائی ہے۔ اس بچارے کو پیسوں

کی ضرورت تھی۔ میرے پاؤں پکڑے بہت گڑ گڑا رہا تھا کہ پلیز مجھے دیں دیں اور تمہیں تو پتہ ہے میں ایک آنا فقیر کو بھی مفت نہ دو تو بس اسی لیے میں نے کہا تھا کہ اس پارٹی میں ایکسٹر اشفٹ کر کے پیسے کمالو۔ اس کا کام بھی ہو جائے اور مجھے بھی ایک اچھا ویٹر مل جائے گا۔ "ضرار جو ڈرنک دے کر واپس آ رہا تھا، اپنی پیٹھ پر تیمور صاحب کا جھوٹ اور ان کے بے ہنگم قمقہ سن کر اس کا دل زخمی ہوا تھا۔

"کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ آپ جیسے سنگدل چاچا سے ہر رشتہ توڑ لو اور یہاں سے بہت دور چلا جاؤں جہاں میں اپنا کئیرئربناؤ اور اپنی بہن اور بیوی کے ساتھ عزت اور سکون سے بھری زندگی گزاروں کیونکہ آپ ہمیشہ بات بہ بات پر میری عزت نفس کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ لوگوں کے سامنے میری عزت دو کوڑی کی کر دیتے ہیں۔ آج بھی اگر آپ نے مجھے میری سیلری آرام سے دے دی ہوتی تاکہ میں عنایہ کی فیس دے سکتا تو شاید میں یہاں نہ آتا۔ دوسرا اگر میں اب تک چپ ہوں تو یہ صرف دوحہ کی وجہ سے ہی ہے۔ کیونکہ وہ لڑکی مجھے میری ذات سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میں ہماری درمیان چلتی چپکاش میں اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔" ضرار نے ٹرے بار پر رکھتے افسوس سے سوچا۔

پھر وہاں سے دوسری ٹرے پکڑے گہری سانس لیتے دوسری طرف بڑھا تھا۔ جب کانوں میں پکڑتی آواز پر چونکا تھا۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین میٹ مائی ڈاٹر دو حہ جنت، جو آج یہاں خاص اپنے بابا کی خوشی سیلبریٹ کرنے آئی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آج یہ اپنے ڈیڈی کے لیے ایک سانگ بھی گانے والی ہیں۔" اسٹیج پر دو حہ کا ہاتھ پکڑتے تیمور صاحب بڑے فخر سے سب سے اسے متعارف کرواتے کہہ رہے تھے۔ جو سیلیولیس بلیو کلر کی باربی فراق میں بیسی جوڑا بنائے ہلکے سے میک میں انتہائی دلکش لگ رہی تھی۔

"شکریہ ڈیڈی آپ کے لیے تو کچھ بھی۔۔۔" دو حہ نے تیمور صاحب کے ہاتھ کو آنکھوں سے لگاتے محبت سے کہا تھا اور گانا گانا شروع کیا تھا۔

وہاں موجود ہر مرد اور عورت اس کی خوبصورتی اور گانے کے سحر میں کھو گیا تھا۔

"دو حہ مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی بے وقوف ہو گی جو یہاں بھیڑیوں سے بھرے مجمع میں آکر گانا گاؤ گی" ضرار وہاں موجود ان نفس پرست انسان کے بھیس میں چھپے بھیڑیوں کی غلیظ نظریں دو حہ کے چہرے پر محسوس کرتے، اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو بمشکل قابو کرتے بولا تھا۔

"ضرار اب میری بیٹی کو نظر لگانے مت بیٹھ جا اور کام جاری رکھو۔ کام چور انسان"
 تیمور صاحب ضرار کے کندھے پر دھپ رسید کرتے بولے تھے اور موبائل پکڑے
 ایک طرف چل دیے تھے۔

ضرار بھی دھواں دھواں چہرہ لیے ڈرنک صرف کرنے لگا تھا۔

"ہاں ہاں وحید جیسا تم چاہتے ہو ویسا ہی ہو رہا ہے۔ اور پلیز یہ بار بار مجھے ہدایتیں دینا بند
 کرو۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ تم بس جو کام تمہیں اسلام آباد کرنے بھیجا ہے
 وہ کرو تمہاری واپسی تک میں اس ضرار کا پتہ صاف کر چکا ہوں گا۔" تیمور صاحب فارم
 ہاؤس کے ایک انتہائی کم شور والے حصے میں کھڑے موبائل پر موجود وحید کی بات پر
 چڑ کر بولے تھے اور موبائل رکھتے بڑبڑائے تھے۔

"اگر اس وقت مجھے انڈر والڈ کی اس مضبوط سیٹ کو حاصل کرنے کے لیے تمہاری مدد
 درکار نہ ہوتی تو کبھی تمہاری ان چھوٹے موٹے ثبوتوں سے ڈر کر تمہارے اشاروں پر
 چلنے کا ناک نہیں کرتا اور دوسرا موٹی بدھی والے یہ تو اس دو ٹکے کے ضرار کو میں
 مستقبل میں اس کی باپ کی طرح اپنے راستے کا کاٹنا نہیں بنے دینا چاہتا بس اسی لیے
 اسے راستے سے ہٹا رہا ہوں۔ لیکن تم تو سر پر چڑھے جا رہے ہو۔ پر خیر تیمور آغا کو بھی

سر پر چڑھوں کو پیروں کے نیچے مسلنا چاہتا ہے۔ "تیمور صاحب اپنے غصہ کو قابو کرنے کے بعد واپس اندر بڑھے تھے۔

جہاں دوحہ اپنا گانا ختم کر چکی تھی۔ اور سب سے داد وصول کر رہی تھی۔ کچھ لوگ تو دوحہ کا ہاتھ پکڑے اس بوسہ دیتے اسے اپنے ساتھ ڈانس کی آفر کر رہے تھے۔ دوحہ ان کے انداز سے کفر ٹیبل تو نہیں تھی لیکن اپنے باپ کی وجہ سے چپ تھی۔

"ڈیڈی ضرار کہاں ہیں؟ کیا وہ پارٹی میں نہیں آیا؟؟" دوحہ تیمور صاحب کو پاتے فوراً سے اس ہجوم سے بہانہ بناتے نکلی تھی اور ضرار کو ڈھونڈنے میں ناکام ہوتی تیمور صاحب سے پوچھنے لگی تھی۔

"دوحہ بیٹا تم تو جانتی ہو کہ ضرار کو کام کرنے کا کتنا شوق ہے۔ بس اسی وجہ سے پارٹی میں آکر کہتا چاچو مجھ سے فارغ نہیں بیٹھا جاتا، کیا میں سب کو ڈرنک سرو کر سکتا ہوں۔ میں نے اسے بہت روکا کہ نہ کرو سب کیا سوچیں گے کہ تیمور آغا کا دامادیہ ویٹر کا کام کر رہا ہے۔ لیکن وہ مانا نہیں اور جا کر سرو کرنے لگا۔ اب تم ہی اسے کچھ سمجھاؤ" تیمور صاحب دوحہ کا دھیان ٹرے پکڑے بار کی طرف جاتے ضرار پر دیکھ کر مسکینیت سے بولے تھے۔

"اوفویہ ضرار بھی نہ۔۔۔ ڈیڈی اپ پریشان مت ہوں میں اس سے بات کرتی ہوں۔" تیمور صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ڈی جے نفی میں سر ہلاتے بولی تھی اور ضرار کی جانب بڑھی تھی۔

تیمور صاحب کے چہرے پر پر اسرار مسکراہٹ ابھری تھی، ساتھ ہی انہوں نے بار پر موجود ایک شخص کو کچھ اشارہ کیا تھا اور پھر بڑبڑائے تھے۔

"بس اب کچھ ہی دیر میں نہ رہے گا بانس اور نارہے گی بانسری۔۔۔ ہا ہا ہا"



"السلام کبر!۔۔۔۔۔ السلام کبر!۔۔۔۔۔"

دور دور سے آتی اس آواز پر ڈی جے کی آنکھیں پٹ سے تھی اور چھت کی طرف دیکھتے وہ اذان کے ہر لفظ کا جواب دیتے وہ ایک ہی دعا کر رہی تھی۔

"یا اللہ میرے بیٹے کو اپنے محبوب کے صدقے شفاء عطا فرما۔۔۔ میرے مالک وہ اتنے دنوں سے تکلیف میں تڑپ رہا ہے۔ مجھ سے اس کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی خدا را اس کو صحت دے دیں۔" آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر تکیے میں بہنے سے پہلے ذوالنورین

(جوا بھی کچھ دیر پہلے تہجد پڑھ کر اس کے پاس بیٹھا تھا) نے چن کر معتبر کر دیا تھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے؟؟ مجھے ضبود کے پاس ہی رہنا تھا۔ جانے وہ کس حال میں ہوگا۔" ذوالنورین کو دیکھتے ڈی جے نے نم آنکھوں سمیت شکوہ کیا تھا۔

آنسوؤں نجانے کیوں ذوالنورین کو سامنے پاتے بھل بھل بہنے رہے تھے۔

"شش ہم ابھی ضبود کے پاس جائیں گے دو حہ لیکن پہلے آپ اٹھ کر نماز پڑھیں اور رب کے حضور ہمارے بچے کے لیے دعا کریں۔ کیونکہ سجدے میں مانگی گئی دعا رب کبھی رد نہیں کرتا" ذوالنورین نے نرمی سے اس کے آنسوؤں کو چن کر اس کی آنکھوں کو بوسہ دیا تھا۔ اور اسے بستر سے اٹھاتے بولا تھا۔

"میں تو پیچھلے ایک ماہ سے مسلسل نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی ہوں لیکن دیکھیں ہمارا بچہ ہوش میں نہیں آ رہا تو پھر آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میری دعا سجدے میں رد نہیں ہوگی؟" ذوالنورین کے لمس میں ایسی ٹھنڈک تھی کہ اس نے ڈی جے کے آنسوؤں پر فوراً بندھ باندھا تھا۔ اور وہ ذوالنورین کی بات پر کھوئے کھوئے لہجے میں بولی تھی۔

"ڈی جے دعا کی قبولیت کا دار و مدار آپ کے پختہ یقین پر ہے۔ مطلب اگر ہماری نیت میں شک ہو کہ نجانے میں نے جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوتی بھی ہے یا نہیں، تو سمجھ لو کہ ہمیں رب پر یقین نہیں ہے۔ ہمیں اس کی کامل ذات کے رحیم ہونے پر ایمان نہیں ہے۔ اور ایسی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی اور جانتی ہو سجدہ ایسی حالت ہے جب انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ نزدیک ترین ہوتا ہے اور جب تم رب کے نزدیک ترین ہو کر اور مکمل یقین کے ساتھ کچھ مانگو گی تو یقین کرو کہ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی"

ذوالنورین کے لہجے میں موجود یقین کی روشنی نے ڈی جے کو سحر انگیز کیا تھا۔ اور وہ اٹھ کر وضو کرنے چل دی تھی۔

وضو کرنے کے بعد ڈی جے نے ذوالنورین کی جماعت میں نماز ادا کی تھی۔ سجدے میں بھرپور یقین کے ساتھ دعا مانگتے ڈی جے کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ لیکن اس دعا کے بعد جو ایک سکون اور ایک اطمینانیت کی لہر ڈی جے کے اندر ابھری تھی وہ اس کے لیے ایک نیا احساس تھا۔ اس نے اس احساس کو آج سے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ خود کو مضبوط سمجھنے لگی تھی۔

نماز کے بعد جائے نماز پر بیٹھے ذوالنورین کو دیکھا دیکھی ڈی جے نے بھی درود و سلام کا

نظرانہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں بھیجتے پھر رب سے ان کے وسیلے سے دعا مانگی تھی۔

"تھینکیو ضر۔۔۔ آئی مین ذوالنورین!" ڈی جے جو جائے نماز سے اٹھتے ذوالنورین کا ہاتھ پکڑ کر بولی تھی۔ اس کا نام لیتے لیتے یک دم بدل گئی تھی۔

ذوالنورین کو اندر ہی اندر ندامت ہوئی تھی۔ اس لیے بغیر کچھ کہے آگے بڑھتے، ڈی جے کے حجاب میں لپٹے پاکیزگی سے بھرپور چہرے کو ہاتھوں میں لیتے، اس کی آنکھوں کو حق سے معتبر کرتے بغیر کچھ کہے جاگنگ کے لیے تیار ہونے چل دیا تھا۔

"مجھے کبھی کیوں لگتا ہے کہ جو آپ ہیں وہ دیکھاتے نہیں ہیں اور جو نہیں ہے وہ دیکھاتے ہیں اور میری آنکھوں سے شاید کچھ خاص رشتہ ہے آپ کا، اس لیے جب بھی میرے قریب آتے ہیں صرف ان آنکھوں کو محسوس کرتے۔۔۔ کیا یہ میرا وہم ہے؟ یا سچ میں ایسا کچھ ہے؟" ڈی جے ذوالنورین کے سحر میں ڈوبی دل ہی دل میں بولی تھی۔ پھر اچانک ذوالنورین کے موبائل کی بیل پر ہوش میں آئی تھی۔

"جی صالح بھائی سب خیریت تو ہے؟ ضبود کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ آپ پلیز اتنی صبح مجھے کوئی بری خبر مت سنائے گا" موبائل پر ابھرتے صالح کے نام کو دیکھتے ڈی جے نے

تیزی سے فون اٹھاتے کہا تھا۔

"بھابھی ریلیکس میں نے تو بس آپ کو یہ خوشخبری دینے کے لیے فون کیا ہے کہ ہماری ضبود ہوش میں آگیا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے آجائیں" دوسری طرف صالح خوشی سے بھرپور لہجے میں نم آنکھوں سے بولا تھا۔

اس خبر پر ڈی جے کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تھا

"الحمد للہ" پھر وہ اپنے آنسوؤں پوچھتے تیزی سے بولی تھی۔

"صالح بھائی ہم ابھی آرہے ہیں۔"

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تب تک ذوالنورین بھی کپڑے بدل کر باہر آچکا تھا۔ ذوالنورین فون رکھتی تیزی سے ذوالنورین کے گلے لگتی بولی تھی۔

"ذوالنورین الحمد للہ ہمارے ضبود کو ہوش آگیا۔ آپ سچ کہہ رہے تھے کہ پختہ یقین

سے مانگی گئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ میں۔۔۔۔ میں بہت خوش ہوں۔" ڈی جے

کی بات پر ذوالنورین کی حالت بھی خوشی سے اس کے جیسے ہو چکی تھی۔

اپنے بچے کے دیوانے ماں باپ بنے وہ لوگ تیزی سے اسپتال کی جانب نکلے تھے۔

ذوالنورین نے تو دوبار سے ٹریک سوٹ بھی تبدیل نہیں کیا تھا۔

@@@@@@@@@@

"ضبود بڈی کی جان! میرا بچہ کیسا ہے؟ کہی درد تو نہیں ہو رہا؟"

"پارٹنر تم کچھ بول کیوں نہیں رہے میرے پیارے شہزادے؟ جانتے ہو میں نے

تمہیں کتنا مس کیا؟ اتنا ٹرپتا تم اپنی ماما کو۔۔"

ضبود کے ایک طرف ذوالنورین جبکہ دوسری جانب ڈی جے بیٹھی نم آنکھوں سے سوال وجواب اور شکوہ شکایات کر رہے تھے۔

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان کی حالت دیکھ کرے میں موجود ہر شخص نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔

"ڈ۔۔۔ ڈیڈی۔۔۔ مم۔۔۔ ماما میں۔۔۔۔ ٹھیک۔۔۔ ہوں" کمزوری کے باعث

ضبود سے بول نہیں جا رہا تھا۔ لیکن پھر بھی ڈی جے اور ذوالنورین کے چہرے کو ہاتھ لگاتے بولا تھا۔

وہ دونوں تو ضبود کے لمس پر کھل اٹھے تھے۔ ڈی جے تو شدت جذبات سے ضبود کے چہرے پر بوسہ دینے لگی تھی۔ جبکہ ذوالنورین وہ تو بس ضبود کے ہاتھوں کو کبھی چہرے

سے لگاتا تو کبھی آنکھوں سے لگاتا تھا۔

شیری نے اپنی نم آنکھیں صاف کرتے انمول محبت کے اس مظاہرے کو موبائل میں قید کیا تھا، جس میں جھلکتی محبت ہر رشتہ ہر غرض ہر مفاد سے پاک تھی، بغیر کسی رشتے کے بھی پوری آب و تاب کے جھلک رہی تھی۔

"بس بھی اب آپ لوگ ہم معصوم لوگوں کو بھی اپنے شہزادے سے ملنے دیں۔ ہم بھی راہوں میں کھڑے ہیں۔" صالح نے کچھ دیر بعد آگے بڑھتے انہیں کہا تھا۔
جس پر ذوالنورین مسکراتے ہوئے اٹھا تھا۔ جبکہ ڈی جے ابھی بھی ضبود کے پاس ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔

"میں ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔" ذوالنورین یہ کہتے ہی باہر ڈاکٹر کے کیمین کی جانب بڑھا تھا۔

"مبارک ہو مسٹر ذوالنورین! میں ابھی آپ سے ہی ملنے آ رہا تھا۔ مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ آئیے چلیں آفس میں چلتے ہیں۔" ذوالنورین کو دیکھ کر سامنے سے آتے ڈاکٹر حسین بولے تھے۔ جنہوں نے ضبود کا علاج کیا تھا۔

"جی ڈاکٹر میں بھی آپ کے ہی پاس آرہا تھا۔ وہ مجھے ضبود کے بارے میں پوچھنا تھا کہ اب کیسی ہے اس کی حالت؟ ہم کب تک اسے یہاں سے لے جاسکتے ہیں۔"

ذوالنورین ڈاکٹر کی مشیت میں چلتے کیبن میں داخل ہوتے بولا تھا۔

"ذوالنورین گولی ضبود کے دل کے قریب لگی تھی۔ جو ہم نے بروقت آپریشن کر کے نکال تولی تھی لیکن پھر بھی اس گولی نے اس کے دل کو نقصان پہنچایا ہے۔ بظاہر تو دل نارمل کام سرانجام دے رہا ہے۔ پر وہ اب بہت کمزور ہو گیا ہے۔ زیادہ سٹریس یا کوئی صدمہ یا کوئی بھی عجیب بات ضبود کے دل پر ڈائریکٹ اثر کرے گی۔ اس کے ہارٹ اٹیک کے چانس دوسرے لوگوں کی نسبت بڑھ گئے ہیں۔ اس لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

لیکن زیادہ پریشان مت ہوں۔ وہ پر اپر غذا اور دیکھ بھال سے ٹھیک ہو جائے گا اور جہاں تک بات ہے گھریلوجانے کی تو جینٹل مین اسے آپ کل تک لیجا سکتے ہیں۔ کیونکہ جتنی جلدی بچہ گھر ریکور کرتا ہے اتنا اسپتال میں نہیں کر سکتا۔ "ڈاکٹر نے بات ختم کرتے ذوالنورین کی جانب دیکھا تھا۔ جس کی آنکھیں اپنے بچے کی حالت پر سرخ ہو رہی تھی۔

"ریلیکس جینٹل مین! اگر تم خود ٹینشن لو گے تو تمہارے بچے کی سپورٹ کون بنے

گا۔۔ اور یار اپنے بیٹے کو جتنا ہو سکتا ہے اتنا خوش رکھو گے تو ان شاء اللہ ضبود جلد ریکور ہو جائے گا" ڈاکٹر حسن جو تھوڑی بڑی عمر کے تھے انہوں نے ذوالنورین کے کندھے کو تھپتھپا کر کہا تھا۔

جس پر ذوالنورین نے خود کو کنٹرول کیا تھا اور دل میں عزم لیے اٹھا تھا کہ جس نے اس کے بیٹے کی یہ حالت کی ہے وہ بہت جلد اس کو اس سے زیادہ دردناک سزا دے گا۔

@ @ @ @ @ @

"سنیں! آپ کے کپڑے نکال دیے ہیں فریش ہو جائیں؟؟" ذوالنورین لوگوں کی جگہ آج صالح اور عنایہ لوگ گھر آئے تھے۔

ویسے بھی کل چھٹی مل جانی تھی تو ذوالنورین نے اسی لیے انہیں گھر بھیج دیا تھا۔ کمرے میں آتے ہی عنایہ نے جھجک کر پہلی بار صالح کو مخاطب کیا تھا۔

ورنہ رخصتی والے دن تو وہ ابھی گھر بھی ناپہنچے تھے کہ اسپتال سے فون آ گیا تھا اور پھر ٹینشن کے ماحول میں عنایہ نے کبھی اس رشتے پر غور نہیں کیا تھا۔ بلکہ انجانے انجانے میں وہ کی بار صالح کے ساتھ جڑے اس رشتے کو سب کے سامنے کو س بھی چکی تھی۔

جو صالح کے دل و دماغ پر کافی گہرے زخم چھوڑ چکی تھی۔

صالح عنایہ کی بات پر اس کی جانب مڑا تھا پھر اس کے نکالے کپڑوں کی بجائے کوئی اور سوٹ نکالتے واش روم میں جا گھسا تھا۔

"وہ میں آپ کے لیے کھانا لائی تھی صالح، آپ نے کل سے کچھ کھایا نہیں پلیز تھوڑا سہ لے لیں" صالح کے فریش ہو کر آتے ہی عنایہ اس کے لیے کھانا لے آئی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ پلیز اب ڈسٹرب مت کریں۔ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ کہتے صالح نے لائٹ بند کی تھی اور آنکھوں پر بازو رکھتے لیٹ گیا تھا۔

"آپ کب سے میری انسلٹ کر رہے ہیں؟" عنایہ جو صالح کی بے رخی پر حیران کھڑی تھی، ایک دم سے ہوش میں آتے غصہ سے بولی تھی۔

"اس میں انسلٹ والی کونسی بات ہے پر سنز آپ ہی نے کہا تھا کہ شادی کے بعد میں آپ پر کوئی شوہر نہ حقوق نہ رکھوں تو بس میں اسی پر عمل کرتے، آپ کو بھی بیوی کے فرائض ادا کرنے سے منع کر رہا ہوں۔" عنایہ کی بات کے بدلہ صالح کی نیند سے بھری

آواز سنائی دی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر اب مجھ سے یہ امید بھی مت رکھیے گا کہ میں آپ سے پانی کا گلاس پوچھوں گا" عنایہ پھوں پھوں کرتے سامنے صوفہ پر بستر لے کر لیٹ گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن پلیز یہ صوفہ بیڈ والا ڈراما میرے ساتھ مت کریں۔ یہ کمرہ جتنا میرا ہے اتنا تمہارا بھی ہے اس لیے آج سے بیڈ کا دوسرا حصہ تم جیسے چاہے اپنی مرضی سے استعمال کر سکتی ہو۔ پر یاد رہے۔ کل کو مجھے یہ مت کہیے گا کہ میں تو بہت ظالم ہوں۔ کہ تمہیں بیڈ پر سونے بھی نہیں دیتا" صالح نے تلخ لہجہ میں کہتے دوسری جانب کروٹ بدلی تھی۔

عنایہ کو صالح کا رویہ برا لگا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی اس لیے خاموشی سے اٹھ کر آکر اس کے دوسری طرف آکر لیٹ گئی تھی۔ پر جو بھی تھا آج عنایہ اپنے آپ کی وجہ سے اس مقام پر پہنچی تھی۔

کیونکہ اگر وہ بار بار صالح کے منہ پر اپنے اور اس کے رشتے کو گالی نہیں دیتی تو شاید صالح کا لہجہ تلخ نہیں ہوتا۔ ویسے بھی دنیا میں اگر

عورت کی ضد مشہور ہے تو مرد کی انا سے بھی زیادہ جانی جاتی ہے۔

@@@@@@@@@@

#نوید و صل

#فاطمہ احمد

#قسط نمبر 25

"ضرار آپ یہ ویٹر کا کام کیوں کر رہے ہیں؟؟" ضرار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے دو حہ نا روٹھے لہجہ میں بولی تھی۔

"سنو لٹر کے! یہ اس ٹرے میں جلدی سے بھرے ہوئے گلاس رکھ دو۔" ضرار دو حہ کے ہاتھ کو نا محسوس انداز میں کندھے سے ہٹاتے بار کے دوسری جانب موجود شخص سے بولا تھا۔

"ضرار پلیز لیواٹ! میں آپ سے بات کر رہی ہوں اور آپ مجھے اگنور کر رہی ہیں۔" دو حہ نے غصہ سے ضرار کا چہرہ اپنی طرف کیا تھا۔

"مس دو حہ میرا باپ آپ کے ڈیڈی کی طرح لین لارڈ نہیں ہے۔ مجھے کمانے کے لیے

کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے مجھے تنگ مت کریں۔ آپ جائیں اور وہاں جا کر گانا گائیں اور لوگوں سے داد وصول کریں۔" اپنے اشتعال کو بمشکل کنٹرول کرتے، ضرار نے تلخ سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"ضض۔۔ رار!" دوحہ کو ضرار کی بات نے نہیں بلکہ اس کے لہجے نے بے حد تکلیف دی تھی اس لیے آنسوؤں سے ملی جلی آواز میں ہکلا کر بولی تھی۔

"دوحہ۔۔۔" ضرار کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ کسی اور غصہ کسی اور پر نکال چکا ہے۔ اس لیے تڑپ کر دوحہ کی جانب بڑھا تھا۔

پر دوحہ نفی میں سر ہلاتے تیزی سے وہاں سے نکلتی گئی تھی۔

"اف ضرار آغا تم ایک نمبر کے گدھے، الو کے پٹھے اور بے حد جذباتی شخص ہو۔ جسے اپنے غصہ پر بالکل بھی قابو نہیں ہے۔ دیکھو اب تمہاری وجہ سے دوحہ ناراض ہو گئی ہے۔۔۔" خود پر غصہ ہوتے ضرار کا دماغ پاگل ہونے کو تھا۔

اس لیے وہی بار کے پاس چیمبر پر بیٹھ کر ماتھے کو مسلنے لگا تھا۔ آج کل جو پیچیدہ حالات چل رہے تھے اس نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

"سریہ لیں جوس پی لیں۔ آپ کا سر درد ٹھیک ہو جائے گا۔" بار پر کھڑا ویٹر تیمور صاحب کے اشارے پر ذوالنورین کے آگے جوس کا گلاس رکھتے ہمدرد لہجے میں بولا تھا۔

"نہیں رہنے دو یار، ایک کام کرو تم یہاں سب دیکھ لو میں ابھی آتا ہوں" ضرار وہاں سے اٹھتے ہوا بولا تھا۔

اس کی بات پر ویٹر کے چہرے پر اضطراب جھلکا تھا۔

"سر رکھیں۔ دیکھیں یہ جوس پی لیں اس سے آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ورنہ پھر واپس وہاں جا کر شاید اپنے غصہ کو کنٹرول نہ کر پائے۔" ویٹر کے لہجے میں بے چینی واضح تھی۔

لیکن ضرار ابھی ابھی ایسی حالت میں نہیں تھا کہ یہ سب سمجھ سکتا اوپر سے شاید وہ خود کو بھی خود کو پر سکون کرنا چاہتا تھا اسی لیے تیزی سے گلاس پکڑتے بولا۔

"اچھا یار، لاوا دھرد و جلدی سے۔۔۔" ضرار نے تیزی سے جوس کو گلے سے نیچے اتارا تھا۔

جس کا کڑوا ذائقہ وہ انجانے میں اگنور کر گیا تھا۔ اور تیزی سے اندر کی جانب بڑھا تھا۔
آنے والے حالات کو سوچتے تیمور صاحب کے چہرے پر کمینگی سے بھرپور مسکراہٹ
بکھری تھی۔

"ضض۔۔۔ ضرار۔۔۔ نے۔۔۔ مجھ سے غصہ میں بات کی۔۔۔ وہ میرے ساتھ ایسا
کیسے کر سکتے ہیں" فارم ہاؤس میں موجود اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھی دوحہ ہچکیوں
کے درمیان روتی بس یہی بڑبڑایا رہی تھی۔

جس شخص نے کبھی آپ کو پھولوں کی چھڑی سے بھی چھوانا ہو، اس کی ہلکی سی ڈانٹ
بھی تیز دھاڑ چاقو کی مانند لگتی ہے۔

دوحہ پلینز دروازہ کھولو یا۔۔۔۔۔ "کمرے کے باہر کھڑے ضرار نے بے چینی سے
دروازہ کھٹکھٹاتے کہا تھا۔

"نہیں اب کیوں یہاں آئیں ہیں؟ جائیں یہاں سے مجھے نہیں بات کرنی آپ!!"
ضرار کی بات پر دوحہ ناراضگی سے چیخی تھی۔

"دوحہ دیکھو میں سوری کر رہا ہوں۔۔۔ پلینز دروازہ کھولو!!" ضرار کے دل کی دھڑکن

اچانک ہی بہت تیزی سے بڑھی تھی، آنکھوں کے سامنے سب کچھ مدھم پڑتا دیکھائی دے رہا تھا۔ اس لیے گہری سانس بھرتے اپنے آپ کو کنٹرول کرتے بولا تھا۔

"نہیں مجھے کسی سے بات نہیں کرنی جائیں یہاں سے۔۔" دوحہ روتے ہوئے چیختی تھی۔

دوسری طرف ضرار کے چکراتے سر میں دوحہ کی روتی آواز ہتھوڑے کی مانند بج رہی تھی۔ اس لیے اپنے لڑکھڑاتے قدموں کو قابو میں کرتے ضرار کمرے کے پیچھے جانب موجود کھڑکی کی طرف آیا تھا۔

"آاا یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟؟۔۔۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے۔۔۔" خود کو گرنے سے بمشکل بچاتے ہوئے ضرار نے کھڑکی کا سہارا لیا تھا۔ جو فوراً ہی کھل گئی تھی ایسے جیسے خاص طور پر اسی مقصد کے لیے کھلی چھوڑی گئی تھی۔

"د۔۔۔ دوحہ!" گرنے کے انداز میں کھڑکی سے اندر کی جانب جھکتے ضرار نے دوحہ کو پکارا تھا۔ جو اس کی اضطراب سے پر آواز پر تیزی سے متوجہ ہوئی تھی۔

"ضرار کیا ہوا ہے آپ کو؟ دوحہ تیزی سے ضرار کی جانب لپکی تھی۔ جس کا چہرہ مکمل

طور پر پسینہ سے تر ہو چکا تھا۔ جبکہ ذہن عجیب طرح کے نشہء میں جا رہا تھا۔

دوحہ نے تیزی سے دروازہ کھولتے ضرار کو بمشکل سنبھالا تھا۔ جس کا توانا وجود دوحہ کے لیے ایک امتحان ثابت ہوا تھا۔ وہ ضرار کو لیے اندر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"ضرار آپ کو کیا ہو رہا ہے؟؟ آپ کی آنکھیں سرخ کیوں ہو رہی ہیں" ضرار کو بیڈ پر لیٹا کر دوحہ نے اس کی سرخی مائل آنکھوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

"د۔۔۔ دوحہ۔۔۔ آتم سوری۔۔۔ مجھے ایسے بات۔۔۔ نہیں کرنی۔۔۔ چاہیے تھی"

عجیب بہکے لہجے میں ضرار دوحہ کو اپنی طرف کھینچتے بولا رہا تھا۔

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کو کین کی اس تگڑی ڈوز نے ضرار کے سوچنے سمجھنے کی ہر طاقت کو ختم کر دیا تھا۔ ایسے جیسے دماغ مفلوج ہو گیا تھا۔ تنہائی اور دوسرے وجود پر اپنے مضبوط استحقاق کا خیال وجود پر قابو آنے لگا تھا۔

"ضضض۔۔۔ ضرار۔۔۔ مم۔۔۔ میں ناراض نہیں ہوں پلیز چھوڑے مجھے۔۔۔"

دوحہ ضرار کی مضبوط گرفت کو توڑنے کی کوشش میں پھڑپھڑائی تھی۔ دل انجانے خوف سے دھڑکنے لگا تھا۔

لیکن شاید دشمنوں کی ہر چل کی طرح یہ چال بھی کامیاب بنی تھی۔ اس لیے دوحہ کامان کرچیوں میں بکھر رہا تھا اور ضرار آغا آج دشمن کے ہاتھوں کی کٹ پُتلی بنے نشہ کے زیرے اثر ہر اس پردے کو گرا تھا جو اس کو آزمائشوں کی بھٹی میں گرا دینے والا تھا۔

کچھ ہی دیر میں دوحہ کے وجود کو ٹکڑوں میں بکھیر کر ضرار گہری بے ہوشی میں ڈوب چکا تھا جبکہ اس منحوس کالی رات میں، بیڈ کے ایک کونہ میں اپنے ٹوٹے بکھرے وجود کے ساتھ بیٹھی دوحہ سسک رہی تھی۔

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ آپ۔۔۔ کو کبھی مہم۔۔۔ معاف ننن۔۔۔ نہیں کروں

گی۔۔۔ آپ نے میرا۔۔۔ مان۔۔۔ میرا اعتماد۔۔۔ کرچیوں میں۔۔۔ بکھیر دیا ہے۔۔۔ اور مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا ہے۔۔۔ آپ نے دوحہ کو اپنے ہاتھوں سے۔۔۔ مار دیا ہے۔۔۔ "فجر کی اذان کے وقت اپنے بکھرے وجود کو بمشکل سمیٹے دوحہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ باہر نکلی تھی۔

چونکہ پارٹی رات کے کسی وقت ختم ہو کہ سب جا چکے تھے۔ اس لیے اس کی اس بکھری حالت کو کسی نہ دیکھا تھا۔ دوحہ بہتی آنکھوں سے اس سنسان سڑک پر بس سن دماغ لیے چلی جا رہی تھی۔ جب سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکڑا گئی تھی۔

@@@@@@@@

"ٹاڈا۔۔۔!!!" پارٹی پوپر کو پھوڑتے شیریں نے ذوالنورین اور دوحہ کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ضبود کا استقبال کیا تھا۔

جو ذوالنورین کی گود میں خوشی سے جگر جگر کرتی آنکھوں سے مینشن کو دیکھ رہا تھا۔ جسے شہزادے کے آنے کی خوشی میں بہت زبردست طریقے سے سجایا گیا تھا۔

"ذوالنورین بھائی آپ پلیز ضبود کو ادھر لے کر آئیں اور کیک کاٹیں" عنایہ پر جوشی

سے ذوالنورین کو پکڑ کر لاونج میں ٹیبل پر سجائے گئے کیک کے سامنے لے کر آیا تھا۔
 "ووو۔۔۔ واو بڑی یہ کیک بھی۔۔۔ میرے لیے آیا ہے؟؟" ضبود ذوالنورین کے
 چہرے پر ہاتھ رکھتے چہک کر بولا تھا۔

"بالکل پارٹنریہ سب میری ضبود کے لیے کیا گیا ہے۔" ذوالنورین کی گود میں موجود
 ضبود کی گال پر بوسہ دیتے دوہ مسکرا کر بولی تھی۔ ذوالنورین کی ہیزل بلیو آنکھیں تو
 اپنی دنوں متاعِ حیات کو قریب پاتے چمک اٹھی تھیں۔

"ماشاء اللہ اللہ میرے بچوں کو ایسے ہی خوش رکھے۔ لوشیری یہ صدقے کے پیسے کسی
 یتیم کو دے دینا" بڑی دادو جو شادی کے بعد اس برے حالات اپنے بہو بیٹے کے ساتھ
 واپس جانے کی بجائے ذوالنورین اور دوہ کے پاس رک گئی تھی۔ ان تینوں سے پیسے
 وار کر شیری کو دیتے بولی تھی۔

"جی بڑی دادو!" شیری سادت مندی سے پیسے پکڑتے بولا تھا۔ جبکہ بڑی دادو کے بعد
 اب جبرائیل صاحب آگے بڑھتے ذوالنورین اور ضبود کے ماتھوں پر محبت سے بوسہ
 دیتے بولے تھے

"میں آج بہت خوش ہوں کہ اللہ نے میرے بڑے بیٹے کو ایک مشکل آزمائش سے بہتر طریقے سے نکال دیا ہے۔" جبرائیل صاحب کی محبت پر ذوالنورین کے دل میں ان کا مقام اور بڑھاتا تھا کیونکہ دنیا میں جبرائیل صاحب کے خاندان جیسے مخلص لوگ بہت قسمت والوں کو ملتے ہیں۔

"خوش رہو بیٹی، اور دعا ہے اللہ تم لوگوں کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے" جبرائیل صاحب آخر میں ڈی جے کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے بولے تھے۔

"چھوٹے شہزادہ آج تو تیرا یہ چاچا بھی دل سے ہوش ہے۔ ادھر آباپ کی گود سے نکل کر مجھے سے بھی مل "ضبود کو ذوالنورین سے لیتے صالح محبت سے بولا تھا۔

"صالح بھائی تصحیح کریں آپ چاچا نہیں بلکہ ضبود کے پھوپھا ہیں" شیریں صالح کی بات کو فوراً سے کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"بہت شکریہ آپ کی تصحیح کا شیریں میاں لیکن وہ کیا ہے نہ کہ ہر رشتے سے پہلے میرے لیے میری دوستی کا رشتہ مقدم ہے۔ اس لیے خود کو پھوپھا کہلوانے کی بجائے میں چاچو کہلانا پسند کروں گا۔" صالح کے لہجے میں اپنی دوستی کا ایک غرور تھا۔ جس نے وہاں سب کو مسکرا نے پر مجبور کر دیا تھا۔

"چلیں پھر چاچی جی آپ بھی اپنے مجازی خدا کے ساتھ کھڑے ہو جائیں تاکہ ایک اچھی سی تصویر لے لوں میں" شیریں جوہر مؤمنٹ کو کیسچر کر رہا تھا۔ عنایہ کو صالح کے ساتھ کھڑا کیا تھا۔

صالح کے ساتھ کندھا لگنے پر عنایہ تیزی سے پیچھے ہوئے تھے جیسے کسی انہونی چیز کے ساتھ لگ گئی ہو۔ کسی اور نے یہ محسوس کیا ہو یا نہیں لیکن صالح نے یہ بات بہت محسوس کی تھی اور کہی نا کہی اس کے اندر سبکی کا احساس بھی ابھرا تھا۔ پر وہ سب کے مسکراتے چہروں کو دیکھتے وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

پھر یونہی ہنستے مسکراتے ذوالنورین اور ڈی جے کے ساتھ مل کر ضبود نے کیک کاٹا تھا۔ یوں کافی عرصے بعد اس مینشن کی درودیوار نے اس ننھے شہزادے کی قلقاریاں سنی تھی۔ جس پر اس سلطنت کے بادشاہ اور ملکہ واری گئے تھے۔

"ڈی جے سنو تمہارے لیے آج ایک اور خوشی کی خبر بھی میرے پاس ہے" حمزہ جو ابھی ابھی فون سن کر اندرائی تھی۔ ڈی جے کو بلند آواز میں مخاطب کرتے بولی تھی۔

"وہ کیا؟" دوحہ کی آواز میں تجسس ہی تجسس تھا۔

"وہ یہ کہ چند دنوں بعد ڈیڈی پاکستان آرہے ہیں" حمنہ کی بات پر ڈی جے کی خوشی واقع میں دو گنی ہو گئی تھی۔

لیکن دوسری طرف ذوالنورین کے چہرے کے تاثرات پل بھل میں بدلے تھے۔
جنہیں وہ بہت خوبصورتی سے دوسروں سے چھپا گیا تھا۔

@@@@@@@@@@

"ذوالنورین تم جانتے ہو کہ تم مجھے بہت عزیز ہو۔ اس لیے اس کیس میں اوپر سے سختی سے کام رکوانے کا جود باؤ آرہا ہے۔ اس کے باوجود میں تمہارا ساتھ دے رہا ہوں۔
لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ تم سچ میں پھر سے سوچ لو کہ کیا تم اس کیس کو حل کرنا چاہتے ہو یا پھر چھوڑ دینا چاہتے ہو؟؟" یہ ضبود کے گھر آنے سے ڈھیڑ ہفتے بعد کی بات تھی جب ڈی ائی جے مظہر نے اپنے سامنے بیٹھے ذوالنورین سے سوال کیا تھا۔

"سر آپ کو تو علم ہے کہ میں جنون کی حد تک اپنی ملک کی ماؤں کو انصاف دلانے کے کوشاں ہوں تو پھر اس سوال کا مقصد مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا؟" ذوالنورین جو پانی پی رہا تھا۔ سنجیدگی سے خالی گلاس ٹیبل پر رکھتے اپنی سرخ آنکھوں کو جھپکتے ہوئے بولا

"ذوالنورین سمجھ تو تم گئے ہو کہ میرا اشارہ کس جانب ہے۔ لیکن پھر بھی اگر تم میرے منہ سے سننا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تم یہ جانتے بوجھتے بھی کہ تمہارے مقابل کوئی اور نہیں بلکہ تمہارا سگا چاچو ہے۔ تمہاری بیوی کا باپ ہے کیا تم پھر بھی اس کے خلاف کیس لڑو گے؟؟

کیونکہ میں تمہاری کچھ دن پہلے ہونے والی بری حالت کو نہیں بھولا جب تمہیں اپنے چاچو کی اصلیت کے بارے میں پتہ چلا تھا اور پہلی بار میں نے اپنے مضبوط حوصلہ شیر جوان کی آنکھوں میں آنسوؤں دیکھے تھے اور نہ ہی اس کیس کے انجام کو بھولا ہوں۔ جو آخر میں کسی ایک کی موت کی صورت میں نکلے گا۔ "ڈی آئی جی مظہر ذوالنورین کے تاثرات کو بغور جانچتے ہوئے بولے تھے۔

"سرجب اوکھلی میں سر دیا تو ڈرنا کیسا؟ اسی طرح مجھے بھی موت کی پرواہ نہیں ہے کیونکہ وہ تورب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرا سر میرے لیے میرے ملک کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچانے والا میرا دشمن ہے چاہے وہ میرا اپنا ہی کیوں نہ ہو۔

اور جس شخص کی آپ بات کر رہے ہیں اس شخص نے تو میرے ملک کی ہزاروں ماؤں کو تڑپایا ہے۔ جنہوں نے نجانے کتنی منتوں، مرادوں اور تکلیفوں کے بعد اپنے بچوں کو

پایا تھا۔ تو پھر میں کیسے اس کے لیے کوئی نرم حصہ رکھ سکتا ہوں۔

ہاں ایک پل مجھے دکھ ہوا تھا کیونکہ وہ میرے باپ کا بھائی تھا لیکن جس بے حسی سے اس شخص نے اپنا پردہ فاش ہونے کے ڈر سے میرے ماں باپ کو قتل کیا ہے اور مجھے یتیم کیا ہے۔ یہ جاننے کے بعد میرے دل میں وہ نرم حصہ بھی مر چکا ہے۔ آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں کہ یہ ذوالنورین اپنے فرض کے معاملے میں کبھی جذبات کو ہاوی نہیں ہونے دیے گا۔ ویسے بھی اس شخص کی جانب میرے کچھ اپنے بھی حساب نکلتے ہیں۔ "سخت اور پر عزم لہجے میں کہتے ذوالنورین ڈی آئی جی کی تمام تحفظات کو ختم کر گیا تھا۔

"مجھے انتظار ہے ذوالنورین اس دن کا جب تم میرا سینا فخر سے بلند کرو گے اور دشمن کو اس کی سزا دو گے۔ تو کیا تم اپنے پیارے سسر جی کو ایک ننھا ننھا صدمہ دینے کو تیار ہو؟؟" پہلی بات سنجیدگی سے کہتے آخر میں ڈی آئی جی صاحب کچھ شرارت سے ذوالنورین کو چھیڑتے ہوئے بولے تھے۔

"سر اس ننھے منے صدمہ کے واسطے آپ کا فوجی بالکل تیار ہے۔ اب تو بس مجھے کل کا انتظار ہے۔۔۔۔ ٹھیک اب آپ مجھے اجازت دیں میں چلتا ہوں۔" پراسراریت سے مسکراتے لہجے میں ذوالنورین نے ڈی آئی جی کی جانب دیکھا کہا تھا۔

اس کے انداز پر ڈی آئی جی صاحب کھل کر مسکرائے تھے۔ اور پھر اس کی پیٹھ
تھپتھپاتے اسے گلے لگاتے اپنے ساتھ کا یقین دلاتے انہوں ذوالنورین کو اجازت دی
تھی۔

@ @ @ @ @ @

"السلام علیکم!" مینشن میں داخل ہوتے ہی ذوالنورین نے سلام کیا تھا۔ جس کے
جواب میں حال کے ایک طرف پڑے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھا ضبود مسکرا کر بولا تھا۔
"وعلیکم السلام ڈیڈی!" ضبود کو دیکھ کر ذوالنورین اوپر جا کر فریش ہونے کی بجائے وہی
آگیا تھا

"کیسا ہے میرا بچہ؟ کبھی درد وغیرہ تو نہیں ہے نا آپ کے؟؟" ذوالنورین نے ضبود کے
ماتھے پر بوسہ دیتے استفسار کیا تھا۔

"ضبود سٹر ونگ بوائے ہے بڑی، اسے درد نہیں ہوتا۔ اب تو وہ ٹھیک بھی ہو گیا ہے"
ضبود فخر سے سر بلند کرتے بولا تھا۔

"ماشاء اللہ بڑی کی جان! اچھا خیر یہ بتاؤ گھر میں اتنا سننا کیوں ہیں۔ کہاں ہیں سب

؟؟"ذوالنورین نے اپنی بے چین نظریں ڈی جے کی تلاش میں ادھر ادھر گھماتے ہوئے پوچھا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے عجیب سی عادت اسے ہو گئی تھی کہ کام سے واپس آ کر جب تک وہ ڈی جے کو نہیں دیکھ لیتا تھا اسے سکون نہیں ملتا تھا۔

"حمنہ عینی پڑوس میں گئی ہیں۔ تاکہ اپنے گھر کی صفائی کروا سکیں کیونکہ ماما کے بابا آرہے ہیں نا اس لیے" یہ کہتے ہی ضبود ذوالنورین کی جانب جھکتے سرگوشی میں بات کو مزید بڑھاتے بولا تھا۔

"اور ماما کیچن میں پہلی میرے کچھ پکار ہی ہیں"

ضبود کی سرگوشی پر ذوالنورین کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے کھلی تھی پھر اسی طرح سرگوشی میں ضبود کی طرف جھک کر شرارت سے بولا

"پھر تو خدا خیر کرے میرے بچے ہم دنوں پر۔۔۔" ذوالنورین کی بات پر ضبود نے کھل کر قہقہہ لگایا تھا۔

جبکہ ڈی جے جو بریانی کو دم لگا کر باہر آرہی تھی۔ ذوالنورین کو دیکھ کر خوشی سے بولی

"آج اپ اتنی جلدی آگئے ہیں؟"

"اگر آپ کہتی ہیں تو میں پھر واپس چلا جاتا ہوں اور تھوڑی دیر بعد آ جاؤ گا کیونکہ لگتا ہے ضبود کی ماما کو میرا جلدی آنا شاید کچھ پسند نہیں آیا" ذوالنورین نے ضبود کو چپکے سے آنکھ مارتے سنجیدگی سے وہاں اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے کب یہ کہا؟ میرے کہنے کا تو مطلب تھا کہ مجھے اچھا لگا کہ آج آپ جلدی گھر آگئے" ذوالنورین کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے تیزی سے بولی تھی۔

"اچھا تو اس کا مطلب کہ اب میں روز جلدی گھر آیا کروں گا کہ آپ کو اچھا لگے۔"

ذوالنورین بات کو نجانے کہاں سے کہاں لیجاتے ڈی جے کو کنفیوز کرتے آئبر و اچکاتے بولا تھا۔

حالانکہ کے دل ہی دل میں وہ خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"نہیں میں نے یہ بھی نہیں کہا" ڈی جے نے چڑ کر کہا تھا۔

"ہا ہا ہا پار ٹر بڈی آپ کو تنگ کر رہے ہیں۔ ابھی انہوں نے مجھے آنکھ ماری تھی۔"

ضبود نے کھلکھلاتے ہوئے ڈی جے کو بتایا تھا۔

ڈی جے نے ضبود کی بات پر ذوالنورین کو ناراضگی سے دیکھا تھا۔

"سوری!" ذوالنورین نے ڈی جے کے دیکھنے فوراً سے زیر لب سوری کہا تھا۔

اس کے انداز پر ڈی جے جھنپ سی گئی تھی اس لیے کیچن کی جانب جاتے ہوئے بولی تھی۔

"جلدی سے فریش ہو کر آجائیں میں تب تک کھانا ٹیبل پر لگاتی ہوں۔" ڈی جے کے شرمانے پر ذوالنورین مسکرا بالوں میں ہاتھ پھیرتے فریش ہونے چلا گیا تھا۔

بیس منٹ بعد وہ ٹیبل پر ضبود کے ساتھ والی چئیر پر بیٹھا تھا۔ جبکہ ڈی جے ان دونوں کے سامنے پڑی پلیٹ میں بریانی ڈال رہی تھی۔

"جلدی سے کھا کر بتائیے کیسی بنی ہے؟" ڈی جے پر جوشی سے بولتی سامنے بیٹھی تھی۔

"یا اللہ بس اب تو ہی میرے پیٹ پر رحم کرنا" ذوالنورین منہ ہی منہ بڑبڑایا تھا۔ لیکن اس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ ڈی جے اور ضبود تک پہنچ گئی تھی۔

"ایک کام کریں آپ اپنے پیٹ پر یہ کھا کر ظلم مت کریں میں آپ کے لیے ملازمہ سے کہہ کر کچھ بنا دیتی ہوں" ڈی جے فوراً چٹک کر ذوالنورین کے سامنے سے پلیٹ

اٹھاتے بولی تھی۔

ذوالنورین کی حالت پر ضبود کھلکھلا اٹھا تھا اور بریانی سے بھرا چمچ منہ میں ڈالنے کے بعد خوشی سے چہک کر بولا تھا۔

"واؤ می یہ تو بہت مزے کی بنی ہے۔" ضبود کے تبصرے پر ڈی جے تو کھل اٹھی تھی۔ اس لیے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی بولی تھے۔

"ہائے ماں صدقے میرا بچہ، دیکھو پھر مانتے ہوں کہ تمہاری ماما عنقریب ایک اچھی شیف بن جائیں گی لیکن افسوس کہ کچھ بے مروت لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔" ضبود سے بات کرنے کے دوران ڈی جے نے ذوالنورین پر میٹھا سہ طنز کیا تھا جو بس ان دونوں ماں بیٹے کے مظاہرے دیکھ رہا تھا۔

جسے دیکھ کر اسے جلن ہو رہی تھی، اس لیے ناروٹھے لہجہ میں کہتے وہاں سے اٹھا تھا۔ "میں جارہا ہوں کمرے میں، مجھے نہیں کرناؤنر" ذوالنورین کی بات پر ڈی جے نے حیرت سے اس کا روٹھنا دیکھا تھا۔ مطلب تنگ بھی کرو اور روٹھ بھی خود جاؤ۔ لیکن اندر ہی اندر کوئی اس کو ڈانٹ کر بولا تھا

"ڈی جے کیا ضرورت تھی ان کے مذاق پر اتنا اوور رد عمل دینے کی۔ تم تو جانتی تھی کہ وہ مذاق کر رہے ہیں پھر بھی تم نے ان کے آگے سے کھانا اٹھالیا۔ حد ہے۔ پتہ نہیں ذوالنورین نے صبح ناشتے کے بعد پتہ نہیں آفس میں اچھے سے کچھ کھایا ہو گا یا نہیں؟؟۔"

"اس بات پر ڈی جے نے اپنے ہونٹ چبائے تھے۔ پھر ضبود کو کھانا کھلانے کے دوران وہ مسلسل ذوالنورین کو ہی سوچ رہی تھی۔"

دوسری طرف ذوالنورین جو وہاں سے روٹھاسہ اٹھ آیا تھا۔ کمرے میں آتے اپنے آپ میں آتے ان بدلاؤ کو محسوس کرتے مسکرانے لگا تھا۔ ڈی جے کو ہمیشہ خود کی جانب متوجہ رکھنے کے لیے وہ آج بالکل بدلہ ہوا ذوالنورین بن گیا تھا۔ اب بھی اسے یقین تھا کہ ڈی جے اس کے لیے کھانا لے کر ضرور آئے گی اور یہ احساس اس کے لیے بہت خوبصورت تھا۔

"وحید سر مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔ کہ دیکھیں آپ تیمور آغا کے خلاف موجود تمام ثبوت اگر فوج کو دیتے تو شاید وہ اب تک صلاحوں کے پیچھے ہوتا لیکن آپ نے وہ ثبوت ایس پی ذوالنورین تک کیوں پہنچائے؟" وحید کا پی اے کاشف اپنے باس کی طرف دیکھتے جھجک کر بولا تھا۔ جو اس وقت اپنے گھر میں بنے بار پر بیٹھا ام النجاشت کے گھونٹ

پر گھونٹ بھر رہا تھا۔

"کیونکہ میں تیمور آغا کو اتنی آسان موت نہیں دینا چاہتا بلکہ اسے پل پل تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں۔" وحید خان نے آنکھوں میں پر اثر اسی چمک لیے کہا تھا۔ جس پر کاشف کو مزید جاننے کا تجسس ہوا تھا۔

"اتنا تجسس صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا کاشف" وحید کاشف کی حالت پر قہقہہ لگا کر طنز سے بولا تھا۔

"سوری سر وہ میں تو بس ایسے ہی۔۔۔" کاشف جو وحید کے طنز پر گھبرا گیا تھا۔ ہکلا کر بولتا جلدی سے واپسی کی طرف مڑا تھا۔

"واپس کہاں جا رہے ہو کاشف۔ ادھر آؤ میرے گلاس میں شراب ڈالو۔" وحید کاشف کو اپنے پاس بلاتے بلاتے حکمیہ لہجے میں بولا

کاشف نے جلدی سے سر ہلاتے ڈرتے ڈرتے وحید کے گلاس میں شراب ڈالی تھی کیونکہ وہ وحید مراد جیسے درندے کو اچھے سے جانتا تھا۔ جس کا موڈ بدلنے میں دیر نہیں لگتی تھی۔

"اگر میں تمام ثبوت فوج کو دے دیتا تو تمہارا کیا خیال تھا کہ تیمور آغا اتنی جلدی اپنے انجام تک پہنچ جاتا؟؟؟" وحید نے اپنی دھشت سے بھرپور آنکھیں کاشف پر گھاڑ کر اس کی خاموشی پر سوال کیا تھا۔ پر اسے مسلسل چپ کھڑا دیکھ کر بات کو بڑھاتے بولا

"تیمور آغا میرے دیے گئے تمام ثبوتوں کو منٹوں میں اپنے پاؤں کے نیچے آئی چھوٹی سی چوٹی سمجھ کر مسل دیتا کیونکہ وہ تمام ثبوت صرف دو باتوں کو ظاہر کرتے تھے۔ ایک تیمور آغا کو قاتل، جس نے اپنے بھائی بھابی کا قتل کیا۔

اور دوسرے اس کے ڈیول ہونے کے چند ایک ثبوت جن میں ایک فوٹیج اور اس کی ڈیکنگ کے سپر ز تھے۔ یہ سب تیمور آغا جیسے انسان نما بھیڑیا کے لیے، جس کے ہاتھ میں ملک کے کئی سیاست دانوں کی گردنیں ہے، یہ کیس حل وہ میں مکھی کے برابر ہونا تھا۔ ان سیاسی رہنماؤں نے اسے یہاں آنے سے قبل ہی فرار کر دینا تھا اور ساتھ ہی میرے سیاسی کیریئر کو بھی مٹی میں ملا دینا تھا۔" وحید بات کرنے کے دوران کچھ پل رکا تھا۔ پھر سامنے دیوار کو گھورتے ہوئے بولا

"اس لیے میں نے یہ تمام ثبوت ذوالنورین تک پہنچنے دیے کیونکہ اس سے دو فائدے مجھے ہونگے

ایک تیمور آغا اپنے ہی بھتیجے کے ہاتھوں سے مرے گا۔ جس کو قتل کے جرم میں سسپینڈ کر دیا جائے گا۔ مطلب میرے سیاسی کیریئر کا ایک متوقع کانٹا بھرنے سے پہلے ختم ہو جائے گا۔

دوسرا ان دو انسانوں کی جنگ میں تیسرا وجود اکیلا رہ جائے گا اور جب تک ان کو اس اکیلے رہ جانے والے انسان کی خبر ہوگی تب تک وہ میری قید میں ہوگا اور میں اسے ایسی جگہ چھپا دوں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوگی ہا ہا ہا "یہ بات کہتے ہی وحید نے بے ہنگم قمقمہ لگائے تھے۔

"وہ کون سر؟؟" کاشف جو حیرت سے سن رہا تھا۔ بیساختہ بولا

"میری ڈی ہے۔۔۔۔۔ صرف اور صرف میری ڈی ہے۔۔۔۔۔ جانتے ہو یہ پیچھے ڈھیڑماہ سے میں نے کس قدر ضبط سے اسے اس ایس پی کی دسترس میں برداشت کیا ہے۔ ڈی ہے کو اٹھوانا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ پر صرف میں نے خود کو صحیح وقت کے لیے روکے رکھا۔ جو کہ بہت جلد آنے والا ہے۔ پھر ڈی ہے میری رانی بنے گی صرف اور صرف میری جس کے وجود پر وحید خان کے نام کی مہر لگی تھی "کسی پاگل انسان کی طرح وحید خان اس وقت قمقمہ لگا رہا تھا۔

کاشف کو اس کے وجود سے ڈر محسوس ہوا تھا۔ اس لیے خاموشی سے وہاں سے نکل گیا۔
لیکن وحید خان کے بے ہنگم قہقروں اور باتوں کی آوازیں مسلسل گھر کے در و دیوار میں
گوںج رہی تھی۔

@@@@@@@@@@

"ذوالنورین کل رات جب ڈیڈی آئے تھے تب تک ہم سوچکے تھے۔ اس لیے اب
میں اور ضبودان کی طرف جارہے ہیں۔ آپ کب تک آئیں گئے؟؟" ڈی جے پولیس
اسٹیشن جانے کے لیے تیار ہوتے ذوالنورین کو دیکھ کر استفسار کرنے لگی تھی۔
"بہت جلد۔۔۔" ذوالنورین ڈریسنگ کے آئینہ میں دیکھتے پر اسرار لہجے میں بڑبڑایا تھا۔
پھر جوتی پہنے کی غرض سے صوفہ پر بیٹھتے ہوئے بولا

"آج آفس میں ایک ایمر جنسی کی وجہ سے مجھے جانا پڑ رہا ہے۔ ورنہ یقیناً میں تمہارے
ساتھ چلتا۔ لیکن خیر مجھے جیسے ہی وقت ملے گا میں آنے کی کوشش کروں گا۔"
ذوالنورین نے اپنی کیپ، اور چھڑی پکڑتے کہا تھا۔

ڈی جے کا چہرہ ذوالنورین کی بات پر اترسہ گیا تھا۔ کیونکہ شاید وہ چاہتی تھی کہ

ذوالنورین اس کے ساتھ تیمور صاحب سے ملنے جائے۔

"دوحہ!" ذوالنورین نے ڈی جے کے پاس آتے اسے مخاطب کیا تھا۔

"جی" ڈی جے نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ جو آنکھوں میں عجیب سے تاثر لیے ڈی جے کو دیکھ رہا تھا۔

"دوحہ تھینکیو ان سب چیزوں کے آگے بہت چھوٹا لفظ ہے جو آپ نے میرے اور میرے بیٹے کے لیے کیا ہے۔ لیکن پھر بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ تھینکیو سوچ فار ایوری تھنگ اور آئم سوری کہ میں نے تمہیں جانے انجانے میں بہت سی تکلیفیں پہنچائی ہیں" یہ کہتے ہی ذوالنورین نے ڈی جے کو گلے لگایا تھا اور دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا۔

"اور شاید اب جو ہونے والا ہے اس سے تمہیں پہلے سے زیادہ تکلیف ہو۔ لیکن میں مجبور ہو میری جان محبت اور فرض کی اس جنگ میں ہماری محبت ایک بار پھر سے آزمائشوں سے گزرنے والی ہے۔ کیونکہ وہ شخص جو آپ کا باپ ہے وہی میرے لیے محض میرا اور ملک کا دشمن اول ہے۔ اور میں اس پر کسی بھی طرح سے رحم نہیں کر سکتا۔ شاید میں ایک بار پھر سے آپ کی ان آنکھوں میں آنسوؤں کا سبب بننے والا ہوں۔

لیکن آج ان بوسوں میں ایک الگ سی جنونیت اور محبت کی کہانی رقم تھی جس نے ڈی جے کو سن کر دیا تھا۔

ذوالنورین خود تو چلا گیا تھا لیکن ڈی جے کو ایک پہیلی میں الجھا گیا تھا۔

"تو کیا ذوالنورین اپنے ماضی کو بھول کر میری حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں؟؟ کیا میں بھی ان کے لیے اہمیت رکھنے لگی ہوں؟؟ کیا مستقبل میں ذوالنورین مجھ سے بھی ویسی محبت کریں گے جیسے وہ اپنی پہلی بیوی سے محبت کرتے تھے؟؟" ان سوچوں کے جواب میں ڈی جے کا دل جانے کیاں آج ہاں ہاں کی گردان کر رہا تھا۔ جس کو سن کر اس کا چہرہ شرم سے سرخ پڑا تھا۔

اپنی حالت پر مسکراتے ڈی جے نے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔

a a a a a a a a

"ڈیڈی! آئی مس یوسو۔۔۔ مچ ڈیڈی۔ جانتے ہیں میں اس عرصے میں جس شخص کو

سب سے زیادہ مس کیا وہ صرف آپ تھے۔ لویو ڈیڈی پلیز اب کبھی مجھ سے دور نہیں جائے گا۔ "ڈی جے تیمور آغا کے گلے لگی نم آنکھیں لیے محبت سے پر لہجے میں بول رہی تھی۔

"ڈیڈی کا پیارا بچہ ڈیڈی نے بھی آپ کو بہت مس کیا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ کمپنی میں چلتے مسائل کی وجہ سے مجھے دوہئی میں اتنی دیر لگ گئی اور اسی وجہ سے میں بروقت آپ کے نکاح میں بھی آپ کے پاس پاکستان نہیں آ سکا۔ لیکن کوئی نہیں اب میں سوچ لیا ہے کہ اپنے بچے کا گرینڈ ریسپشن کرواؤں گا۔" تیمور آغا کی آخری بات پر ڈی جے کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔

"ارے چیمنپین آپ وہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ ادھر آئیے میں آپ کی ڈی جے ماما ڈیڈی ہوں۔" تیمور آغا سامنے بیٹھے ضبود کو اپنے پاس بلاتے ہوئے حد سے زیادہ شیریں لہجے میں بولے تھے۔

"تو مطلب آپ میرے نانا ہوئے۔ کیا میں آپ کو نانا جان بولا سکتا ہوں؟" ضبود تیمور آغا کے بلانے پر جھجک کر معصومیت سے بولا تھا۔

"بالکل ڈیر تم مجھے یہ کہہ سکتے" اس وقت تیمور آغا خود کو ایک مہمان انسان ثابت

کرنے کے در پر تھا۔ اسی لیے ضبود کی باتوں کا اس قدر نرمی اور محبت سے جواب دے رہا تھا۔ ڈی جے ان کے لہجے کی محبت پر ایمان لے آئی تھی۔

"ڈیڈی لنچ تیار ہے۔ یہی لے آؤں یا پھر ٹیبل پر لگا دوں۔" حمنہ لاونج میں آتے بولی تھی۔

"ٹیبل پر لگا دو۔ آج ہم اپنی بیٹی اور پوتے کے ساتھ مل کر لنچ کریں گے" تیمور صاحب کی بات پر حمنہ نے فوراً عمل کیا تھا۔

ابھی وہ لوگ لنچ کرنے لگے تھے کہ چوکی دار گھر میں داخل ہوتے بولا تھا۔

"صاحب باہر پولیس آئی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اسے آپ سے ملنا ہے" چوکیدار کی بات پر ڈی جے اور حمنہ کے چہرے پر فکر جھلکی تھی جبکہ تیمور آغا حیرت میں ڈوبا تھا۔

ابھی وہ اپنی حیرت سے باہر بھی نہیں آیا تھا کہ کالی وردی میں آنکھوں پر چشمہ لگائے، سنجیدہ چہرے پر عجیب سی چمک لیے ایس پی ذوالنورین آغا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔

"گڈ آفٹرنون مسٹر تیمور آغا۔" ذوالنورین مضبوط قدم اٹھاتے تیمور صاحب کے

سامنے آتے بولا تھا۔ لیکن پھر اپنی گلاسز اتارتے حیرت کا اظہار کرتے بولا

"او نہیں نہیں۔۔۔ ہممم مجھے ایسے نہیں کہنا تھا۔۔۔ کیونکہ آپ تو میرے چاچو جان ہیں۔۔۔ گڈ آفٹر نوں میرے پیارے چاچو جان پلس سسر صاحب۔۔۔" ذوالنورین سنجیدگی سے آگ لگانے والے انداز میں کہتے تیمور آغا کو منی ہارٹ اٹیک دلا چکا تھا۔ وہ اچانک چکر کھا گرنے لگے تھے۔ سالوں پہلے کے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے تھے۔

"سر ضرار صاحب آج ایک بار پھر سے آئے ہیں۔ میں انہیں کیا کہوں؟؟" چوکیدار نے وحید صاحب اور تیمور آغا کی باتوں میں خلل ڈالا تھا۔ جس پر تیمور صاحب آٹھ کر دھاڑے تھے۔

"یہ اس دو ٹکے کے ضرار کو صاحب کس خوشی میں کہہ رہے ہو۔ کیا تمہیں اس گزرے ایک سال میں اب تک اندازہ نہیں ہوا کہ مجھے اس کے نام سے کس قدر نفرت ہے۔ پھر اسے صاحب کیوں کہہ رہے ہو" تیمور صاحب نے یہ کہتے ہی اس آدمی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا۔

"انکل کنٹرول یار! میرے خیال سے آج آپ کو یہ قصہ ختم کر دینا چاہیے۔ ایک دفع اس شخص کو طلاق کے کاغذات مل جائے گے تو پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا" وحید نے کمینگی سے بات کو اپنے مطلب کے مطابق گھماتے کہا تھا۔

"کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو تم وحید، دوحہ کو کومہ میں گئے ایک سال ہونے کو آیا ہے۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں آرہی تھی تو ایسے میں میں پیپرز پر سائن کہاں سے لاؤں گا۔" تیمور آغانے غصہ سے کہا تھا۔

"اوہو انکل آپ بھی کبھی کبھی پاگلوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ دیکھیں پرسوں جب میں دوحہ سے ملنے اسپتال گیا تھا۔ تب اس کا انگھوٹا میں نے اس پیپر پر لگوا لیا تھا اور وقتی طور پر آپ خود اس پر سائن کر دیں۔ ضرار کو کونسا پتہ چلنا ہے کہ یہ دوحہ کے سائن نہیں ہیں کیونکہ اسے تو یہ بھی نہیں پتہ کہ دوحہ اس وقت کومہ میں ہے۔"

اس لیے دوحہ کے سائن دیکھ کر ضرار بھی مجبور ہو جائے گا۔ تو جب وہ سائن کر کے یہ واپس کرے گا تو بعد میں جب دوحہ کو ہوش آئے گا تو ضرار کے سائن استعمال کر کے ہم دوسرے پیپر پر اس کے سائن لے لیں گے۔ ہو گیا مسئلہ حل" وحید کے پیپر ز نکال کر آگے رکھنے کے بعد تیمور صاحب نے چند پل حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

لیکن پھر کمینگی سے مسکراتے ہوئے سائن کرنے کے ساتھ بولے تھے۔

"پورے مجھ پر گئے ہو"

تیمور صاحب کے کمنٹ پر وحید نے قہقہہ لگایا تھا۔ دوسری طرف باہر سے ضرار کی منتوں کی آواز آنے لگی تھی۔ جس پر تیمور اغا کوفت سے باہر نکلے تھے اور اپنے گارڈز کو ضرار کو بیٹنے کا اشارہ کرتے بولے تھے۔

"اتنا مار واس (گالی) کو کہ یہ کبھی دوبار اس گھر میں گھسنے کی جرت کرنا تو دور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نا دیکھ پائے۔ کیونکہ عام زبان سے یہ بات پیچھلے ایک سال سے اسے سمجھ نہیں آرہی۔" نفرت سے بھرپور آنکھیں اپنے سامنے کراہتے ہوئے ضرار پر نظریں جمائے وہ تیمور آغا غصہ سے غرایا تھا۔

"بچ۔۔ چاچو پلیز خدارا۔۔ ایسا مت کریں۔ بس مجھے ایک بار اس سے مل لینے دیں۔ وہ میری بیوی ہے چاچو۔ آپ مجھے اس سے ایسے۔۔ دور نہیں کر سکتے۔۔ پلیز چاچو۔۔ اسے اس وقت سب سے زیادہ میری ضرورت ہے۔ آپ تو جانتے ہیں ہم ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اس لیے میری ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا مت دیں۔" سو جھے ہوئے چہرے اور زخموں سے چور جسم کی پرواہ کیے بغیر ضرار نے

جلدی سے ان گندوں کے چنگل سے نکل کر تیمور صاحب کے پاؤں کو جکڑا تھا۔
 ایک سال پہلے انجانے میں ہوئی اپنی غلطی کی سزا سے مسلسل دی جا رہی تھی۔ اب تو
 ضرار کی حالت قابل رحم تھی۔ آنکھیں بس خون پڑکانے کو تیار تھیں۔ روح پر لگے
 زخموں کے نشان اس کے جسم سے رستے خون سے نظر آرہے تھے۔

وہ تڑپ رہا تھا، مر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے جسم سے اس کی روح نکل رہی ہو اور
 سب بے بس تماشہ دیکھ رہے ہو۔

"پچھے کرو اپنے یہ گندے ہاتھ مجھ سے دوٹکے کے لڑکے۔۔۔ اور یہ بار بار مجھے چاچو
 مت کہو" یہ کہتے ہی تیمور نے ضرار کے ہاتھوں کو جھٹکتے اسے پیچھے زمین پر دھکیلا تھا۔

"کیونکہ تمہارا چاچو تو اسی دن مر گیا تھا۔ جس دن تم نے میری بیٹی کے بھروسہ کو توڑا
 تھا۔ جانتے ہو وہ تمہاری وجہ سے پیچھلے ایک سال سے موت سے بدتر زندگی گزار رہی
 ہے۔ اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں۔ اور ہاں اچھا کیا کہ تم نے یاد
 کروادیا کہ وہ تمہاری منکوحہ تھی۔ پرنٹیشن نہیں کرو اب نہیں رہے گی" نفرت، غصہ
 اور شدت غم سے چور لہجے میں کہتے وہ تیمور آغا تیزی سے اپنے بنگلوں میں گیا تھا اور
 طلاق کے کاغذات لے کر آیا تھا۔

"یہ لودوحہ کی طرف سے طلاق ناما آج سے میری بیٹی سے تمہارا رہا سہارشتہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ آج کے بعد کبھی اس طرف کا رخ مت کرنا کیونکہ اب سے تمہارا ہمارا کوئی رشتہ نہیں" ان کاغذوں کو ضرار کے چہرے پر اچھالتے تیمور آغا اپنے آدمیوں سے اسے گھسیٹ کر باہر پھینکنے کا کہہ کر جا چکا تھا۔

ضرار تو لگتا تھا کہ شاید اس سفید کاغذ کو دیکھتے ہی بے جان ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں ساکن ہو چکی تھیں۔ دل کی دھڑکن مدھم پڑ چکی تھی۔ اسے طلاق نامہ نہیں تھمایا گیا تھا بلکہ پھانسی کا پھندا پہنایا گیا تھا۔ جوہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی سانسوں کو روک رہا تھا۔ اوپر سے رہی سہی کسر سر پر لگنے والی چوٹ نے پوری کردی تھی جو ان آدمیوں کے اسے سڑک پر دھکا دینے سے لگی تھی۔

اس کی ایک انجانے میں ہوئی بدترین غلطی اس کی محبت، اس کی روح کی مکین کو اس سے دور لے گئی تھی اور اب اس کے ذندہ رہنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اسی لیے وہ بھی چپکے سے اس دنیا سے آنکھ موڑ گیا تھا۔ محبت کی دیوی نے اس دیوانے کے آنکھ بند کر لینے کے منظر پر ماتم منایا تھا۔

انجام و فایہ ہے جس نے بھی محبت کی

مرنے کی دعا مانگی جینے کی سزا پائی۔

"تم تو مر چکے تھے" تیمور آغا جس کو ذوالنورین نے گرنے سے بچایا تھا، دھیرے سے بڑبڑایا تھا۔

"افسوس کہ موت نے مجھے واپس دنیا میں پھینک دیا تھا۔" ذوالنورین سنجیدگی سے کہتے تیمور آغا کو کھڑا کیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

"مسٹر تیمور آغا آئی مین چاچا جان آپ کی کمپنی کی روالپنڈی والی شاخ میں بہت سے غیر قانونی کاروائیاں دیکھی گئی ہیں۔ اس لیے آپ کے خلاف اریسٹ وارنٹ نکلا ہے۔ آپ کو ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا" تیمور صاحب کو پہلے صدمہ سے نکلنے کا موقعہ دیے بغیر ذوالنورین نے اگلا وار کیا تھا۔

جس پر تیمور آغا کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی تھیں۔ جبکہ دماغ تیزی سے تانے بانے بننے لگا تھا۔ ڈی جے حیرت سے نکلتے ذوالنورین کے سامنے آتی بولی تھی۔

"ذوالنورین آپ کے کہنے کا کیا مطلب ہے کہ یہ غیر قانونی سرگرمیاں میرے بابا

کروارہے ہیں؟ آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟ اور یہ آپ میرے ڈیڈی کو چاچا جان کیوں کہہ رہے ہیں؟؟ مجھے تو نہیں یاد کے بابا نے کبھی بتایا ہو کہ ان کا کوئی بہن بھائی بھی تھا۔ یا ان کے کوئی بھتیجا بھتیجی بھی تھے۔ "ذوالنورین کو جس کا ڈر تھا وہی ہو رہا تھا ڈی جے اس معاملے میں داخل ہو رہی تھی۔

"مس ڈی جے ویسے ماننا پڑے گا میری بیوی بن کر خاصی سمجھدار ہو گئی ہیں۔ خیر آپ کی دوسری بات کا جواب میرے پیارے چاچا تیمور آغا آپ کو دیں گے ابھی میرے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیے سر "ڈی جے کو پہیلیوں میں ڈالتے ذوالنورین نے تیمور صاحب کی طرف بڑھا تھا۔

جو ذوالنورین کی باتیں میں الجھ گئے تھے۔

"ایک منٹ ابھی کیا تم نے کہا؟۔۔۔ میری بیوی!۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہوش میں تو ہو۔

میری دوہہ تمہاری بیوی کہاں سے ہو گئی؟" تیمور آغا کا غصہ سے برا حال تھا۔

"ریلیکس سسر جی کبھی ہارٹ اٹیک نہ ہو جائے۔ دیکھیں قدرت کی کرنی، میں وہی ذوالنورین ہوں جس سے پیچھلے دنوں آپ نے اپنی بیٹی کا نکاح کروایا تھا" یہ کہتے ہی ذوالنورین تیمور آغا کے کان قریب جھکا تھا اور سرگوشی میں چڑانے والے انداز میں بولا

'وہ بھی دوسری دفعہ.. "تیمور آغا کو زمین اور آسمان اپنے سامنے گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ انہوں نے صدمہ سے اپنے سامنے کھڑا اس مضبوط اور چہرے پر آگ لگانے والی مسکراہٹ لیے ہوئے ضرار آغا کو دیکھا تھا۔

سالوں پہلے والے اس ڈرپوک ضرار اور اس ایس پی ذوالنورین بنے بیٹھے شخص میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

"بس بہت ہو باقی باتیں جیل میں ہونگی" ذوالنورین واجد کو تیمور صاحب کو ہتھکڑی پہناتے کا اشارہ کرتے بولا تھا۔

"ایک منٹ مجھے اپنے پی اے سے دو منٹ بات کرنی ہے" تیمور صاحب کی بات پر واجد نے ذوالنورین کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

@@@@

"سریہاں پر سائن کر دیجئے" التمش ذوالنورین کے آفس میں کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے کروفر سے بیٹھے تیمور صاحب کے سامنے بیل کے پیپر ز رکھتے ہوئے بولا تھا۔

ذوالنورین اپنی کرسی پر بیٹھا خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایک منٹ التمش پہلے مجھے اپنے چہیتے داماد سے کچھ باتیں تو کر لینے دو" تیمور آغا ذوالنورین کو چڑانے کے انداز میں بولے تھے۔ جو اس وقت سپاٹ چہرہ لیے سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا۔

"میرے لاڈلے بھتیجے ضرار آغا، ویسے یاد ہے تمہیں کہ آج سے چھ سے پہلے کراچی کی اس ڈیل کے بعد، واپسی پر تم نے میری کمپنی پر الزام لگائے تھے" یہ کہتے ہی تیمور آغا اس کی طرف جھکتے تھے اور کمینگی سے مسکراتے بولے تھے۔

"جو کہ بالکل سچ تھے" اتنا کہتے وہ پھر سے غرور سے گردن تان کر سیدھے ہوتے بولا تھا

"پر افسوس تم تب بھی دو ٹکے کے ضرار تھے جس کی پوری زندگی میرے کنٹرول میں تھی۔ اس لیے کبھی مجھے غلط ثابت نہ کر سکے اور اب بھی تم دو ٹکے کے آفیسر ہو جس کے اوپر موجود تمام آفیسرز میرے تلوے چاٹتے ہیں۔ اس لیے تم کبھی مجھے اسکیپوز نہیں کر سکتے۔" تیمور آغا یہ کہتے ہی قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

پیچھے کھڑا التمش بھی کمینے پن سے مسکرایا تھا۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے جب تیمور آغا نے اسے فون کیا تھا۔ تو دس منٹ کے اندر اندر تیمور آغا کے رہائی کے آرڈرز بھی آگئے

تھے۔ لیکن وہ جانب بوجھ کر ذوالنورین لوگوں کے ساتھ پولیس اسٹیشن ہیل کے پیپرز سائن کرنے آئے تھے۔

"سنو بھتیجے ایک کام کی بات بتاتا ہوں اگر تو تم اپنے کام سے کام رکھ کر مجھے میرا کام کرنے دو گے تو یہ تمہارے ہی حق میں بہتر ہو گا۔ ورنہ آج جہاں تمہیں کچھ دیر بعد وارننگ کال آئے گی وہاں جلد ہی تمہیں سسپینشن کال بھی آسکتی۔" تیمور صاحب کی اس دھمکی پر پہلی بار ذوالنورین کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی تھیں۔

"پیارے چاچا جان کمینگی کی حد تک کیسے پہنچتے ہیں یہ میں نے آپ سے ہی سیکھا ہے۔ اس لیے بے فکر رہے آپ کی بادشاہت کا تختہ یہ ضرار آغا ہی پلٹے گا۔" ذوالنورین تیمور آغا کو باور کرواتے بولا تھا۔

"ہا ہا آئی لائیک یور کنفیڈینس بھتیجے مگر یاد رکھو۔۔۔ تم میرے لیے صرف زمین پر ریٹنگ والی چیونٹی کے برابر ہو جسے میں دو منٹ میں مسل کر رکھ سکتا ہوں۔ اور میری یہ بات کس حد تک سچ ہے اس کا اندازہ تو تمہیں آج سے چھ سال پہلے کی اُس پارٹی والی رات میں باخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا" تیمور آغا چڑانے والے انداز میں کہتے مسلسل ذوالنورین کو غصہ میں انتہائی غلط قدم اٹھانے پر اکسارہا تھا۔

"بالکل چاچا جان لیکن دیکھ لیں آپ کے اس جھوٹے طلاق نامہ کو اصل سمجھنے کے باوجود بھی میں نے آج تک اس پر سائن نہیں کیے۔ شاید اسی لیے میرے رب نے مجھے میری بیوی پھر سے واپس لوٹا دی ہے۔ کیونکہ میرے رب کی طلاق کے آگے آپ کی چال کی کوئی اہمیت نہیں" مقابل بھی ذوالنورین تھا جو بڑے آرام سے تیمور آغا کو خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔

"ہا ہا ہا ویسے تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ طلاق نامہ نکلی ہے" تیمور آغا اپنے ماتھے پر ابھرتے پسینے کو صاف کرتے ذوالنورین پر طنز کرتے بولے تھے۔

"یہی نہیں جس بے دردی سے آپ نے والدین کو قتل کیا تھا، اور اس رات میرے ڈرنگ میں کو کین ڈالی تھی تاکہ میرا دماغ مکمل طور پر مفلوج ہو جائے، وہ سب کچھ پتہ چل چکا ہے۔ میں اپنے حصے میں کی گئی زیادتی پر آپ کی سزا کم بھی کرنا چاہوں تو میرے والدین اور میرے ملک کے ساتھ کی گئی زیادتی آپ کی سزا کو تین گنا کر دیتی ہے۔ اس لیے تیار رہیے، یہ آپ کی بیل اور اوپر سے پڑنے والا پریش مجھے نہیں روک سکتا۔ انقریب آپ کا تحت میں اپنے ہاتھوں سے الٹنے والا ہوں۔" سخت اور پر عزم لہجے میں بولتا ذوالنورین سامنے بیٹھے تیمور آغا دومانٹ کے لیے گھبرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

جو اپنی کیفیت کو چھپانے کے لیے الٹا ذوالنورین پر دھاڑا۔

"بکواس بند کرو تم دو ٹکے کے آدمی، میں تیمور آغا ہوں۔ تم میرا کچھ نہیں بیگاڑ سکتے۔ اور یہ جس بیوی اور نوکری پر تم اکڑ رہے ہو یہی تمہیں میرے سامنے ناک کڑ کر معافی مانگنے پر مجبور کرے گی۔ تب دیکھو گا تمہاری یہ اکڑ کہاں گی" تیمور آغانے یہ کہتے ہی پیپر زپر سائن کرتے اٹھا تھا۔

پھر جاتے جاتے پلٹ کر واپس آیا تھا اور ذوالنورین کے کان کے قریب جھک کر بولا تھا۔

"تمہیں چیلنج دیتا ہوں ضرار آغا گلے 25 دنوں بعد میں پورے ملک سے بچے اغوا کرنے کے بعد، 25 نومبر کو میری آج تک کی سب بڑی اسمگلنگ جس میں 150 بچے باہر نیچے جائیں گے، اسے روک سکتے ہو تو روک کر دیکھاؤ۔" ڈیول کے روپ میں آتے تیمور آغا سفاکیت سے پر لہجہ لیے کہتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

"آاا۔۔۔" تیمور آغا کے جاتے ہی ذوالنورین نے غصے سے ہاتھ مار کر ٹیبل پر پڑی چیزیں گرائی تھی۔ پھر ٹیبل پر ہاتھ رکھتے آگے کی جانب جھک کر سرخ آنکھیں دروازے کی جانب کرے بڑبڑایا تھا۔

"تیمور آغا تو ایک چیلنج آج یہ ذوالنورین آغا بھی تمہیں دیتا ہے۔ کہ اگلے 25 نومبر کو ہونے والی اس ڈیل کو روک کر اگر میں نے تمہیں پوری دنیا کے سامنے اسکیپوز کرتے بدترین موت نہ دی تو میں خود اپنی جو ب سے استعفیٰ دے دوں گا۔" ذوالنورین کے لہجے میں ایک عزم صاف جھلک رہا تھا۔

نجانے اس بار کس کی ہار اور کس کی جیت ہونے والی تھی۔

@@@@@@@@@@

"ڈی جے یار دیکھو زیادہ سٹرس مت لو۔ یقیناً ذوالنورین بھائی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ اس لیے وہ ڈیڈی کو لے کر گئے ہیں۔ وہ ابھی آجائیں گے" حمزہ پیچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل حال میں چکر لگاتی ڈی جے کو ریلیکس کرنے کی خاطر بولی تھی۔

ضبود کو وہ کچھ دیر پہلے عنایہ کے ساتھ اس ٹینشن زدہ ماحول سے واپس بھیجوا چکے تھے۔ عنایہ اور صالح جو ذوالنورین لوگوں کے جانے کے بعد ائے تھے ڈی جے کے زبانی حالات کا سنتے واپس چلے گئے تھے۔

"آپی یار مجھے اس بات کی ٹینشن نہیں ہے کہ ڈیڈی پر الزام آیا ہے۔ کیونکہ میں جانتی

ہوں وہ ضرور ان کے خلاف کسی کی سازش ہوگی۔ میرے ڈیڈی کبھی غلط کام نہیں کر سکتے۔

اصل پہلی تو وہ رشتہ ہے جس سے ذوالنورین نے بابا کو مخاطب کیا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ڈیڈی ذوالنورین کے چاچا لگتے ہوں؟؟ مجھے کبھی کسی نے کیوں نہیں بتایا کہ میرے کوئی تایا بھی تھے؟ اور پھر ذوالنورین کا پر اسرار لہجے میں اس سے مخاطب ہونا اور ڈیڈی کی حالت بھی تو یہ ظاہر کر رہی تھی کہ یقیناً کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور تھی۔

"زیادہ مت سوچو ابھی ڈیڈی آئیں گے تو انہی سے پوچھ لینا" حمنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دی تھی۔

"حمنہ ٹھیک کہہ رہی ہے دوہ بیٹا آپ نے جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لیں" تیمور آغا چہرے پر مصنوعی تکلیف کے تاثرات لیے اندر داخل ہوئے تھے۔

"ڈیڈی شکر ہے آپ آگئے۔ آپ ٹھیک تو ہیں ڈیڈی؟؟ یہ ذوالنورین اور آپ کا کیا تعلق ہے؟ ڈیڈی اور مجھے کبھی آپ نے کچھ بتایا کیوں نہیں تھا۔" ڈی جے تیمور صاحب کو دیکھتے ایک ہی سانس میں بولتی ان کے پاس آئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں میرا بچہ، اور ذوالنورین کا مجھ سے ہی نہیں بلکہ تم سے بھی بہت گہرا تعلق تھا میری جان، لیکن اس نے تمہارے ساتھ جتنا برا کیا تھا کہ میں اس سے ساری رشتے توڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔" تیمور آغا اپنے لہجے کو انتہائی رنجیدہ بناتے ہوئے بولے تھا۔ جس پر ڈی جے آنکھ بند کر کے یقین لارہی تھی۔

"کیا مطلب ہے ڈیڈی؟؟ آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں کہ میرا ان سے تعلق تھا۔" ڈی جے نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"دو ذوالنورین تمہارے تایا یعنی میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ تم اس کی منکوحہ بھی تھی۔ آج سے چھ سال پہلے ہم سب کو ٹیڈ میں رہتے تھے اور بہت خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ تمہارا اور ضرار کا نکاح تمہارے دادا کی خواہش پر بچپن میں ہی کر دیا گیا تھا۔ وہ مرنے سے پہلے اپنے لاڈلے اور لاڈلی کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے بعد ہمارے گھر کو کسی کی نظر لگ گئی۔ پہلے بابا کے بعد تمہاری ماما کینسر سے چل گزری۔ پھر میرے بھائی بھابھی کی وفات کے بعد تمہاری دادی بھی زیادہ دیر نہیں رہ سکی۔ میں نے تمہاری پرورش کے ساتھ ضرار لوگوں کی پرورش کا ذمہ بھی اپنے ذمہ لے لیا تھا۔"

لیکن انجانے میں مجھ سے کہاں بھول چوک ہو گئی تھی کہ ذوالنورین غلط صحبت میں پڑ گیا تھا اور میری تمام دولت کو اپنے عیش میں اڑانے لگا تھا۔ جو فقط میں نے اپنی محنت سے بنائی تھی۔ میں نے ضرار اسے بہت سمجھایا کہ یہ سب نہ کرے میرے ساتھ کمپنی سنبھالے لیکن اسے اس کام میں کوئی دلچسپی نہیں تھا۔

وہ تمہارے سامنے ہمیشہ بہت محبت سے پیش آتا تھا لیکن پیٹھ پیچھے وہ تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ وہ اکثر مجھے دھمکی دیتا تھا کہ اگر میں نے اس کی بات مان کر پیسے نہ دیے تو وہ تمہیں برباد کر دے گا۔ تمہیں طلاق دے دے گا "تیمور آغانے یہ کہتے ہی گہری سانس بھری تھی۔ جبکہ ڈی جے تو پھٹی آنکھوں اور بے یقین کانوں سے سب سن رہی تھی۔

"تم میری اکلوتی بیٹی تھی دوحہ جو ضرار سے بہت محبت کرتی تھی۔ وہ بھی ایسے شخص سے جو تمہاری محبت کے قابل نہیں تھا۔ پر میں باپ جو ٹھہرا میں تمہیں برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے اس کی ہر بات ماننے لگا۔ انہی دنوں میں اس نے پتہ نہیں کیوں اچانک سے تمہاری رخصتی کی رٹ لگا دی تھی۔ پر تمہاری اسٹڈی کی وجہ سے میں نے منع کیا تھا۔ تو اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا۔

لیکن پھر اس پارٹی والی رات میں، جو میری ایک کامیاب بزنس ڈیل کی خوشی میں دی گئی تھی اور ہم سب مصروف تھے اس نے شراب کے نشے میں دھت تمہیں اپنے درندگی کا نشان۔۔۔۔۔ اس کا مقصد یہ سب کر کے مجھے مجبور کرنا تھا کہ میں رخصتی کر دو۔

لیکن اس رات تم اپنے اعتبار ٹوٹنے کے صدمے سے رات کے وقت باہر نکل گئی تھی اور جب تک مجھے خبر ہوئی تھی تمہارا اتنا برا ایکسیڈنٹ ہو چکا تھا کہ اس ایکسیڈنٹ نے تم سے تمہارا چہرہ تو چھینا ہی بلکہ تمہاری یادداشت مٹا کر تمہیں ایک ایسی لڑکی بنا دی کہ جو اپنے ماضی سے بالکل الٹ تھی۔

تمہارے نقصان نے مجھ بڑھے باپ کی کمر توڑ دی تھی۔ پر میں نے تمہیں مزید تباہی سے بچانے کے لیے فیصلہ کیا تھا کہ میں تمہاری اور ذوالنورین کی طلاق کروادوں گا۔ اسی لیے جب تم کو ممہ میں تھی۔ تب میں نے ذوالنورین کو خود ہی جھوٹے سائن کر کے طلاق نامہ بھیجوا دیا تھا۔

میرا مقصد صرف اُس نامراد شخص سے تمہیں آزاد کروانا تھا میری بیٹی، پر مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ شخص تمہیں طلاق نہیں دے گا بلکہ سالوں بعد میری اتنی سکیورٹی کو توڑتے وہ

پھر تم تک پہنچ جائے گا اور اپنے گھٹیا کھیل کھیل کر دھوکے سے تمہارے ساتھ پھر سے نکاح کر لے گا۔ "جھوٹ فریب اور مکاری کی اعلیٰ مثالیں قائم کرتا تیمور آغا خود کو وقت کا فرعون سمجھ بیٹھا تھا۔

جو اپنے جھوٹ کہتے یہ بھی نہیں دیکھ رہا تھا کہ اس کا کہا گیا ہر لفظ سامنے بیٹھی ڈی جے کے دل و دماغ میں کتنی تباہی مچا رہا ہے۔

"بی۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ذوالنورین! آپ کو تو۔۔۔ اپنی پہلی بیوی یعنی مجھ سے محبت تھی؟؟۔۔۔ نہیں ڈیڈی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔ آپ جیسے سخت دل انسان کو کسی سے محبت نہیں ہو سکتی۔۔۔ آپ دوحہ کے لیے بھی ایک بے رحم اور سفاک انسان تھے۔۔۔ اور ڈی جے کے لیے بھی۔۔۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ڈی جے وہاں سے اٹھی تھی۔

"ڈی جے کہاں جا رہی ہو۔ رکویار!!" حمہ ڈی جے کو پکڑنے کی خاطر اگے بڑھتے بولی تھی۔ جو بے علمی میں نجانے کہاں چلی جا رہی تھی۔

"نہیں آپ کو میرے ساتھ کیے گئے ہر ظلم کا حساب دینا ہو گا۔۔۔ بتانا پڑے گا آپ کو دوحہ کا کیا قصور تھا کہ اس کو آپ نے مرنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ بتانا پڑے گا۔۔۔۔۔"

آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے ڈی جے ارد گرد سے بے پرواہ باہر خود ہی خود سے
 بڑبڑاتے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کہ اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔
 "ڈی جے!!" اس کے گرتے ہی تیمور صاحب اور حمنہ تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

@ @ @ @ @ @

"یا اللہ! میں صرف یہ جانتی ہوں کہ آج تک میرے لالانے سب سے زیادہ دکھ دیکھیں
 ہیں اور نقصان بھی سب سے زیادہ اسی کے حصے میں آیا ہے۔ یقیناً ماضی میں جو کچھ بھی
 ہوا ہے اس میں میرا بھائی مظلوم ہے۔ اس لیے میں تجھ سے دعا مانگتی ہوں اللہ اب کی
 بار میرے بھائی کو فلاح بنانا مظلوم نہیں،۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ چاچا جان ہی میرے
 بھائی کی تکلیفوں کی وجہ ہیں۔ پر مجھے کلئیر نہیں پتہ اللہ جی اس لیے پلیز سب ٹھیک کر
 دیں اور میرے لالا کو خوشیاں دے دیں۔" جائے نماز پر بیٹھی عنایہ اپنے رب سے نم
 لہجے میں درخواست کر رہی تھی۔ جب صالح کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں؟" صالح کو دیکھ کر عنایہ نے دعا ختم کرتے، جائے نماز تہہ
 کی تھی اور کچھ دن پہلے دھڑلے سے کہی گئی اپنی کہی گئی بات کہ میں آپ سے پانی بھی
 نہیں پوچھے گی کو فراموش کرتے اس سے کھانا پوچھنے لگی تھی۔

اس کی سادگی پر آج کافی دنوں بعد صالح کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ اس لیے سر نیچے گرائے سوچنے لگا تھا۔

"صالح کمال تو بھی ایک نمبر کا گدھا ہے بالکل گدھا کہ جو شادی سے پہلے تک تو سامنے کھڑی اپنی بیوی سے محبت کے دھم بھرتا تھا اور بڑے بڑے داوے کرتا تھا کہ تو اس کی بے رخی سہہ کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لے کر، شادی کے بعد پہلے وار پر ہی ریس سے آؤٹ ہو گیا۔

لیکن شکر تم نے لوٹنے میں دیر نہیں اب اس لڑکی کو ہاتھ تھام کر سنبھال لو جو بہت معصوم ہے اور اپنی بھائی سے بے تحاشہ محبت کرتی ہے۔ یقیناً جب اپنے شوہر سے محبت کرے گی تو تب بھی ٹوٹ کر کرے گی" صالح نے اپنی انا کو خود کچلا تھا۔

کیونکہ بعض اوقات انسان کی فضول انا بہت سے رشتے کو کھا جاتی ہے۔ اس لیے اس کا بروقت ختم ہونا ضروری ہے۔

"ضرور اگر میری بیوی اپنے ہاتھوں سے کھلائی گی" عنایہ جو صالح کی خاموشی سے نا امید ہوتے واپس لوٹ رہی تھی۔ ایک دم صالح کے حصار میں آنے پر دم بخود رہ گئی تھی۔

"ایسے مت دیکھو پر نسز! ورنہ مجھے پیار آجائے گا اور پریشانی تمہیں ہی ہوگی" صالح کمال کا یہ نیا اور انوکھا روپ عنایہ کو بکھلانے اور شرماتے پر مجبور کر گیا تھا۔

"ایسے مت دیکھیں صالح۔۔" عنایہ اس کی گہری آنکھوں سے شرماتے آنکھیں بند کر کے منمنائی تھی۔

عنایہ کی حالت پر صالح نے قہقہہ لگایا تھا۔

"ہا ہا ہا میری معصوم پر نسز! اچھا جاؤ کھانا لے کر آؤ۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں" صالح عنایہ کے ماتھے کو معتبر کرتے فریش ہونے چل دیا تھا۔

جبکہ عنایہ اپنے رشتے کو پہلی بار محسوس کوئی گھبرائی گھبرائی سی نیچے کی جانب بڑھی تھی۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"یہ گھر میں اتنا اندھیرا کیوں ہے؟؟ کیا ضبود اور ڈی جے ابھی تک یہاں نہیں آئے؟"

گھر میں موجود اندھیرے نے ذوالنورین کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے فوراً سے جیب سے فون نکالتے ڈی جے کو کال کرنے لگا تھا۔

"یہ ڈی جے کال کیوں رسیو نہیں کر رہی" ڈی جے کی لاپرواہی پر ذوالنورین کی پریشانی بڑھی تھی۔

اس لیے تیمور آغا کے مینشن جانے کی نیت سے اس نے قدم اٹھائے تھے کہ حال میں اچانک ہونے والی روشنی پر رک گیا تھا۔

"کیا ہوا ذوالنورین ضرار آغا؟ کہاں جا رہے تھے؟ کیا اندھیرا اتنا خوفزدہ کرتا لگا ہے جو بھاگنے کا سوچ رہے تھے؟" عجیب طنزیہ لہجے میں بولتی ڈی جے سیڑھیوں سے نیچے اترتی ہوئی بولی تھی۔

"دو حہ یہ کیسی عجیب باتیں کر رہی ہو۔۔۔۔۔ خیر چھوڑو ضبود کہاں ہے؟ اور تم گھر کب آئی" ذوالنورین کو ڈی جے کے لہجے میں موجود گی تلخی نے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پر بد مزگی پھیلنے کے ڈر سے وہ بات اس بات کو ختم کرتے ضبود کے بارے میں پوچھنے لگا تھا۔

"سورہا ہے وہ اپنے کمرے میں اور میں گھر کب آئی یہ بات آپ کے لیے جاننا ضروری نہیں ہے۔ مسٹر ذوالنورین ضرار آغا" ڈی جے سیڑھیاں اترتے ذوالنورین کو غصہ سے بھرپور آنکھوں سے دیکھتی نیچے آئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں فریش ہونے جا رہا ہوں۔ تب تک کھانا نکال دو" ذوالنورین گناہ گار نہ ہوتے ہوئے بھی ڈی جے کی آنکھوں کی تپش کو برداشت نہیں کر پار ہا تھا۔ اس لیے بات ختم کرتے اوپر کی جانب بڑھا تھا۔

"ایک منٹ یہ چوروں کی طرح نظریں چرا کر کیوں جا رہے ہیں۔ آج میں آپ کو اپنے جوابات لیے بغیر جانے نہیں دوں گی۔ آج آپ کو بتانا ہو گا کہ کیا قصور تھا دوحہ کا جسے آپ نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا تھا اور کیوں ڈی جے کو دنیا کے سامنے بد کردار ثابت کرنے کے بعد مہمان بنتے اس سے نکاح کرنے چلے آئے۔ بتائیں مجھے ذوالنورین ضرار آغا" دوحہ نے ذوالنورین کو کالر سے پکڑتے کہا تھا۔

بے خودی سے چیخی ڈی جے بدگمانی کی حد پر کھڑی ذوالنورین کے دل کو کتنے ٹکڑوں میں بکھیر گئی تھی وہ یہ بات جان جاتی تو شاید اپنی زبان جڑ سے اکھاڑ دیتی۔

"دوحہ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اتنا سٹریس مت لو۔ ان سوالات کے لیے ابھی زندگی پڑی ہے" ذوالنورین نے نرمی سے کہتے اپنے کالر زپر رکھے ڈی جے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

"بند کریں اپنا یہ دکھاوا۔ جس سے ہمیشہ آپ نے دوحہ کو بے وقوف بنایا تھا۔ لیکن آپ

کی بھول ہے کہ کبھی ڈی جے آپ کی باتوں میں آتے دوبار سے آپکی درندگی کی بھینٹ چڑھائیں گے۔ کیونکہ میں وہ کمزور سی دوحہ نہیں ہوں۔ "ڈی جے غصہ میں کتنی بے ہودہ بات ذوالنورین کو کہہ چکی تھی۔ اس کا اندازہ اسے ذوالنورین کے یک دم اپنی بازوؤں پر سخت گرفت اور سخت لہجے پر ہوا تھا۔

"دوحہ ذوالنورین ضرار آغا اپنی زبان کو لگام دو۔ تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم میری محبت کو درندگی کی نظر سے دیکھو۔ مانتا ہوں کہ اس رات نشہء میں ہونے کے باعث میں کچھ دنیاوی رسموں کو بھول گیا تھا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ تم اس وقت غیر نہیں میری محرم میری بیوی اور میری محبت تھی۔" ذوالنورین سے جب خود پر قابو پانا مشکل ہوا تھا تو ڈی جے کو چھوڑتے پیچھے ہٹا تھا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگا تھا۔

"مجھے آپکی کسی بات پر یقین نہیں ہے۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ مجھے اب آپ سے طلاق لینی ہے" دوحہ نے سخت لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

@@@@@@@@@@

"دوحہ ذوالنورین ضرار آغا آپ کو مجھ سے رہائی صرف میری موت کی صورت میں مل

سکتی ہے۔ اس لیے دعا کریں کہ میں مر جاؤں "ذوالنورین ڈی جے کو بازو سے تھام کر
سنجیدگی سے کہنے کے بعد اوپر کی جانب لگا تھا۔

کہ پھر دو منٹ رک کر وہ دوبارہ ڈی جے کی جانب مڑا تھا اور دو حہ کی ساکن آنکھوں میں
دیکھتے ٹھنڈے لہجے میں بولا

"مس دو حہ ضرار میرے بیٹے کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کے جاننے سے
اسے تکلیف ہوگی۔ اس لیے مزید چند دن رک جائیں۔ وعدہ کرتا ہوں 25 دن بعد یا تو
آپ کی آنکھوں پر بندھی کسی کی جھوٹی کہانی کی پٹی ہٹ جائے گی یا پھر میری موت کی
صورت میں آپ کو مستقل طور پر رہائی مل جائے گی" یہ کہتے ہی ذوالنورین اپنے
کمرے میں جا کر بند ہو گیا تھا۔

جبکہ سن کھڑی دو حہ جسے جانے کیوں ذوالنورین کے لفظوں سے تکلیف ہوئی تھی۔ نم
آنکھوں کے ساتھ چلتی ضبود کے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

@ @ @ @ @ @ @

"واجدروالپنڈی میں موجود ہر ایک پرانے اور نئے مجرم جن کا تعلق بچہ اغواہ کرنے

والوں سے رہا ہے یا پھر جو چوری چکاری میں ملوس رہے ہیں۔ سب کی فائلز میرے ٹیبل پر لا کر رکھو اور ان میں جو اس وقت سب سے زیادہ سرگرم ہیں ان کے پیچھے اپنے آدمی لگا دو۔ یہ کام ابھی کے ابھی ہونا چاہیے۔ ہمارے پاس وقت اب صرف 24 دن ہے۔ جن کے اندر اندر ہمیں ڈیول کو ایکسپوز کرنا ہے۔ "آنے والی صبح ایک نیا سورج لے کر آئی تھی۔

ذوالنورین جو پیچھے کچھ دنوں سے دوحہ کی توجہ سے نرم ہو گیا تھا۔ واجد کو آج اس میں پرانے والے سرخی مائل ہیزل آنکھوں اور سنجیدہ چہرے والے ذوالنورین کی جھلک نظر آئی تھی۔ جس کے سر پر ڈیول کو پکڑنے کا جنون سوار تھا۔

"جی سر مجھے بس دس منٹ دیں۔ میں ابھی لے کر آتا ہوں" واجد چستی سے ذوالنورین کو جواب دیتا باہر کی جانب بڑھا تھا۔

جبکہ ذوالنورین اپنے سامنے پڑی فائل کھولنے کے ساتھ اب کہ عارف کو ہدایت دیتے بولا تھا۔

"عارف میں چاہتا ہوں کہ یہ بات صرف ہم تینوں کے درمیان رہنی چاہیے۔ باقی سب کو یہی لگنا چاہیے کہ ہم کسی عوامی مسئلے پر کام کر رہے ہیں۔ اس لیے باقی پولیس

کے تمام کام میں تمہارے زمرہ لگاتا ہوں۔ امید ہے کہ تم مجھے ناامید نہیں کرو گے " ذوالنورین کی بات پر عارف پر جوشی سے بولا تھا۔

"ان شاء اللہ سر آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا" ابھی عارف کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ذوالنورین کے ٹیبل پر پکڑا ٹیلی فون بج اٹھا تھا۔

"السلام علیکم جی ایس پی ذوالنورین آغا سپیکنگ!" ذوالنورین کے سلام کے جواب میں دوسرے جانب نجانے کون بولا تھا کہ ذوالنورین اس پر فوراً سے پہلے مؤدب ہوا تھا۔

"اوکے سر میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں" ذوالنورین نے الوداعی کلمات کہتے فون بند کی تھا اور چئیر سے اٹھتے اپنی کیپ اور جیب کی چابی پکڑ کر بولا تھا۔

"عارف مجھے آئی جی صاحب نے اپنے آفس میں بلایا ہے۔ تم اور واجد مل کر وہ ساری فائلز دیکھ لینا میں جتنی جلدی ہو سکے واپس آنے کی کوشش کروں گا۔" عارف کو اپنی بات کے جواب میں سر ہلاتے دیکھ ذوالنورین خود باہر کی جانب بڑھا تھا۔

پھر اگلے چند لمحوں میں آئی جی صاحب کے روم میں تھا۔ جن کے ایک طرف ڈی آئی

جے مظہر سر جھکائے بیٹھے معاملے کی گھمبیر ہونے کی اطلاع دے رہے تھے۔

"السلام علیکم سر!" ذوالنورین نے آئی جی صاحب کے سامنے کھڑے ہوتے سپاٹ چہرے کے ساتھ سلوٹ کیا تھا۔

"وعلیکم السلام ایس پی ذوالنورین! میں نے سنا ہے کہ آج کل آپ کو کچھ زیادہ ہی شوق چڑھا ہے، ملک کے مجرموں کو پکڑنے کا۔۔۔" آئی جی صاحب بغیر بات کو گھمائے سیدھا مدے پر آتے طنزیہ لہجے میں بولے تھے۔

"میں آپ کی بات کا مطلب سمجھا نہیں سر" آئی جی صاحب کے طنز پر ذوالنورین نے آرام سے کہا تھا۔

"ذوالنورین میری بات کا مقصد اور مطلب تم دونوں اچھی طرح سمجھ چکے ہو۔ اس لیے یہ نا سمجھ بننا بند کرو اور ایک بات اچھی طرح سن لو کہ تیمور آغا ملک کے معزز شہری ہیں۔ ان کے خلاف اپنی تمام سرگرمیاں بند کر دو۔ تیمور آغا کے خلاف چند جھوٹے ثبوتوں کی وجہ سے تم کاروائیاں نہیں کرتے یہ ہمارے شعبے پر سوالیہ نشان اٹھا سکتا ہے کہ ہم ملک کے معزز شہریوں کو تنگ کرتے ہیں۔"

اس لیے یہ آخری وارنگ ہے کہ اپنے تمام کام یہی روک دو۔ ورنہ اپنا سسپینشن لیٹر پکڑنے کے لیے تیار رہنا۔ "ائی جی صاحب سخت لہجے میں کہتے آخر میں اسے دھمکی دے گئے تھے۔

"لیکن سر میرے پاس جو بھی ثبوت ہیں وہ جھوٹے نہیں ہیں۔۔۔ میرا یقین کریں۔۔۔" ابھی ذوالنورین کا احتجاج مکمل طور پر بلند بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ائی جی صاحب دھاڑے تھے۔

"بس بہت ہو ذوالنورین تمہیں ابھی اس شعبے میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بمشکل سے ہوئے ہیں اور اب تم ہمیں سیکھاؤ گے کہ کون ٹھیک ہے اور کون غلط۔۔۔" آئی جی صاحب کی بات پر ذوالنورین نے سختی سے لب بھینچے تھے۔

وہ شاید اندر ہی اندر ان سب چیزوں کے لیے تیار تھا اس لیے وہ کافی حد تک پرسکون تھا۔

"جاو یہاں سے۔۔۔ مجھے اب دوبار اسے تمہارے کسی کارنامہ کی خبر نہیں ملنی چاہیے۔ اور ڈی جی مظہر آپ اپنے نوجوان کو سمجھا دیں کہ یہ اپنے مفروضہ ہمارے ادارے پر

لاگو مت کرے اور اپنے ہاتھوں کو کنٹرول میں رکھے اگر مجھے زرا سی بھی بھنک پڑی تو یقین جانے پھر ایسے وارنگ نہیں دوں گا۔ بلکہ سیدھا فارغ کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ بھی اپنے عہد سے استعفیٰ دینے کے لیے تیار رہیں۔ "ذوالنورین کو واپس جانے کا کہتے، آئی جی صاحب نے ڈی آئی جی منظر کو دھمکی دی تھی۔ جو ذوالنورین کے کانوں نے باخوبی سنی تھی۔

کیا ذوالنورین اپنی وجہ سے ڈی آئی جی صاحب کے عہد پر حرف آنے دے گا؟؟ کیا وہ اپنے ارادوں سے پیچھے ہٹ جائے گا یا پھر بغیر کسی خوف کے اپنے ارادوں پر پختگی سے ڈٹ کر دشمن کا خاتمہ کرنے والا تھا؟؟ اس کا فیصلہ تو تقدیر نے کرنا تھا۔

@@@@@@

"سر ہمارے آدمی پورے روالپنڈی میں پھیل چکے ہیں۔ بچے بہت تیزی اور ہوشیاری سے اغواہ کیے جا رہے ہیں۔ تقریباً پچاس کے قریب بچے ایسے ہیں جو روالپنڈی اور اس کے گرد و نواح کے چھوٹے موٹے علاقوں سے غائب کروائے جا چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مزید پندرہ دن میں ہم اپنا ہدف مکمل کر لیں گے۔" التمش گھر کے اسٹڈی روم میں بیٹھے ڈیول کو بریفنگ دیتے بولا تھا۔

"ہممم" ڈیول نے اس کی اتنی لمبی چوڑی بات کے بدلے محض چند الفاظ کہے تھے۔
 "سر لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ایس پی کی طرف سے کوئی مزاحمت یا پھر کاروائی
 سامنے نہیں آرہی۔ یوں لگ رہا ہے کہ جیسے انی جی صاحب کی دھمکی کام کر دگئی ہے۔
 "التمش نے ہلکی سی خوشی سے ڈیول کو بتایا تھا۔

"اوہو التمش کبھی اپنے دشمن کو کمزور سمجھ کر اس کی خاموشی کو اپنی جیت نہیں سمجھنا
 چاہیے" ڈیول نے سگار کا لمبا کش لے کر اسے ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا تھا۔
 "اور ضرار تو پھر میرا ہی خون ہے۔ اس لیے میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ
 اندر ہی اندر وہ شخص میرے خلاف کھڑی ضرور پکارا ہو گا۔ اس پر بھروسہ خود کی
 موت ہوگی اور ڈیول کبھی ایسی غلطی نہیں کرتا تیمور آغا کی آنکھوں میں شیطانی چمک
 ابھری تھی۔

"اپنے آدمیوں کو کہو کہ راولپنڈی کا سب کام بند کر دو اور لاہور فیصل آباد، کراچی اور
 اسلام آباد میں ایک ساتھ اپنی کاروائیاں شروع کر دو۔ تاکہ ملک کی پولیس بکھلا جائے
 کہ اس سب کو کہاں سے روکا جائے۔ اور یہ بچے مجھے آنے والے تیرہ دن میں مکمل
 چاہیے۔ آخری بات یہ خبر خاص طور پر پولیس تک پہنچ جانی چاہیے کہ اسمگلنگ پانی کے

راستے سے ہونی ہے۔" یہ کہتے ہی تیمور صاحب نے پراسرار سی خاموشی اختیار کی تھی۔
پھر سرگوشی میں التمش کو وارننگ دیتے بولا۔

"لیکن یہ بات صرف ہم دونوں میں رہنی چاہیے کہ اب یہ اسمگلنگ 23 نومبر کی بجائے 21 نومبر کی رات یعنی دو دن پہلے ہم افغانستان میں کریں گیں۔ جس کے لیں ہم پیشاور میں موجود پاک افغانستان بارڈر کراس کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا پیارا جمائی راجہ سوچ بھی نہیں سکتا اس سب کے لیے ہم اسی راولپنڈی میں موجود زمینی راستے کو استعمال کریں گے۔ جس کو وہ بند کر چکے تھے۔ ہا ہا ہا" تیمور آغانے یہ کہتے ہی ذوالنورین کی ناکام شکل کا دل ہی دل میں تصور کرتے زور سے قہقہہ لگایا تھا۔
"او کے سر!" التمش تیمور آغانے کی بات پر عمل کرنے فوری طور پر باہر کی جانب بڑھا تھا۔
کہ اتنے میں وحید خان چلتا ہوا اسٹڈی روم میں داخل ہوا تھا۔

"وحید خان تم یہاں کیسے؟؟" تیمور آغانے شاید اس کی آمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے بغیر کسی سلام کے سیدھا مدے پر آتے سخت لہجے میں بولا تھا۔

"انکل ویسے جس لہجے میں آپ مجھ سے بات کر رہے ہیں۔ اس لہجے میں مجھے آپ سے بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ کیا ہے ناکہ آپ سے الگ قسم سی کمینگی سی انسیت

ہے۔ کیونکہ آپ بھی اس ملک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور میں بھی، بس اسی وجہ سے آپ کی ایک غلطی کو بھلا کر آپ کے پاس واپس آیا ہوں۔" وحید خان تیمور آغا کے سامنے کھڑے ہوتے روکھے لہجے میں بولا تھا۔

"وحید خان اس نکاح میں ساری غلطی میری نہیں تمہاری بھی تھی کیونکہ میں نے حمہ کو پہلے تم سے رابطہ کرنے کو کہا تھا لیکن تم تو خود تک پہنچنے کا ہر راڈتہ ختم کیے اپنی سیاست چمکانے میں مگن تھے۔ اس لیے اس نکاح کا الزام مجھ پر مت دو۔ میں تو پہلے ہی اس دو ٹکے کے ضرار کو پھر سے دیکھ کر سلگ اٹھا ہوں۔ اتنی مثل سے تو پہلے اس بے غیرت کو دوحہ کی زندگی سے نکلوا یا تھا۔" تیمور آغا وحید کے شکوہ کو اہمیت دیے بغیر غصہ سے بولے تھے۔ جس پر اسٹڈی روم میں اسنیک لاتی حمہ کے ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھمے تھے۔ آنکھیں بے یقینی سے پھٹی تھی۔

"انکل ویسے آپ جیسے ڈیول کو سلگنا سوٹ نہیں کرتا۔ آپ تو دوسروں کو سلگھانے والے ہیں۔ اور میں آپ کے پاس اسی لیے واپس آیا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جیسے پہلے آپ نے ذوالنورین اور دوحہ کی طلاق بہت مکاری سے ایسے کروائی تھی کہ سارا الزام ذوالنورین کے حصے میں آیا تھا۔ اب بھی آپ ان کو الگ کروانے میں میری مدد

کریں گے۔ کیونکہ مجھے ہر حال میں دوحہ چاہیے کیونکہ وہ صرف وحید خان کی ملکہ ہے " وحید خان کی آخری بات میں عجیب قسم کی جنونیت سی تھی۔

"وحید خان تم نے ہمارے خلاف جو تمہارے پاس ثبوت ہیں ان فوج کو دینے کی بجائے، ہمارے ساتھ واپس ہاتھ ملا کر عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے ڈیول تم سے وعدہ کرتا ہے کہ 21 نومبر کی رات ہونے والی اسمگلنگ میں تم ہماری مدد کرو، اس کے اگلے روز دوحہ کو تمہاری ملکیت میں پہنچنے میں، میں تمہاری مدد کروں گا۔" تیمور آغانے وحید خان سے ایک بار پھر سے ڈیل کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔

اور وحید خان کو کیا چاہیے تھا وہ تو پہلے ہی اس ملک کو تباہ کرنے کے لیے جنونی تھا۔ اسی لیے اس نے بغیر سوچے سمجھے ہاتھ ملا یا تھا۔

حمنہ کے لیے یہ سب باتیں کسی صدمے سے کم نہیں تھیں اس لیے وہ بے ساختہ گرنے لگی تھی کہ لڑکھڑانے سے چائے کا کپ ٹرے سے نیچے گرا تھا۔ شور سن کر وحید خان اور تیمور آغا تیزی سے باہر لپکے تھے اور دروازے کے باہر کھڑی حمنہ کو دیکھ کر ان دنوں کی آنکھوں کا تاثر بدلا تھا۔

@@@@@@@@@@

عناہ کی شادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب سب لوگ دوبار سے ذوالنورین کے گھر میں جمع ہوئے تھے۔ ایسے میں دوحہ اور عناہ کیچن میں کھانا بنا رہی تھی۔ جبرائیل صاحب، شیریں اور عاقب ضبود کے ساتھ مگن تھے۔ ایسے میں اگر ہم ذوالنورین کے کمرے میں چلیں تو صالح اور ذوالنورین بیٹھے بالکونی میں کافی دنوں بعد کھل کر گھپ شپ کر رہے تھے۔

"صالح تمہیں دیکھ کر ضبود کھل جاتا ہے۔ اور تم بھی کافی محبت کرتے ہو اس سے" ذوالنورین نے نجانے سوال کیا تھا یا جواب صالح کو سمجھ نہیں آیا تھا۔ پر اس بات سے وہ متفق تھا اسی لیے خوشی سے بولا تھا۔

"ہاں ایک الگ ہی قسم کی محبت ہے مجھے ضبود سے شاید اس لیے کہ وہ تیرا بیٹا ہے۔ چاہیے تو نے اسے گود ہی لیا ہے لیکن پھر بھی مجھے اس میں سے تیری خوشبو آتی ہے۔ مجھے وہ اپنے دل کے بہت قریب لگتا ہے۔" صالح کے لہجے میں بولتے دوستی کے فخر نے ذوالنورین کو مسکرا نے پر مجبور کر دیا تھا۔

"صالح تجھے پتہ ہے آج سے چھ سال پہلے کراچی میں کی گئی اس ڈیکنگ کے دوران جو ایک خوش گوار چیز میری زندگی میں ہوئی تھی وہ تجھ سے دوستی تھی۔ ایسی دوستی جس

نے مجھے میرے تنہا اور مشکل ترین وقت میں کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ اگر تیرے جیسا یار ہر ذوالنورین کو ملے تو شاید اس کے غم بھی میری طرح مٹ جائیں۔ آج تک تو نے میرے لیے جو کچھ بھی کیا ہے صالح اس کے لیے بہت بہت شکریہ، مجھے یقین ہے کہ اگر کبھی مجھے کچھ ہو جائے تو تو میرے بیٹے اور بہن کی حفاظت خود سے بڑھ کر رکھے گا۔

"ذوالنورین نے نجانے کس جذبے کی رو میں بہتے ہوئے کہا تھا پھر صالح کو گلے لگایا تھا۔"

"ذوالنورین تو مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے نا۔ جلدی بتا وہ کیا بات ہے جس نے تجھے اتنا سینیٹی مینٹل کیا ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ میرا یار کبھی حالات کی تنگ دستی سے نہیں گھبرا یا اور نہ ہی کبھی اس نے اتنی مایوسی فضول باتیں کی ہیں" صالح ذوالنورین کے چہرہ کو غور سے دیکھتے کچھ جاننا چاہتا تھا۔

"صالح یہ سمجھ لے کہ تیرے یار کی زندگی کی سب سے بڑی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ جسے مجھے ہر حال میں جیتنا ہے کیونکہ میری ہار اور جیت کا تعلق میرے ملک پر پڑنے والا ہے۔ چاہے اس جنگ میں میری جان چلی جائے لیکن مجھے ہر حال میں اپنے ملک کو اس جنگ میں جتانے ہے۔" دور آسمانوں میں دیکھتے ذوالنورین پر عزم لہجے اور سنجیدہ

چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

"یہ کیسی پہیلی جیسی باتیں کر رہے ہو ذوالنورین مجھے کچھ سمجھ۔۔۔۔" صالح جو ذوالنورین کے لہجے میں موجود پختگی کو محسوس کرتے دہل گیا تھا۔ اس نے ذوالنورین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے استفسار کرنے لگا تھا کہ ذوالنورین نے اس کی بات کو پورا ہونے سے پہلے ایک لفافہ پکڑا یا تھا۔

جن میں موجود تیمور آغا کے خلاف ثبوت کو دیکھ کر صالح کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"ذوالنورین اس کا مطلب تمہارے چاچو۔۔۔ کیا بھابھی یہ بات جانتی ہیں" صالح نے پہلی بات پوری کیے بغیر دوسری بات پوچھنا چاہی تھی۔ جس پر ذوالنورین کا چہرہ سپاٹ پڑا تھا۔

"نہیں اسے تیمور آغانے جو کچھ بتایا ہے وہ اس پر یقین کرتے یہ سمجھتی ہے کہ میں اس کا گناہگار ہوں۔ جو صرف ایک درندہ صفت شخص ہے۔ اسے مجھ سے طلاق

چاہیے۔۔۔۔ خیر شادی کے بعد اس نے مجھ سے پہلی بار کوئی تحفہ مانگا ہے وہ بھی جلدی

ہی اسے میری موت کی صورت میں مل جائے گا" ذوالنورین خود پر ہی ہنستے، آخر میں

سنجیدہ ترین چہرے سمیت بولا تھا۔

"ذوالنورین!" صالح نے کچھ کہے بغیر مضبوطی سے اپنے یار کو سینے سے لگایا تھا۔
نجانے کب اس کے جگر کی تکلیفیں ختم ہونی تھیں۔ صالح کی خود کی آنکھیں ان حالات کو جانتے نم ہو گئی تھیں جبکہ ذوالنورین سپاٹ چہرہ کے ساتھ بے حس بنا کھرا تھا۔
"میں ابھی ڈی جے بھا بھی کو سب کچھ سچ سچ بتاتا ہوں" صالح نے تیزی سے پیچھے ہٹتے کہا تھا۔

"رک تو ایسا کچھ نہیں کہے گا۔ آج سے پندرہ دن بعد اگر مجھے فرض کی راہ میں شہادت ملتی ہے تب تو اسے یہ سب بتا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وعدہ کر تو اسے کبھی نہیں بتائے گی تجھے ہماری دوستی کا وعدہ ہے" ذوالنورین کی بات پر صالح نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا۔

"تو بہت ظلم ہے" اپنی نم آنکھیں صاف کرتے صالح نے اس وعدہ کیا تھا۔

"اب ایک اور وعدہ رک کہ ہمیشہ میری بہن اور ضبود کی میرے بعد حفاظت کرے گا اور انہیں خوش رکھے گا" ذوالنورین نے ایک اور وعدہ لینا چاہا تھا۔

"انتہا کے بے حس انسان ہو تم، میں بتا رہا ہوں اگر تم نے اپنے فرض کی راہ میں میرے یار کو کچھ ہونے دیا تو مجھے سے کبھی مت بولنا" صالح نے غصہ سے وعدہ دیا تھا اور بغیر کچھ کہے مینشن سے ہی نکل گیا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @

"کیا ہوا دو حہ لالی؟؟ آپ کا دھیان کدھر ہے؟؟ کسے فون کر رہی ہیں؟؟" عنایہ چولہے کے پاس پریشان کھڑی دو حہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر استفسار کرنے لگی تھی۔ ذوالنورین اور دو حہ کے درمیان جو بھی چل رہا تھا۔ اس کے خبر دو حہ نے جانے کیوں ابھی تک کسی کو نہیں ہونے دی تھی۔

"عنایہ حمہ آپی فون نہیں اٹھا رہی۔ میں کب سے ان کا فون ٹرائے کر رہی ہوں۔ لیکن وہ بند آرہا ہے۔" دو حہ نے پریشانی سے جواب دیا تھا۔

"اچھا آپ پریشان تو مت ہوں۔ یہ ساتھ والا گھر ہے ہم وہاں جا کر دیکھ لیتے ہیں۔ یا پھر آپ چاچو کو فون کر کے پتہ کر لیں۔" عنایہ نے اسے مشورہ دیا تھا۔

جس پر دو حہ سر ہلاتی تیمور آغا کو کال کرنے لگی تھی۔ جو جلد ہی اٹھالی گئی تھی۔

"السلام علیکم ڈیڈی میں ڈی جے بات کر رہی ہوں۔ ڈیڈی حمنہ آپنی کہاں ہیں۔ کب سے ان کا فون بند رہا ہے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج وہ مجھ سے ملنے آئیں گی تو پھر آئیں کیوں نہیں" دوحہ نے فون اٹھاتے ہی سوالات پر سوالات کیے تھے۔ دوحہ کے سوالات پر موبائل کے دوسرے جانب موجود تیمور آغا کے ماتھے پر پسینہ کے چند قطرے ابھرے تھے۔ جن کو انہوں نے تیزی سے صاف کیا تھا۔

ان کی یہ کیفیت صرف دو منٹ کی تھی۔ اس کے بعد وہ پھر سے نارمل ہو گئے تھے اور پھر جب وہ بولے ان کی آواز بہت پر سکون تھی۔

"دوحہ حمنہ کچھ دنوں کے لیے اپنے یتیم خانے گئی ہے اپنی دوستوں سے ملنے، وہ کہہ رہی تھی کہ جلد ہی واپس آنے کی کوشش کرے گی۔" تیمور آغا کی بات پر دوحہ کو جانے کیوں تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے پریشانی سے بولی تھی۔

"لیکن ڈیڈی وہ ایسے کیسے جاسکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ پہلے تو کبھی اور فنیج نہیں گئی اور نہ ہی انہوں نے میرے سامنے کسی دوست کا ذکر کیا کہ جس کے بلانے پر وہ بھاگی بھاگی جائیں گی تو پھر اب یہ کون سی نکل آئی ہے جس کے پاس جانے کے لیے انہوں نے مجھے بتایا بھی نہیں اور اب فون بھی بند کر لیا ہے۔" دوحہ کے لہجے میں بے یقینی

صاف ظاہر تھی۔

"دوحہ بچہ حمہ آزاد اور خود مختار لڑکی ہے۔ جو جب چاہے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ میں یا تم اس پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتے کیونکہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے اب مجھ سے یہ سوالات کرنے کی بجائے آپ حمہ سے خود کر لیجئے گا۔ جب وہ کچھ دنوں بعد واپس آجائیں گی۔ ابھی میں بہت امپورٹنٹ میٹنگ میں ہوں۔ آپ کو بعد میں کال کرتا ہوں۔" یہ کہتے ہی تیمور آغانے دوحہ کو سوچوں میں چھوڑتے فون بند کر دیا تھا۔

"کیا ہوا بھابھی آج آپ کی بہن نظر نہیں آرہی؟؟؟" شیریں جو فریج کے پاس کھڑا پانی کی بوتل نکال رہا تھا، حمہ کے نام پر اس کے کان فوراً کھڑے ہو گئے تھے۔ اس لیے ڈی جے کے پاس آتے ہوئے بولا تھا۔

"شیریں بھائی ڈیڈی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے اور فنیج گئی ہے۔ لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے یہ بات عجیب لگی ہے کیونکہ پہلے کبھی انہوں نے مجھ سے نہ تو وہاں کا ذکر کیا اور نہ ہی کسی دوست کا بتایا اور اب اچانک چلی گئی ہیں اور فون بھی بند کر دیا ہے۔" دوحہ کی بات پر کیچن میں آتا ذوالنورین ٹھٹکا تھا۔

"بھابھی پریشان مت ہو آجائیں گی مس لڑا کا کونین" شیریں دوحہ کا دھیان بٹانے کی

خاطر بولا تھا۔ جس پر دوحہ کے چہرے پر واقع ہی مسکراہٹ آگئی تھی۔
 پر ذوالنورین کے دماغ میں یہ بات کچھ دیر تک ضرور اٹک رہی تھی۔ لیکن پھر کیس میں
 الجھ کر یہ بات اس کے ذہن سے بھی نکل گئی تھی۔

@@@@@@

"ارے یار یہ امیر لوگوں کی بھی کیا زندگی ہوتی ہے۔ جب ان کا بچہ چاہے تب ملک
 کے ایک حصے میں عیش کرتے ہیں اور جب جی چاہے تب دوسرے حصے میں، پھر جب
 چاہے واپس پہلے حصے میں اڑتے ہوئے آرہے ہوتے ہیں۔ اب یہی تیمور صاحب کو دیکھ
 لو دودن سے کراچی میں عیش کر رہے ہیں اور ہمیں ایسے اپنے گھر کی نگرانی کے لیے
 چھوڑ کر گئے ہیں جیسے اس میں سونا چھپا ہو" گیٹ پر کھڑا سکیورٹی گارڈ سردی میں
 ٹھٹھرتے ہوئے، اپنے ساتھی سے بولا تھا۔

"ہاں یار یہ سب بڑے لوگوں کے چونچلے ہیں۔ کہہ ہی ٹک کر رہنا پسند نہیں کرتے۔
 خیر چھوڑوا نہیں تم بس خاموشی سے اپنا کام کرو کیونکہ وہ آج رات کسی بھی وقت واپس
 آنے والے ہیں۔۔۔۔۔ اگر انہوں نے تیری یہ بات سن لی تو اپنی خیر مت
 سمجھنا۔۔" اس کے ساتھی نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے کہا تھا۔

ان کی اس گفتگو کے دوران مینشن کی پیچھلے طرف سے کالے کپڑوں والا ایک ہیولہ انتہائی خاموشی اور تیزی سے گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔ جہاں اس وقت خاموشی کا راج تھا۔

وہ ہیولہ باری باری ہر ایک کمرے کو چیک کرنے لگا تھا۔ پر خالی پڑے اس مینشن میں اسے سنائے کے علاوہ کچھ نہیں ملا تھا۔

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یقیناً جیسا سب کچھ صاف نظر آرہا ہے۔ ویسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ چور چوری کرتے وقت کہی نا کہی نشان ضرور چھوڑتا ہے۔ اسی طرح تیمور آغانے بھی ضرور کہی نا کہی کوئی غلطی کی ہوگی جس سے مجھے پتہ چل سکتا ہے کہ آخر پانچ دن بعد وہ ہونے والی اسمگلنگ کے کاغذات اس نے کہاں چھپائے ہیں۔" اس ہیولے نے سرگوشی کی تھی۔ جو ہو بہو ذوالنورین جیسی تھی۔

جبکہ اس ہیولے کی نقاب سے جھلکتی ہیزل آنکھوں اس بات کی گواہی تھی کہ وہ ایسی پی ذوالنورین ہی تھا۔ جو یہاں اسمگلنگ والے کیس کی فائلز کی سن گن میں آیا تھا

ایس پی ذوالنورین دھیان سے نیچے حال کی ہر تصویر کو اور دیوار کو چیک کرنے لگا تھا۔ کہ کہی کوئی خوفیہ راستہ تو نہیں موجود؟ اسی سب میں وہ مینشن کے اسٹڈی روم میں پہنچا

تھا۔ جس کی درود یوار اسے بہت پر اسرار محسوس ہوئی تھی۔ اسٹڈی ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے، اچانک ذوالنورین کا پاؤں کارپیٹ میں اٹکا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ گرنے لگا تھا۔

خود کو بچانے کے لیے اس نے ٹیبل کو فوراً سے تھاما تھا۔ لیکن وہ جگہ جہاں سے کارپیٹ تھوڑا اٹھا ہوا تھا۔ وہ پاؤں سے الجھنے کی وجہ سے ایکسپوز ہو گیا تھا۔

فریش پر موجود دروازہ کو دیکھتے پر ذوالنورین کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ جبکہ دل میں سرگوشی ابھری تھی۔

"تمہارا آغا لگتا ہے وقت بھی اب تمہارے بدترین اختتام کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لیے دیکھو تو یہ دروازہ تم نے نجانے اپنا کونسا جرم چھپانے کے لیے بنایا تھا۔ اب میرے سامنے خود بخود آ گیا ہے"

دروازہ کھولتے ہی اسے نیچے کی جانب چند سیڑھیاں اترتی دیکھائی دی تھی۔

ذوالنورین احتیاط سے نیچے کی جانب بڑھا تھا۔ لیکن وہاں قدم رکھے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ جگہ کم اور ایک خوفیہ کمرہ زیادہ تھی جہاں مختلف شیف بنا کر کئی کاغذات رکھے

گئے تھے۔ جبکہ دوسری طرف شراب کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ذوالنورین کو اپنے چاچا کی کارکردگی پر افسوس ہوا تھا۔ اسی لیے سر جھٹکتے وہ آگے بڑھنے لگا تھا کہ نیچے مٹی میں لیٹے وجود کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

جس کے ہاتھ اور پاؤں رسی سے جھکڑا ہوئے تھے۔ ماتھے سے خون نکل کر پورے چہرے پر جم گیا تھا۔ جس سے چہرہ کچھ خوفناک سے دیکھائی دے رہا تھا۔ جبکہ اس کی سانسیں بھی ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" اس شخص کے چہرے پر غور کرتے ذوالنورین کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اس لیے اسے تیزی سے سیدھا کیا تھا۔

"حمنہ!" وہ توقع نہیں کر رہا تھا کہ یہ اتنی بدترین حالت میں اس کے سامنے موجود لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ حمنہ ہے۔

اس لیے بغیر وقت برباد کیے، وہ وہاں موجود کاغذات میں سے اپنے مطلب کی چند فائلز نکالے، وہ حمنہ کو پیٹھ پر اٹھائے باہر کی جانب بڑھا تھا اور اپنے آنے کے تمام ثبوت مٹا کر وہ جس طرح خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے نکلا تھا۔ کیونکہ باہر سے تیمور آغا کی گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی تھی

"ڈاکٹر اس مریض کی خبر کانوں کان کسی کو نہیں ہونی چاہیے اور چاہے آپ کو کچھ بھی کرنا پڑے اس کو آپ نے ہر حال میں بچانا ہے۔ کیونکہ اپنے ملک کی مزید کسی معصوم جان کو میں اس شخص کے ہاتھوں مرتے نہیں دیکھنا چاہیے۔" اپنے سامنے کھڑے ڈاکٹر کو سختی سے ہدایت دیتے آخر میں ذوالنورین خود سے بڑبڑایا تھا۔

اس کے چہرے پر اس وقت گھمبیر حد تک سنجیدگی تھی۔

"ایس پی سر! آپ بے فکر رہیں کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن آپ پہلے مجھے اس مرض کا معائنہ تو کرنے دیں۔" ڈاکٹر نے ذوالنورین کی دھشت سے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔

پھر ذوالنورین کے سر ہلانے پر تیزی سے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

رات کے ایک بج رہے تھے۔ جب ڈاکٹر نے ذوالنورین کو اطلاع دی تھی۔

"ایس پی سر آپ کی مرض پیچھلے دو دن سے بھوک پیاسی ہیں۔ اوپر سے ان کے سر میں یوں لگتا ہے کسی نے کوئی لوہے کی نوکیلی چیز ماری تھی جس سے خون بہت بہہ گیا ہے۔ اس وقت انہیں خون کی بہت ضرورت ہے۔ جلدی سے B- کا بندوبست کریں۔ کیونکہ اگر انہیں خون نہ ملا تو۔۔۔" ڈاکٹر یہ کہتے ہی واپسی کی طرف چل دیا تھا۔

دوسری طرف ذوالنورین کی آنکھیں بھی تیزی سے کسی ایسے بلڈ گروپ والے شخص کی تلاش میں گھومی تھی۔

@@@@@@

"السلام علیکم صالح! جلدی سے شیری کو لے کر اسپتال پہنچو" صالح رات کے ایک بجے فون کے دوسرے جانب سے آنے والی ذوالنورین کی آواز پر بے چین ہوا اٹھا تھا۔ ویسے ہی آج کل اسے ذوالنورین کی جانب سے دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اس نے احتیاط سے عنایہ کی جانب دیکھا تھا۔ جو بیڈ کے دوسرے کنارے پر سکون ہو کر سو رہی تھی۔ اور خود آٹھ کر بالکونی میں آتے بولا

"ذوالنورین تو ٹھیک تو ہے؟ آخر اتنی رات کو بلانے کی وجہ؟؟" صالح نے پریشانی سے دریافت کیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں صالح پریشان مت ہو۔ بس تو جلدی سے شیری کو لے کر اسپتال پہنچ۔ اُس کے بلڈ گروپ کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔" ذوالنورین کی بات پر صالح کو تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔

اس لیے وہ تیزی سے کپڑے تبدیل کرتے شیری کے کمرے کی جانب بڑھا تھا اور زبردستی اسے اٹھائے چوری چھپے وہ دونوں باہر نکلے تھے۔

"صالح بھائی ویسے آپ نے اتنی ٹھٹھرتی رات میں مجھ معصوم کو اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ ویسے ہم جا کہاں رہے ہیں۔" گاڑی میں بیٹھا شیری نے اپنے بازو گرٹے چڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اگر اتنی ایمر جنسی میں ذوالنورین نے مجھے فون کر کے تمہیں اسپتال نہ لانے کو کہاں ہوتا تو میرے فرشتوں کی توبہ تجھے اٹھاتا جو مردوں سے شرط لگا کر سوتا تھا۔" صالح نے شیری کی گہری نیند پر چوٹ کرتے کہا تھا۔

"ہا ہا ہا! جیلس مت ہوں۔ اب خدا اتنی گہری نیند بھی قسمت والوں کو دیتا ہے۔" شیری ڈھیٹ بنتے دانت نکال کر بولا تھا۔

صالح نے اس کی بات پر سر جھٹکا تھا۔ جبکہ شیری بھی جلد ہی سنجیدہ ہو کر بولا

"ویسے لالا اسپتال میں کون ہے؟"

"پتہ نہیں یہ تو ذوالنورین نے بتایا نہیں، بس تم دعا کرے الیٰ خیر کرے" صالح نے دو

"نن۔۔۔ نرس یہ کون ہیں" شیریں کو اپنے اندر ہلکاسہ درد اٹھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسے یہ سب اپنا گمان محسوس ہوا تھا۔ جس کو غلط کرنے کی خاطر اس نے نرس سے پوچھا تھا۔

"یہی تو وہ مرضہ ہیں۔ جن کو ایس پی سر لے کر آئے تھے۔ نجانے بچاری پر اتنا ظلم کس نے کیا ہے۔ جانتے ہیں جب یہ آئی تھی تو ان کے چہرے پر خون جما ہوا تھا۔ خون اور خوراک کی کمی نے انہیں موت کے قریب لا کھڑا کیا تھا۔" نرس شیریں کو بیڈ پر لیٹا کر جلدی سے خون منتقل کروانا شروع کیا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ کہ آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی؟ لیکن اتنا پتہ ہے کہ آپ کو ایسے دیکھ ایک عجیب سہ یہ درد اٹھ رہا ہے۔ آپ صرف مجھ سے لڑتی جھگڑتی اچھی لگتی ہیں۔ ایسے خاموش لیٹی نہیں۔۔۔ سچی پرامیس کرتا میں آپ سے بالکل لڑائی ختم کر دوں گا۔۔۔ اور کبھی بد تمیزی نہیں کروں گا۔ پر پہلے جلدی سے ٹھیک ہو جائیں" اپنے جسم سے نکلتے خون کے قطروں کو حمنہ کے جسم میں منتقل ہوتے دیکھ شیریں نم آنکھوں سمیت ہلکے سے بڑبڑایا تھا۔ پھر حمنہ کی طرف دیکھتے اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا تھا۔ جو تکیے میں جذب ہو گیا تھا۔

محبت ہو تو جاتی ہے، محبت کی نہیں جاتی

یہ شعلہ خود بھڑک اٹھتا ہے، بھڑکایا نہیں جاتا۔

شرارتی سہ وہ شہزادہ بھی محبت نگر کارہنے والا بن گیا تھا۔

@@@@@@@@@@

"صاحب وہ برکے والی میڈم آئیں ہیں۔ جو کچھ دن پہلے بھی آئیں تھیں۔ کیا انہیں آپ

کے پاس بھیج دوں۔" چوکیدار نے انٹرکام پر وحید خان سے پوچھا تھا۔

"ہاں بھیج دو!"

وحید خان کے آڈر پر چوکیدار نے اس نقاب پوش برکے والی لڑکی کو اندر بھیجا تھا۔ جو

آج دوسری بار وحید خان کے گھرائی تھی۔ لیکن وہ چل ایسے رہی تھی جیسے یہاں کے

چپے چپے سے واقف ہو۔

"ہیلومائی ڈیئر وحید خان" وحید کو دیکھتے ہی وہ لڑکی اٹھلا کر بولتی اپنا نقاب نیچے گرا گئی

تھی۔

"ہائے زمل" زمل کی نسبت وحید کا جواب بالکل بھی پر جوش نہیں تھا۔

"یہ اتنا روکھا جواب کیوں؟ جہاں تک میں جانتی ہوں تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ

تمہیں تمہاری ملکہ دودن بعد ملنے والی ہے۔ "زل اپنے بال ایک ادا سے بکھیرتی وحید خان کی گود میں بے شرمی سے بیٹھی بولی تھی۔

شاید وہ عورت اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے شرم و حیا کو، یہاں تک کہ اپنے عورت ہونے کے وقار کو بھلا چکی تھی۔

"یہ کیسا ملنا جس میں کوئی چارم نہیں ہے۔ مطلب وہ بڑھا اپنی بیٹی کو دھوکے میں رکھ کر طلاق کر وائے گا اور وہ ذوالنورین کو بے وفا سمجھتی میرے پاس آجائیں۔۔۔ ہم فصول۔۔۔ اصل مزہ تو تب تھا کہ جب وہ اپنے ذوالنورین کی یاد میں تڑپتی ہوئی میرے پاس آتی، لیکن اگے سے میں اسے ملتا تب اسے میری تڑپ کا اندازہ ہوتا جو میں نے اسے ذوالنورین کے ساتھ دیکھ کر محسوس کی ہے۔" وحید خان کی آنکھوں میں محبت نہیں تھی بلکہ اپنی پسندیدہ چیز کو پانے کا جنون دیکھائی دے رہا تھا۔

"تو ڈار لنگ یہ تو ابھی بھی ہو سکتا ہے" وحید خان کے چہرے پر انگلی پھیرتے زمل مکاری سے بولی تھی۔

"وہ کیسے؟" زمل کی آنکھوں میں دیکھتے وحید خان نے جھٹ سے پوچھا تھا۔

"بتاؤں گی لیکن پہلے تم مجھے یقین دلاؤ کہ کبھی بھی اس ڈی جے کو میری طرح محبت نہیں کرو گے۔ اس کو صرف ایک ٹشو پیپر کے جیسے اور جب تک مرضی استعمال کرنا لیکن اسے پھینک کر میرے پاس لوٹنا۔۔۔۔۔" زمل کے لہجے میں بولتی نفرت صاف واضح تھا۔ جبکہ آنکھیں آگ برسہ رہی تھی۔

وحید نے اسے پرسکون کرنے کی خاطر اس کے چہرے کو سہلایا تھا۔ جس پر زمل گہری سانس بھرتے جنونی انداز میں بولی

"ذوالنورین نے جب مجھے ایکسپوز کیا تھا۔ اس وقت میرے باپ نے بھی اپنی سیاست پر آنچ آنے کے ڈر سے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت تم وہ واحد شخص تھے۔ جس نے میرا ساتھ کیا تھا۔

ذوالنورین صرف میری ایک ضد تھی جبکہ تم میری محبت ہو وحید خان جس کی سیاست بڑھانے کے لیے میں نے کسی بھی حد کی پرواہ نہیں کی اس لیے اب تم مجھے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔"

اپنی چاہ میں پاگل ہوئی زمل کو دیکھ کر وحید نے اسے خود سے قریب کرتے فریبی لہجے میں بولا تھا

"ریلیکس ڈارلنگ! تم نے میرے راستے کے کانٹوں کو ہٹانے میں مدد دی ہے۔ اب یقین رکھو تمہارے حریفوں کو میں اپنے راستے سے ہٹاؤں گا" وحید کی بات پر زمل بے شرمی سے کھلکھلا کر اس کی طرف جھک گئی تھی۔

بے شرمی اور بے حیائی کی حد پر پہنچی زمل اس وقت اپنی عزت کو مٹی میں ملانے پر تلی تھی۔

"زمل ملک تمہارے جیسی عورت جو ہر کسی مرد کی گود میں پکے پھل کی طرح آگرتی ہے وہ کبھی میری بیوی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ وہ جگہ صرف دوحہ جیسی لڑکی کے لیے ہے۔ تم تو بس میرے لیے وہ مہرا ہو جو مجھے اپنے باپ جیسے مضبوط سیاسی بیک گراؤنڈ اور طاقت رکھنے والے شخص تک پہنچا سکتی ہو۔ بس اسی لیے میں نے صحیح وقت پر تمہیں ٹھیک چار اڈالا۔ تم توقع کے مطابق میرا چار اچرتے بھاگی بھاگی چلی آئی۔ ہا ہا ہا بے وقوف عورت، ویسے اگر تمہارے باپ کے بارے میں مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو شاید تم بہت عرصہ پہلے ہی میرے بستر کی زینت بنی ہوتی۔ پر خیر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی" دوسری طرف زمل کو اپنی ملکیت میں ڈوبادیکھتے وحید خان مکاری سے مسکرایا تھا۔

@@@@@@@@@@

"سر اندرونی مخبروں کے مطابق ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں سے بچے اغوا ہوئے ہیں لیکن سر میڈیا اس معاملے میں بالکل خاموشی اختیار کیے بیٹھی ہے اور پولیس محکمہ کے کچھ ایس پی وغیرہ تو پیسے لے کر بک چکے ہیں اور اب سب کی کمپلینٹ کو تو درج کر رہے ہیں۔ لیکن کاروائی نہیں کر رہے۔ جبکہ کچھ جو بچارے بولنا چاہ رہے ہیں انہیں ہماری طرح دبایا جا رہا ہے۔" واجد نے سنجیدگی سے اپنے سامنے بیٹھے ذوالنورین کو مطلع کیا تھا۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے اور وہ دونوں ذوالنورین مینشن کے گیسٹ روم میں بیٹھے تھے۔

"واجد تم ایک کام کرو مجھے ان تمام آفیسرز کے پرسنل نمبر اور ان کا پورا بائیو ڈیٹہ سینڈ کرو۔ میں ان سب سے بات کرونگا وہ یقیناً ہماری مدد ضرور کریں گے" ذوالنورین نے پینسل سے ایک کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے سر میں ابھی کچھ دیر تک وہ سب آپ تک پہنچاتا ہوں۔ پر سر ایک اور بات پوچھنی ہے۔ وہ یہ کہ سر کیا آپ کو نہیں لگتا کہ میڈم حمزہ شاید کچھ ناکچھ ایسا جان گئی تھی جو تیمور آغا کے خلاف تھا۔ اسی لیے تیمور آغانے اسے مارنے کی سنگین کوشش کی

ہے۔ "واجد کے سوال پر ذوالنورین کے ہاتھ تھمے تھے۔

"شاید نہیں مجھے پورا یقین ہے کہ حمنہ دی کے پاس ضرور ایسی معلومات ہے جو ہمیں مدد دے سکتی ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ انہیں جلد ہوش آجائے۔" ذوالنورین نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تھا اور پھر اپنی چمیر کے پیچھے جا کر کھڑا ہوتے بولا

"دوسری بات واجد اس بار بھی اسمگلنگ پانی کے راستے سے نہیں ہو رہی" ذوالنورین نے پر سوچ نظریں سامنے پڑے کاغذات کو دیکھ کر کہا تھا۔ جن کو وہ کچھ دیر پہلے پڑھ رہا

تھا۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمیں ڈوج دینے کے لیے غلط معلومات دی گئی ہے"

"تو سراب ہم کیا کریں؟"

"اب ہم کچھ نہیں کریں گے بلکہ رنگا کرے گا" یہ کہتے ذوالنورین کے سنجیدہ چہرے پر پراسرار سی چھائی تھی۔

"لیکن وہ تو مرچکا ہے سر"

"جانتا ہوں لیکن یہ بات بھی یاد رکھو کہ اس کی موت کی خبر ابھی تک صرف میرے تمہارے اور عارف کے درمیان ہے۔"

"اس کا مطلب کہ اب ہم نکلی رنگ بنا کر ان سے معلومات لیں گے" واجد نے پر جوش سے پوچھا تھا۔

"ہم نہیں تم لوگے۔ کل تم رنگا کے بھیس میں اپنے پرانے آدمیوں سے رابطہ کرو گے۔ جو دوبارہ سے اپنے پرانے کرتوتوں پر آچکے ہیں"

"او کے سر!" ذوالنورین کی ہدایت پر وجد نے سر ہلایا تھا۔ پھر گھڑی کی جانب دیکھ کر بولا "ٹھیک ہے سراجا زت دیں رات کے بارہ کے قریب ہونے والے ہیں۔ اب میں چلتا ہوں" ذوالنورین سے مصافحہ کرتے واجد تو چلا گیا تھا۔

جبکہ ذوالنورین مزید کچھ دیر رات کے ایک بجے سب کچھ سمیٹ کر اٹھا تھا۔ اور اپنے کمرے کی جانب جانے کی بجائے آج اس کے قدم ضبود کے کمرے کی جانب بڑھے تھے۔

جہاں ضبود اور ڈی جے آرام سے سو رہے تھے۔

پورے اکیس دن ہوئے گئے تھے ان کی لڑائی کو لیکن ڈی جے نے ذوالنورین کو اس کے بعد دوبارہ سے مخاطب کرنا تو دور اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ جہاں ذوالنورین آتا، یا اس کے آنے کی نشاندہی ہوتی ڈی جے وہاں سے پہلے ہی واک آؤٹ کر جاتی تھی۔ لیکن ذوالنورین جانے کیوں اس کی ناراضگی کو حق بجانب سمجھتے اس سے بالکل بھی غصہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ اندر ہی اندر ندامت زدہ تھا کہ شاید ڈی جے صحیح تھی اس رات جو بھی ہوا۔ اس میں کہی نا کہی میری بھی غلطی تھی۔

"میرا پیارا بچہ" ذوالنورین پہلے ضبود کی طرف آیا تھا اور اس کے ماتھے پر شدت سے بوسہ دیتے اس نے اس پر بستر ٹھیک کہا تھا۔

پھر دوسری جانب آتے چند پل ڈی جے کو دیکھنے کے بعد جانے دل میں کیا سمائی کے اسے باہوں میں اٹھالیا تھا۔ ڈی جے اس کے پکڑنے پر کسمائی تھی۔ پر پھر ذوالنورین کے سینے پر سر رکھتے نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ ذوالنورین ڈی جے کی حرکت پر دھیرے سے مسکراتے اسے لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے بڑبڑایا تھا۔

"دو حہ جاناں کل صبح اٹھ کر تم چاہے مجھے درندہ کا یا نفس پرست کا تانا دو۔ لیکن یہ تو کنفرم ہے کہ آج رات جو بھی ہو تم میرے پاس رہو گی کیونکہ میں نہیں جانتا کہ آنے

والے تین دن بعد کیا ہوگا۔ لیکن جو بھی ہواب میں تمہاری ناراضگی مزید برداشت نہیں کر سکتا"

"اس مطلبی دنیا میں رہتے ہوئے، بڑی عجیب بات یہ تھی کہ مجھے محبت ہو گئی تھی اور ظالم ایسی ہوئی تھی کہ تمہارے علاوہ میرے دل نے آج تک کسی کی چاہ رکھی بھی نہیں ہے۔" نیند کی وادیوں میں گم پڑی دوحہ کے چہرہ کو نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے ذوالنورین نے گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی تھی۔

"محبت محض محب اور مت سے مل کر بنا ایک لفظ ہے۔ جس کا مفہوم ہر شخص کے لیے مختلف ہوتا ہے۔ کچھ سطحی لوگ اسے جسم کے ملنے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کچھ نارمل لوگوں کے لیے یہ ایک احساس ہے جس کے تحت دو لوگ شادی کے بندھن میں بندھنے کے بعد ایک دوسرے کے ہر برے اور اچھے پہلوؤں کو اپنائے تا عمر ساتھ رہتے ہیں۔ کچھ خاص لوگوں کے لیے یہ ایک ایسا سفر ہے جس میں وہ اپنے رب سے جا ملتے ہیں۔ لیکن کچھ میرے لیے۔۔۔۔۔ یہ دور وحوں کے ملنے کا ایک ایسا سفر ہے جو جنت تک ساتھ رہتا ہے۔" ذوالنورین کی آنکھوں میں جنون ہلکورے لے رہا تھا۔

"اوپر افسوس کے اس ظلم دنیا نے میری محبت کو درندگی کی تہہ میں لپیٹ دیا۔۔۔۔۔"

بہت خاص محبت کی تھی میں نے تم سے۔۔۔ جس میں احترام شامل تھا، یقین شامل تھا، خلوص شامل تھا، دوستی شامل تھی۔۔۔ "ذوالنورین کی آنکھیں یہ کہتے ہوئے نم ہوئی تھی۔

"جانتی ہو مجھے تم سے کوئی بچپن سے محبت نہیں تھی۔۔۔ بلکہ میری محبت کا محور تم تب بنی تھی جب چودہ سال کی عمر میں نکاح نامے پر سائن کرتے ہوئے تم نے کہا تھا کہ ضرار صرف دو حہ کا ہے۔۔۔۔۔ نکاح کے بندھن نے میرے دل میں تمہارے لیے محبت پیدا کی تھی۔۔۔ پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ اپنی بیوی سے کی جانی والی میری محبت میں حوس شامل تھی؟؟؟" ذوالنورین کا ایک آنسو ٹوٹ کر دو حہ کے بالوں میں گرا تھا۔

کچھ پل لگے تھے ذوالنورین کو دوبار اپنے آپ کو کمپوز کرنے میں۔۔۔

"جانتی ہو آج سے چھ سال پہلے ایک وقت ایسا آیا تھا۔۔۔ جب میرے دل کے ہر کونے میں تم براجمان تھی۔ مجھے تمہارے علاوہ کچھ دیکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔ اس وقت تمہیں مجھ سے اچانک چھین لیا گیا تھا۔۔۔ میں بہت رویا ظالم انسانوں کے سامنے تمہیں پانے کے لیے گڑ گڑایا۔۔۔ خود کو سب سے مظلوم سمجھا۔۔۔۔۔ خدا سے ناراض

رہا۔۔۔ کہ اس نے تمہیں مجھ سے کیوں چھینا۔۔۔" ذوالنورین دوپہل کے لیے رکا تھا۔

"لیکن پھر مجھے پتہ چلا کہ تمہارے مجھ سے چھین جانے کی وجہ کہی نا کہی میں خود

تھا۔۔۔ ہاں میں خود جس نے تمہیں دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھا دیا تھا۔۔۔

جانتی ہو دنیا میں اگر انسان پر کسی کا سب سے زیادہ حق ہے تو وہ رب کا ہے۔ انسان پر

فرض ہے کہ وہ محبت کے معاملے میں رب کو سب سے آگے رکھے۔ اس کی محبت پر

کسی کی محبت کو فوقیت نہ دے۔

لیکن تمہاری محبت نے میرے دل میں موجود اس محبت کو دھندلا کر دیا تھا۔۔۔ اس

لیے مجھے آزمائش دے کر یہ بتایا گیا کہ

دنیا کی ہر محبت فانی ہے۔۔۔ جو کبھی نا کبھی چھن جائے گی لیکن ایک واحد رب کی محبت

ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔

اور جب میں نے اپنے رب کی آزمائش پر خود کو راضی کر لیا تو تم مجھے لوٹا دی گئی تھی۔"

ذوالنورین کے چہرے پر آخر میں مسکراہٹ چھائی تھی۔

"دو حہ زندگی ہر کسی کے لیے پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔۔۔ یہ جملہ مجھے بہت اچھے

سے سمجھ آ گیا ہے۔۔۔ مجھے معلوم نہیں کہ آنے والے تین دنوں بعد کیا ہو گا۔۔۔ لیکن اتنا ضرور پتہ ہے کہ مجھے ایک برائی کو مٹانے کے لیے اگر اپنی جان بھی قربان کرنی پڑی تو اس سے دریغ نہیں کروں گا۔۔۔ "دوحہ نیند میں ذوالنورین کی جانب پلٹی تھی۔

دوحہ کو اپنے مزید قریب ہوتے دیکھ ذوالنورین کی بات لبوں میں ہی اٹک گئی تھی۔ "دوحہ تمہیں مجھ سے آزادی چاہیے نا تو دعا کرنا کہ میں اس میشن میں مر جاؤں اور کبھی واپس مت آؤ۔۔۔۔۔ بس تم سے ایک التجاء ہے کہ مجھے میرے مرنے کے بعد کبھی نفس پرست نہیں سمجھنا۔۔۔۔۔ میری نیت میں کھوٹ نہیں سمجھنا۔۔۔۔۔ اور یہ بات تو مجھے پتہ ہے کہ تم مجھے کبھی یاد نہیں کرو گی۔۔۔ لیکن اگر پھر میرا عکس تمہاری آنکھوں کے پردوں پر اترے تو اس سے نفرت کرتے آنکھیں مت پھیرنا۔۔۔ یہ مجھے مرنے کے بعد بھی سکون نہیں دے گا" ذوالنورین نے دوحہ کی آنکھوں کو بوسہ دینے کے بعد اپنے سینے سے لگایا تھا۔ یوں جیسے چھن جانے کا خوف ہو۔

"جانتی ہو تمہاری یہ گہری نیند مجھے کبھی کبھی بہت غصہ دلاتی تھی۔۔۔ کہ آخر ایسا بھی کیا گدھے گھوڑے بیچ کر سونا۔۔۔ لیکن آج مجھے تمہاری نیند سے محبت ہو رہی

ہے۔۔۔ کہ اسی کی باعث مجھے میری دوحہ کی قربت کے چند پل ملے ہیں۔۔۔ "دوحہ کی نیند پر چوٹ کرتے ذوالنورین زیرے لب مسکرایا تھا۔

پھر اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے بولا

"میں محبت میں جسم پرستی کا قائل نہیں ہوں لیکن پھر بھی شادی کے بعد جب مجھے تمہاری سرجری کے متعلق پتہ چلا تھا۔ اس وقت میں ڈر گیا تھا۔۔۔ کہ کہی اس چہرے سے پیار جتا کر میں اپنی دوحہ کے ساتھ دغا بازی تو نہیں کروں گا۔۔۔ اس لیے جانے انجانے میں کی بار تمہیں بہت سے تکلیف دہ الفاظ میں نے کہیں ہیں۔۔۔۔ اس لیے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا" پہلی بار اج ذوالنورین نے دوحہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے معتبر کیا تھا۔

محبت کی دیوی تو کھل اٹھی تھی پر افسوس اس بات کا تھا کہ وہ شہزادی خود سوری تھی۔ جس پر محبت آج انتہائی مہربانی دیکھائی دے رہی تھی۔

"ویسے صبح جب تمہاری آنکھ کھلے گئی تو ہو سکتا ہے خود کو تم یہاں دیکھ کر پھر مجھے نفس پرستی کا تانہ دو۔۔۔۔ پر کیا کروں جب تم دور تھی تب تو جیسے تیسے صبر کر لیا تھا۔۔۔۔ پر

اب یہ 22 دن میرے پر عذاب کی مانند گزرے ہیں۔ اس لیے ائم سوری جاناں"

دوحہ کو اپنی بازوؤں کے حصار میں لیتے ذوالنورین نے مسکراتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔ اور کافی دنوں بعد نیند کی وادیوں میں کھو گیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ کسی کے آنکھوں سے نکلنے والے چند قیمتی آنسو اس کے سینے میں ضبط ہوئے تھے۔ ایک کمزور بازوؤں کا مضبوط حصار ذوالنورین کے گرد قائم ہوا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @ @

آنے والی صبح دوحہ کے اٹھنے سے پہلے ہی ذوالنورین آفس چلا آیا تھا۔ کچھ پیپر ورک نمٹانے کے بعد اس نے باقی تمام ٹارگٹڈ شہروں کے آفیسرز سے بات کی تھی اور انہیں اپنی مدد کے لیے تیار کیا تھا۔ دن کے گیارہ بجے وہ ڈی آئی جی مظہر کے پاس گیا تھا۔ جو خوفیہ طور پر اس پورے میشن میں ان کے ساتھ ساتھ رہے تھے۔ بلکہ آئی جی صاحب کی دھمکی کے باوجود بھی وہ خوفیہ طور پر ذوالنورین کی مدد کر رہے تھے۔

ذوالنورین نے انہیں ان تمام آفیسرز کے بارے میں اطلاع دی تھی جو اس کی مدد کرنے کو تیار تھے اور مزید کچھ دیر ڈسکشن کرنے کے بعد دوبجے وہ وہاں سے واپس آیا تھا۔ جب واجد سلوٹ کرتے اس کے کیمین میں داخل ہوا تھا۔

"سر! آپ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ تیمور آغا اور اس کے آدمی ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ وہ لوگ راولپنڈی میں موجود زمینی اسی راستے کو ہی استعمال کریں گے جس کو ہم نے بند کر دیا تھا۔ وہ لوگ اس راستے کو استعمال کرتے ہوئے پشاور کو کراس کرتے پاک افغان بارڈر تک جائیں گے جہاں تیمور آغا غیر قانونی طریقے سے بارڈر پار کرتے کابل میں داخل ہوگا۔ اور وہی پراسمگلنگ کی یہ ڈیل پایا تکمیل تک پہنچے گی" واجد کی بات پر اس سے پہلے کے ذوالنورین کوئی ہدایت دیتا اس کے فون کی بیل بجی تھی۔

"السلام علیکم ذوالنورین بھائی حمنہ آپ کی کو ہوش آگیا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہ رہی ہیں۔ آپ جلدی سے اسپتال آجائیں" شیر کی آواز پر ذوالنورین تیزی سے اپنی کیپ اور چابی اٹھتے بولا تھا۔

"ٹھیک ہے شیر، ہم آرہے ہیں" ذوالنورین واجد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے تیزی سے اسپتال کی جانب بڑھا تھا۔

اگلے بیس منٹ میں وہ لوگ حمنہ کے سامنے کھڑے تھے۔

"ذوالنورین بھائی مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے" کمزوری کے باعث نقاہت زدہ لہجے میں بولتی حمنہ کچھ بے چین دیکھائی دے رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بچہ میں سن رہا ہوں۔ لیکن آپ پہلے پر سکون ہو جائیں۔" حمنہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ذوالنورین نے اسے بہنوں جیسا مان بخشا تھا۔

"بھائی آپ ٹھیک تھے ڈیڈی بالکل بھی ٹھیک انسان نہیں ہے۔" یہ کہتے ہی حمنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ "بھائی وہ لوگ اس رات جب میں چائے دینے گئی تو کسی اسمگلنگ کی بات کر رہے تھے۔ جو میں نے سن لی تھی اس لیے انہوں نے مجھے مار کر میرے کمرے میں بند کر دیا تھا۔ کچھ دن تو مجھے کھانا وغیرہ دیتے رہے لیکن جب میں نے بھاگنے کی کوشش کی تو انہوں نے میرے سر میں کچھ بہت زور سے مارا تھا اور مجھے نیچے تہہ خانے میں بند کر دیا تھا۔"

بھائی ڈیڈی اکیلے نہیں ہے ان کے ساتھ وحید خان بھی شامل ہے۔ انہوں نے پہلے بھی ڈیڈی کی مدد کی تھی آپ کی اور دوحہ کی طلاق کروانے میں، اور وہ اب بھی ہر کام میں ڈیڈی کی مدد کر رہے ہیں "حمنہ کی بات پر ذوالنورین ٹھنکا تھا۔

"حمنہ اسمگلنگ کے متعلق کیا بات کر رہے تھے۔؟" ذوالنورین نے جلدی سے استفسار کیا تھا۔

"وہ لوگ شاید کچھ ایسا کہہ رہے تھے کہ۔۔۔۔۔ اسمگلنگ 23 نومبر کی بجائے 21

نومبر کی رات کو ہوگی۔ "حمنہ نے سر پر زور ڈالتے کہا تھا۔

واجد اور ذوالنورین نے بے ساختہ اسپتال کے اس کمرے میں ایک جانب لگے کیلنڈر کو دیکھا تھا۔ جہاں آج کے دن پر 21 نومبر جگمگا رہا تھا۔

"حمنہ بچہ کچھ لوگوں کی فطرت سانپ جیسی ہوتی ہے جو کبھی بھی ڈس سکتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں ایسے انسان سے بچا نہیں سکا۔ لیکن تم پریشان مت ہو اب ہم سب تمہارے ساتھ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔" ذوالنورین وہاں سے اٹھتے ہوئے حمنہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

پھر کمرے سے نکلنے سے پہلے وہ شیریں کی جانب جھکتے ہوئے بولا تھا۔

"شیریں میاں اپنی دوسری بہن کی ذمہ داری میں تمہیں دے رہا ہوں۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی شخص اسے خوش رکھ سکتا ہے تو وہ تم ہو۔ میرا بھروسہ ٹوٹنے مت دینا" ذوالنورین کی بات پر شیریں نے جھٹ سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ جو گہری نظروں سے شیریں کی ہی جانب دیکھ رہا تھا۔ شیریں کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی محبت کو شاید ذوالنورین بہت پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔

"ان شاء اللہ بھائی یہ بھروسہ کبھی نہیں ٹوٹے گا" شیریں نے ایک عزم سے جواب دیا تھا۔ ذوالنورین شیریں کی پیٹھ ایک بار پھر سے تھپتھپا کر باہر نکل گیا تھا کیونکہ ٹائم بہت کم تھا۔

"واجد جلدی سے تمام پولیس فورس کو راولپنڈی آنے کا کہو۔ ہمیں آج رات ہر حال میں اس اسمگلنگ کور وکنا ہے" اسپتال سے باہر کی جانب بڑھتے ذوالنورین نےواجد کو آڈر دیا تھا۔

@@@@@@@@@
NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

"آخر سچائی کیا ہے؟ آخر مجھے کچھ یاد کیوں نہیں آ جاتا ہے؟ کیا کل رات جو ذوالنورین

کہہ رہے تھے وہ سچ تھا؟؟ یا جو بابا کہتے ہیں وہ سچ ہے؟؟" فارغ بیٹھی دوحہ کا دماغ مسلسل گزری رات کے واقع میں ڈوبا تھا۔

"ہوش تو مجھے کل رات تبھی آ گیا تھا جب ذوالنورین مجھے کمرے میں لائے تھے۔ پھر میں کیوں ان سے احتجاج نہیں سکی؟ آخر میں کیوں ان کی قربت میں پر سکون تھی؟ کیوں میرا دل اب بھی ان کی طرف کھینچتا ہے۔۔۔؟؟۔۔۔ اففف اتنا امت سوچو ڈی جے۔۔۔ ڈیڈی اپنی سگی بیٹی سے کیوں جھوٹ بولیں گے۔ یہ ضرور ذوالنورین کی چال

ہوگی اور کچھ نہیں۔ "اپنی دل کی آواز سے نظریں چراتے دوحہ خود کو ڈپٹ کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

اور ضبود کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ جہاں وہ سکون سے بیٹھا ویڈیو گیم کھیل رہا تھا۔

"ضبود بچہ بس کرو۔ چلو اب سکول کا کام کرتے ہیں۔" ضبود کے دھیان میں لگنے کی کوشش کرتے دوحہ نے اپنے ذہن میں چلتی الجھنوں سے جان چھڑانی چاہی تھی۔

"جی پارٹنر!" دوحہ کی بات جھٹ سے مانتے ضبود کتابیں اٹھالایا تھا۔

ضبود کی فرما برداری پر دوحہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ اس لیے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے پڑھانے لگی تھی کہ اچانک اس کے موبائل پر میسج ٹیون بجی تھی۔

ان نون نمبر سے میسج دیکھتے دوحہ نے انگور کرنا چاہا تھا۔ لیکن اس پر لکھی کیپشن پڑھ کر وہ رک گئی تھی۔

"اگر اپنے ماضی کی حقیقت جاننا چاہتی ہو۔ تو کل رات اس ایڈریس پر پہنچ جانا"

"میرے تو کوئی ماضی نہیں ہے۔ تو پھر آپ کس کی بات کر رہے ہیں۔ شاید لوگوں کو بے وقوف بنانا کا ایک نیا طریقہ ڈھونڈا ہے آپ نے۔۔۔ لیکن شاید آپ جانتے نہیں کہ میں کون ہو۔ اگر جانتے تو بے ہودہ مذاق نہیں کرتے" دوحہ نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ میسج ٹائپ کیا تھا۔ اس نے جاننا چاہا تھا کہ آخر یہ کون تھا جو سب جانتا ہے۔

"ہا ہا ہا اگر تمہارا ماضی نہ ہوتا تو تم کبھی مجھے رپلائی نہ کرتی، اور جہاں تک بات ہے کہ میں کون ہوں تو بس اتنا جان لو کہ میں تمہاری خیر خواہ ہوں۔ باقی باتیں تمہیں رات کو پتہ چل جائیں گی مس دوحہ ذوالنورین ضرار آغا عرف ڈی جے" زمل نے قہقہہ لگاتے میسج ٹائپ کیا تھا۔

جس پر دوحہ دھک سے رہ گئی تھی۔ دل کہہ رہا تھا کہ دوحہ ایک دفعہ چلی جاو کیا پتہ تمہاری زندگی کی گھنٹی سلجھ جائے جبکہ دماغ کہہ رہا تھا کہ مت جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی جھوٹ بول رہا ہو۔ لیکن پھر دل پر یقین کرتے اس نے میسج ٹائپ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ضرور آؤں گی۔ لیکن میں کیسے یقین کروں کہ تم مجھے سچ بتاؤ گی؟" دوحہ کے میسج پر دوسری جانب زمل کے چہرے پر شیطانی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

اس نے وحید کے موبائل سے لی گئی ایک وڈیو سینڈ تھی جو اس رات کی پارٹی کی سی سی ٹی وی فوٹیج جی جب دوحہ گانا گارہی تھی۔ جس کو دیکھ کر دوحہ سن ہی ہو گی تھی۔

"کہ آخر کون ہے جو مجھے تب سے جانتا ہے؟"

"السلام علیکم لالی!" دوحہ جو اپنی ہی سوچوں میں گم تھی، عنایہ کی آواز پر ہوش میں

آتے اس نے تیزی سے موبائل بند کرتے، چہرہ پر مسکراہٹ کو لایا تھا

"وعلیکم السلام ارے عنایہ وٹ آپلیزنٹ سرپرائز تم کب آئی؟" عنایہ کے گلے لگتے

دوحہ نے پوچھا تھا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بس ابھی ابھی لالی عاقب چھوڑ کر گیا ہے۔ صالح بھی آج ادھر ہی آئیں گے۔ کیونکہ

ذوالنورین لالا کا میسج آیا تھا کہ آج رات وہ کسی کام کی وجہ سے گھر نہیں آسکتے۔ اس لیے

ہم آپ کے پاس رک جائیں"

"اوہ چلو اچھی بات ہے آؤ بیٹھو۔ میں تمہارے کھانے کے لیے کچھ لاتی ہوں" دوحہ نے

عنایہ کو وضو دے پاس بیٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ جو عنایہ کو دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔

"نہیں رہنے دیں لالی ابھی میرا موڈ نہیں ہے۔ صالح آئیں گے تب ہی کروں گی۔ آپ

یہاں آکر بیٹھیں "دوحہ کو اپنے پاس بیٹھاتے عنایہ محبت سے بولی تھی۔

جس پر دوحہ بھی مسکرا کر پاس بیٹھ گئی تھی۔ پر ذہن میں ابھی ابھی اس کے کچھ دیر پہلے والا میسج گھوم رہا تھا۔

@ @ @ @ @ @ @

"التمش سب کچھ تیار ہے نا؟ اور کہی کوئی گڑبڑ تو نہیں" سرد اور تاریک اندھیری رات میں اس پرانے ٹوٹے گھر کے سامنے کھڑے التمش کے پاس آتے تیمور آغانے پوچھا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جس کے پیچھے پیچھے وحید خان بھی وہی آگیا تھا۔

"جی سر سب کچھ تیار ہے۔ بس آپ کے آرڈرز کا انتظار ہے۔ ویسے کیا آپ ہمارے ساتھ جائیں گے یا پھر دوسری راستے سے آئیں گے؟؟" التمش نے سر ہلاتے پوچھا تھا۔

"نہیں میں اور وحید اس دفعہ تمہارے ساتھ آئیں گے۔ پشاور پہنچ کر بارڈر کراس کرتے وقت وحید ہمیں مدد دے گا۔ اسی لیے ہم ساتھ ہی ہونگے" تیمور آغانے یہ کہتے ہی وہاں موجود دونوں گاڑیوں کو چیک کیا تھا۔ جن میں بچوں کو نشہ آور ادویات دے

کر بے ہوش لیٹایا گیا تھا۔

سب کچھ چیک کرنے کے بعد تیمور آغا کے آڈر پر ان لوگوں نے چلنا شروع کیا تھا۔
سب سے آگے تیمور آغا اور وحید کی گاڑی تھی۔ اس کے بعد دو بچوں والی گاڑیاں اور پھر
آخر پر اسلحہ پکڑے بیٹھے آدمیوں سے پر گاڑیاں تھیں۔ جو زیرے زمین بنی اس سرنگ
سے ایک قطار میں گزر رہی تھی۔

جیسے جیسے رات کی تاریکی بڑھتی جا رہی تھی ویسے ویسے وہ لوگ آگے بڑھتے جا رہے
تھے۔ سرنگ میں ٹائروں کے چلنے کی آوازوں کے سوا کسی چیز کی بھی آواز سنائی نہیں
دے رہی تھی۔ تیمور آغا خاموشی سے بس راستہ گزرنے کے انتظار میں تھے۔ جبکہ
وحید جوزمل سے مسلسل کنٹیکٹ میں تھا۔ وہ بس یہ سوچ رہا تھا کہ پشاور پہنچ کر اس نے
تیمور آغا کو کیسے ڈوج دینا ہے

انہیں سفر کرتے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ تقریباً آدھا راستہ بھی گزر چکا تھا۔ جب اچانک
سرنگ کی زمین یوں ہلی جیسی زلزلہ آگیا ہو۔ سب گاڑیاں فوراً سے رک گئی تھیں۔ جبکہ
تیمور آغا جس کی چھٹی حس دشمن کے آنے کی اطلاع دے رہی تھی غصہ سے دھاڑا تھا۔

"تیزی سے گاڑیاں آگے بڑھاؤ کسی نے یہاں رکنا نہیں ہے" لیکن شاید دیر ہو چکی

تھی۔ ملک کے محافظ پہنچ چکے تھے۔ اسی لیے گولیاں چلنے کی آواز آئی تھی جو سیدھا بچوں والی گاڑی کے ٹائر میں پیوست ہو گئی تھی۔ تاکہ وہ آگے نابڑھائی جائیں۔

@@@

عنایہ اور صالح کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد ضبود کے سونے کا یقین کرتے دوہ اپنے ماضی تلاش میں بے چین رات کے دس بجے بغیر کچھ سوچے سمجھے گھر سے نکل آئی تھی۔ یہ راولپنڈی سے اسلام آباد کے راستے میں کوئی عجیب سی پرانی بند حویلی نما جگہ تھی۔ جس میں دوہ کو بلایا گیا تھا۔ وہاں پر قدم رکھتے ہی دوہ کو گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ کیونکہ سنسان پڑی اس جگہ پر اندھیرے میں اُلو کے بولنے کی آواز کے سوا کوئی اور آواز نہیں تھی۔

"کوئی ہے یہاں؟؟" دوہ نے لرزتی آواز میں پوچھا تھا۔

دل میں طرح طرح کے وہم بھی جنم لے رہے تھے کہ وہ یہاں آ تو گئی ہے لیکن اگر یہ سب کسی کا مذاق ہوا تو۔۔۔ یا اگر یہاں آ کر اس نے غلطی تو نہیں کر دی۔ غیرہ وغیرہ۔۔۔

"ہاہا" زل جوا پر ایک کمرے میں بیٹھی تھی دوحہ کی پریشان صورت پر قہقہہ لگاتے لطف اندوز ہوئی تھی۔

پھر دھیرے سے بڑائی تھی۔

"بے وقوف عورت آخر تم میرے کھیل میں پھنسی اڑتی ہوئی یہاں پہنچ ہی گئی۔ آئی تو اپنے پاؤں پر ہو، پر زندہ یہاں سے نہیں جا پاؤ گی۔ تمہیں مرا ہوا دیکھ کر اس ذوالنورین کے چہرے پر جیسی تکلیف ابھرے گئی وہی میرے زخموں کو بھرے گی۔" زل یہ کہتے ہی اپنے پیچھے کھڑے آدمیوں کو نیچے آنے کا کہتے نیچے کی طرف بڑھی تھی۔

وقت آخر کیا چال چلنے والا تھا؟ کیا دوحہ اور ذوالنورین دونوں مرنے والے تھے یا کہانی کا ایک نیا باب شروع ہونے والا تھا۔ یہ تو وقت نے تہہ کرنا تھا۔

ہائی وے کے جتنی چوڑی لمبی اس غار میں اس وقت گولیوں کی آوازیں گونج رہی تھی۔ پولیس اور تیمور آغا کے آدمیوں کے درمیان سنگین لڑائی چل رہی تھی۔ کچھ پولیس کے افسران زخمی ہوئے تھے اور کچھ ڈیول کے زخمی ہوئے تھے لیکن ابھی تک ہر کسی نے نہیں مانی تھی۔

"انکل میرے خیال سے ہمیں نکلنا چاہیے" اپنی کار کی اڑ میں چھپے بیٹھے تیمور آغا (جو اچانک ہونے والے حملے سے گڑ بڑا گیا تھا۔ اور کسی بھی طرح آگے والی بچوں کی گاڑی کو نکالنے کے چکر میں تھا) کے بازو ہلاتے ہوئے وحید نے کہا تھا۔

"ڈرپوک انسان بکواس بند کرو۔ پہلے مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ انہیں یہاں کی خبر کس نے کی ہیں۔ اوپر سے تم بھی بولنا شروع ہو گئے ہو۔ پر میں بتا رہا ہوں میں کم از کم ایک گاڑی کو تو یہاں سے نکال کر رہوں گا۔" تیمور آغا غصہ سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے تھے۔

"انکل پاگل مت بنیں ابھی ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم آگے سے جان بچا کر بھگ جائیں کیونکہ پولیس پیچھے مگن ہے۔ لیکن اگر آپ بچوں کا لالچ کرتے یہی کھڑے رہے گئے تو سوچ لیے ایسا نہ ہو کہ اس بار تو سب کچھ ہاتھ ہی جائے ہی جائے پر ساتھ میں اس گاڑی کو جس کا ایک ٹائر بھی پنچر کے، اسے نکالنے میں جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے جو اگر ہوگی تو ہم اگلی دفعہ کچھ ناپکھ کر ہی لیں گے۔" وحید کی بات نے تیمور آغا کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تمہاری بات میں دم تو ہے وحید۔۔۔ لیکن میں سچ کہہ رہا ہوں ایک دفعہ وہ شخص ہاتھ

لگ جائے جس نے مخبری کی ہے اس کی گردن پھر میں اپنے ہاتھ سے دباؤ گا " تیمور آغا تیش کے عالم میں بولا تھا۔ پھر چپکے سے اپنی گاڑی وہاں سے نکالتے وہ دنوں بھاگے تھے۔

انہیں سفر کرتے ابھی صرف بیس منٹ کا راستہ ہی گزرا ہو گا کہ سامنے سے آتی گاڑی کی روشنی کے باعث تیمور آغا کو یک دم بریک پر پاؤں رکھنا پڑا تھا۔

ان کے سامنے جیپ کھڑی کرتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ذوالنورین جمپ لگا کر نیچے اتر اٹھا اور طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔

"مائی ڈیر سسر جی کہاں بھاگے جا رہے ہیں۔ اپنے اس گیدڑ ساتھی کے ساتھ؟؟؟"

ذوالنورین کی آواز پر تیمور آغا کی آنکھیں پٹ سے کھلیں تھیں۔

"دو ٹکے کے آدمی، زبان سنبھال کر بات کرو اور یہ بتاؤ تمہیں یہ خبر دی کس نے ہے"

تیمور صاحب گاڑی سے باہر نکلتے چنچے تھے۔

"چچ سسر صاحب اس عمر میں اتنا چیخنا آپ کی صحت کے لیے اچھا نہیں ہے۔ ویسے چیک کر لیں کہیں غصہ کے باعث آپ کا پی پی تو نہیں بڑھ گیا۔۔۔" ذوالنورین نے

تیمور آغا کو سلگا کر کہا تھا۔

ان کی باتوں میں وحید ڈر کی وجہ سے باہر نہیں نکلاتھا۔ بلکہ وہاں سے فرار ہونے کا موقع تلاش کرنے لگا تھا۔

"تیری تو۔۔۔" تیمور آغا ذوالنورین کی جانب غصہ سے بڑھے تھے۔

وہ دونوں لڑائی میں گتھم گتھتی ہو گئے تھے۔ کبھی تیمور صاحب لڑتے لڑتے بھاری پڑ رہا تھا۔ تو کبھی ذوالنورین، جس کے چہرے پر ہلکی پھلکی خراشیں آئیں تھیں۔ جب کہ تیمور آغا کے کان سے خون نکلنے لگا تھا۔

ان دونوں کو الجھتے دیکھ وحید خان نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھائی تھی پر ذوالنورین جس کا آدھا دھیان اسی کی طرف تھا۔ اس نے تیمور آغا کو خود سے پیچھے دھکیلتے تیزی سے گن نکال کر وحید کی گاڑی کے ٹائر پر فائر کیا تھا۔ جو تیز رفتار میں ہونے کی وجہ سے دیواروں سے ٹکرائی تھی۔ ایسے میں وحید کا سراسٹرینگ سے لگ کر اس میں سے خون بہنے لگا تھا۔

"ذوالنورین!!" تیمور آغا جو اپنے گھومتے سر کو اتنی دیر میں جھٹ کر اپنے حواس قائم

کرتے، اپنی ٹانگ کے ساتھ لگی گن نکال چکے تھے۔ وہ ذوالنورین پر فائر کرتے چہینے تھے۔

پر ذوالنورین کے تیزی سے پیچھے ہٹنے پر فائر ضائع ہو گیا تھا۔ ذوالنورین نے بدلہ میں ایک فائر کیا تھا جو ان کی ٹانگ پر جا کر لگا تھا اور وہ تکلیف کے باعث کراہ کر وہی گر گیا تھا۔

ذوالنورین نے ان کی گن کو تحویل میں لینے کے بعد، فوراً اسے وحید کو کھینچ کر گاڑی سے نکالا تھا۔ جو سر اسٹیرنگ پر لگنے کی وجہ سے چند لمحے چکر کر رہ گیا تھا۔ ذوالنورین نے اسے اپنی جیب کے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھایا تھا۔ اور موبائل پر ریکارڈنگ اون کرتے وہ خود بندوق ان پر تانے گاڑی کی بونٹ پر چڑھ کر بیٹھا تھا۔

"چلو شاہاش جلدی سے شروع ہو جاؤ اور باری باری اپنے جرموں کا اعتراف کرنا شروع کرو" ذوالنورین سخت لہجے میں انہیں حکم دیا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ایس پی۔ یہ بڑھا تیمور مجھے زبردستی اپنے ساتھ لایا ہے۔ میں ایک سچا اور محب وطن سیاست دان ہوں تم مجھے یہاں سے جانے دو۔ ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔" وحید اپنے سر کو دبانے کے ساتھ غصہ سے چیخا تھا۔

"(گالی) وحید خان تو خود اپنے مطلب کے لیے میرے ساتھ یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اگر میں کھلم کھلم اس ملک کے خلاف بغاوت کرتا ہوں تو تو چھپ کر سیاست کی آڑ میں بغاوت کرتا ہے۔ اس لیے سالے مجھ پر الزام مت دے۔" تیمور آغا اپنی ٹانگ کی تکلیف کو بھلائے وحید پر دھاڑے تھے۔

"اپنے گناہ میرے حصے میں مت ڈالو تیمور آغا عرف ڈیول تم تو کئی سالوں سے بچوں کو بیچتے آئے ہو اور میرے ساتھ ہاتھ بھی تم نے اپنے مقصد کے تحت ملا یا تھا۔"

"اپنی بات مت کرو وحید خان تمہیں صرف دوحہ چاہیے تھی۔ اس لیے تم میرے پاس آئے تھے۔۔۔۔"

"ٹھاہ!!!" وحید خان اور تیمور آغا جو ایک دوسرے سے لڑنے میں مصروف تھے۔

اپنے اتنے قریب زمین پر گولی لگنے کی آواز پر چیخ کر ہوش میں آئے تھے۔

"ابھی میں نے تم لوگوں کو ان گناہوں کا اعتراف کرنے کا کہا ہے جو میرے ملک کے خلاف کیے ہیں اس لیے باقی باتیں بعد کے لیے رکھو۔" ذوالنورین نے اپنی خطرناک ان دونوں پر گھاڑ کر کہا تھا۔

آج شاید وہ کسی قسم کا رحم کھانے کا موڈ نہیں رکھتا تھا۔

"دیکھو میں کہہ رہا ہوں سارا قصور تیمور آغا۔۔۔" وحید خان ایک بار پھر سے اپنی رٹ لگانے لگا تھا کہ ذوالنورین نے غصہ سے گولی چلائی تھی۔

جو اس کے کان کو دو حصوں میں کرتی نکلی تھی۔

"آااا۔۔۔ میرا کان" وحید خان درد سے چلا اٹھا تھا۔ اس کو تڑپتے دیکھ تیمور آغا کے رونگٹے بھی کچھ لمحوں کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن ذوالنورین جو گاڑی پر بے حسی لیے بیٹھا تھا۔

"وحید خان تم وہ بیوقوف آدمی ہو جس نے خود اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ تم نے کیا سمجھا تھا کہ کچھ دن پہلے جو تم نے مجھے تیمور آغا کے خلاف کسی کے ہاتھ ثبوت بھیجوائے تھے۔ میں انہیں یونہی جادوئی مدد سمجھ کر رکھ لوں گا۔ یہ جاننے کی کوشش نہیں کروں گا کہ اس کے پیچھے کون ہے۔۔۔ خیر مزید بتاتا چلو کہ اس دن سے چند روز بعد ہی مجھے تمہارا پتہ چلا گیا تھا اور تمہارا سارا کچا چٹھا میرے پاس ہے کہ کیسے تم زل ملک جیسی عورتوں کو ہتھیار بنا کر اپنی سیاست کو چمکاتے ہو۔ اور اندر ہی اندر تم میرے ملک کو کیسے کھوکھلا کرنے پر تلے ہو۔۔۔۔۔ اس لیے اب تم دونوں اپنا اپنا جرم قبول کرو

ورنہ۔۔۔۔۔"ذوالنورین کے اس ورنہ میں موجود دھمکی پر وحید فر فر بولنے لگا تھا۔

"یہ سچ ہے کہ میں عورتوں کو ہتھیار بنا کر سیاست کے ہر آدمی کو اپنے راستے سے ہٹاتا ہوں اور ڈیول ہی نہیں بلکہ دوسرے جرائم جیسے نشہ آور ادویات بیچنے والوں کو جرم پھیلانے میں بھی میں مدد دیتا ہوں۔ کیونکہ میں پاکستان کو تباہ و برباد دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس ملک نے مجھ سے میرے ماں باپ چھینے ہیں۔ ٹھیک ہے مانتا ہوں کہ میرا باپ غلط تھا لیکن میری ماں جو بے قصور تھی ان کی عزت کو اس ملک کی سو کو لڈاری نے نیلام کیا تھا اور انہیں زندہ جلایا تھا۔ مجھے اپنا گھر چھوڑ کر در بدر بھٹکنے پر مجبور کیا تھا۔ اس لیے میں نے یہ سب کیا اور اگر مجھے پھر موقع ملے تو میں دوبار اسے اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کروں گا۔" وحید خان نے اپنا جرم قبول کرتے آخر میں نفرت میں لپٹا جملہ کہا تھا۔

"وحید خان جو سچے محافظ ہوتے ہیں وہ کبھی لوٹے نہیں ہے۔ اس لیے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری ماں اور تمہارا مجرم میرے ملک کے محافظ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔

"ذوالنورین یہ کہتے ہی بونٹ سے نیچے اتر اٹھا۔

اور قدم قدم چلتے تیموراغا کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ پھر اس کی دائیں ٹانگ پر نشانہ

باندھتے بولا تھا۔

"تیمور آغا تم اپنا جرم قبول کرو گے یا پھر اپنی دوسری ٹانگ کو۔۔۔"

"ضض۔۔۔ ضرار بیٹا میں تمہارا چاچو ہوں۔ تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو۔۔۔"

پلیز مجھے یہاں سے جانے دو۔۔۔ وعدہ کرتا ہوں بدلہ میں تمہاری اور دوحہ کے درمیان

کی تمام غلط فہمیاں دور کر دو گا۔ اور تم دونوں کی زندگی سے دور چلا جاؤں گا "تیمور آغا

نے اکثر چھوڑتے فوراً سے معصوم منہ بنایا تھا۔

"ہا ہا ہا تیمور آغا ایکٹنگ میں تو تمہیں اسکو رابو اور ڈینا چاہیے۔ پر خیر ابھی تو میں تمہیں اس

پر تکلیف کی سوغات ہی دے سکتا ہوں۔" یہ کہتے ہی تیمور نے دوسری ٹانگ پر بھی

نشانہ باندھا تھا۔

پھر تیمور آغا کے پاس جھکتے وہ اپنی سرخ آنکھیں اس پر گھاڑ پر بولا تھا۔

"خود کو میرا چاچو مت کہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ میرے ماں باپ کو بے رحمی سے

قتل نہ کرتے جن بچاروں کا صرف یہ جرم تھا کہ وہ آپ کی حقیقت جانے گئے

تھے۔۔۔۔" ذوالنورین یہ کہتے ہی چند پل خاموش رہنے کے بعد وہاں سے اٹھتے

ہوئے بولا تھا۔

"آپ کے پاس صرف پانچ منٹ ہیں۔ اپنا اعتراف جرم کرنے کے لیے اس لیے جلدی سے شروع ہو جائے ورنہ پھر میری بندوق شروع ہو گئی تو آپ تڑپ تڑپ کر موت کی بھیک مانگے گیس لیکن وہ آئے گی نہیں۔۔" ذوالنورین اپنی جگہ پر واپس بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں تیمور آغا جو ایک میڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ آج سے 25 سال پہلے ایک رات جب میری محبوب بیوی اسپتال کے بیڈ پر تکلیف سے مر رہی تھی اور اس کے اوپریشن کے لیے پیسے نہیں تھے۔ تب اپنے دوست طفیل خان (وحید خان کا باپ) کے کہنے پر میں نے اس جرم کی دنیا میں قدم رکھا تھا۔

اور شہر کے ڈان کے پاس جا پہنچا تھا۔ جس نے مجھے چند بچے اغوا کر کے لانے کا کہا تھا اور بدلے میں اس نے میری بیوی کی فوراً سے فیس بھرنے کے ساتھ باقی پیسے بچوں کو لانے کے بعد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے جس نے کبھی اتنے پیسے دیکھے نہ تھے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔ پھر اس رات میں نے پہلی بار ایک شہر سے چند بچے اغوا کیے تھے۔ جن میں تین بچے اور ایک بچی شامل تھی۔

پراسی رات میری بیوی نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا جو شاید یہ خدا کی طرف سے مجھے اشارہ تھا کہ پیچھے ہٹ جاؤ لیکن اپنی بیوی کے آنسوؤں پر پگھل کر میں نے پیچھے ہٹنے کی بجائے اس ڈان سے ایک بچی لے کر کسی کے بھی علم میں لائے بغیر اپنے مردہ بچے سے تبدیل کر دی تھی۔ بدلہ میں ڈان سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمام عمر اس کے لیے کام کروں گا۔

یوں میرے اس سفر کا آغاز ہوا تھا لیکن پھر جوں جوں پیسہ آتا گیا اس کا لالچ بھی بڑھتا گیا۔ ساتھ میں اندر ہی اندر طاقت حاصل کرنے کا جنون سوار ہو گیا۔ میں نے خود کو دنیا کی نظر صاف رکھنے کے لیے، اپنے اوپر بزنس کا مکھوٹا اوڑھ لیا تھا۔ پھر جو میرے راستے میں آیا میں سب کو ختم کرتا گیا تھا۔

پہلا قتل میں نے اور میرے دوست نے مل کر اس ڈان کا کہا تھا۔ کیونکہ ہم خود اختیار چاہتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس ڈان کے بعد طفیل خان کو زیادہ ووٹ دے کر پوری ٹولی نے اپنا ڈان چن لیا تھا۔ جس کا ہاتھ آگے انڈر والڈ تک پہنچنے لگا تھا۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوا تو میں نے اسے بھی قتل کر دیا تھا۔

اور اس کی بیٹے اور بیوی کی زندگی بھی میں نے ہی برباد کی تھی پر پاکستان کا نام لگا کر اس

کے بیٹے سے جھوٹ بولا تھا (تیمور آغا کی اس بات پر وحید خان جو اپنی تکلیف کو ضبط کرتے وہاں سے پھر سے بھاگنے کی تگ و دو میں تھا دھک سے رہ گیا تھا اور پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا)

وقت رکا نہیں تھا پھر میرے بھائی بھابھی کو بھی ایک رات اس کا علم ہو گیا تھا۔ ان دونوں میرے بھائی پولیس کی نوکری کرتے تھے۔ اور وہ میرے خلاف لڑنے کے لیے نکلے تھے لیکن میں نے انہیں ایک دن راستے میں قتل کروادیا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ میں نے انڈر والڈ میں ڈیول کے نام سے ایک مقام بنالیا تھا۔ میں ہر سال پاکستان سے ہزاروں بچے باہر اسمگل کرتا تھا لیکن کانوں کانوں کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ پر بیس سال بعد مجھے میرے بھتیجے میں میرا بھائی نظر آیا تھا جو مجھ سے بغاوت کرنے لگا تھا اس لیے بہت خاموشی سے میں نے اس کی کمزوری پر وار کرتے اسے بھی اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا۔۔۔ "تیمور آغا یہ کہتے ہی خاموش ہوا تھا۔ جیسے سالوں کی مسافت طے کر کے آیا ہو۔

ذوالنورین اور وحید جو دونوں اس کے زہر کے ڈسے ہوئے تھے وہ خاموش بیٹھے تھے۔ پہلے وحید ہوش میں آتے اس کی جانب لپکا تھا۔

"(گالی)۔۔ تو نے میری ماں کی عزت کو بے آبرو کیا تھا۔۔ میں تجھے چھوڑوگا نہیں۔۔" تیمور آغا کو اپنے گھونسوں اور مکوں پر رکھتے وحید خان اس وقت جنونی ہو رہا تھا۔ جبکہ ضرار وہ تو بے تاثر نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

جب تیمور آغا کی حالت مزید بری ہوئی تو ذوالنورین نے وحید خان کے ہاتھوں پر ہتھ کڑی لگا کر اسے پیچھے کرتے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"بس بہت ہوا اس سے مزید تم بدلہ لینے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ تم خود بھی بہت سی معصوم لڑکیوں کی عصمت کو چاک چاک کر چکے ہو" یہ کہتے ہی ذوالنورین تیمور آغا کی جانب آیا تھا اور اس کے ہاتھوں پر ہتھ کڑی لگانے سے پہلے بولا تھا۔

"مجھے بس آپ سے آخری بات پوچھنی ہے کہ کیا سچ میں دوحہ آپ کی بیٹی ہے یا وہ لڑکی ہے جو آپ کو ڈیول نے دی تھی۔ کیونکہ مجھے یاد ہے بچپن میں آپکی ایک بیٹی کی موت بھی ہوئی تھی" ذوالنورین کے سوال پر تیمور آغا نے اپنی سو جھبی ہوئی آنکھیں بمشکل کھولتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں دوحہ میری بیٹی نہیں ہے۔ وہ وہی چرائی گئی بچی ہے۔ جس کے آنے کے دو سال بعد مجھے اور میری بیوی کو رب نے پھر سے ایک بیٹی دی تھی لیکن وہ بچپن میں ہی چل

گزری تھی۔ "تیمور آغا کی بات پر ذوالنورین نے غصے سے لب بھینچے تھے۔ پھر ان کو کالر سے پکڑتے ہوئے دھارا تھا۔

"تو پھر آپ نے کس حق سے مجھے وہ طلاق ناما بھیجوا تھا۔ آپ کو شرم نہیں آئی تھی یہ سب کرتے ہوئے اگر تین ماہ پہلے میرے نکاح میں ہوتے ہونے کے باوجود دوحہ میری بجائی کسی اور کے نکاح میں چلی جاتی تو جانتے ہیں کتنا گناہ ہونا تھا آپ کو۔۔۔۔۔ آہ نہیں آپ تو قتل جیسے گناہ کرتے نہیں پچھتائے تو پھر اس گناہ پر کیسے پچھتاتے۔۔۔۔۔ دل کرتا ہے کہ آپ کا کیس میں عدالت تک پہنچنے ہی نہ دو بلکہ اپنے ہاتھوں سے آپ کا قصہ ختم کرو۔۔۔۔۔" ذوالنورین نے اپنی سرخی مائل نم آنکھوں کو سختی سے صاف کرتے تیمور آغا کے ماتھے پر بندوق تانتے ہوئے کہا تھا۔

"ننن۔۔۔۔۔ نہیں ذوالنورین ت۔۔۔۔۔ تم مجھے مار نہیں سکتے۔۔۔۔۔ تمہیں تمہارے بیٹے کا واسطہ ہے۔ جس کو میں نے ہی تم تک پہنچایا تھا" تیمور آغا کی بات پر ذوالنورین کو اپنے ارد گرد ہر چیز ساکن ہوتے محسوس ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے تیمور آغا کو چھوڑتے پیچھے ہوا تھا۔

لیکن پھر اس کے زخموں سے چور جسم کو پکڑ کر دھارا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہاری بات کا تیمور آغا؟؟؟" ذوالنورین کے اس اچانک ابھر کر آنے والے وحشی روپ سے تیمور آغا تو کیا وحید بھی چندیل کانپ کر رہ گیا تھا۔

"ض۔۔۔۔۔ ضبود تمہارا بیٹا ہے ذوالنورین۔۔۔ تمہارا اور دوحہ کا بیٹا۔۔۔ جس وقت وہ دوحہ کے پیٹ میں تھا تب وہ کومہ میں تھی اور جس دن ضبود دنیا میں آیا تھا۔ اس وقت دوحہ کومہ سے باہر آئی تھی۔ چندیل ہوش میں رہنے کے بعد وہ دوبار ایک ماہ بے ہوش رہی تھی۔ پر جب ہوش میں آئی تھی تو اسے ضبود کا کچھ علم نہیں تھا۔ پر میں تمہارا بیٹا تم تک پہنچا دیا تھا ضرار" تیمور آغا کی بات پر ذوالنورین کے ہاتھ ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ بے یقینی کے عالم میں انہیں کتنی دیر دیکھی گیا تھا۔ وہ ایسے تھا۔ جیسے اس کی دنیا دومانٹ کے لیے روک دی گئی ہو۔

"جانتے ہیں اپنی تمام تکلیفوں کے بدلہ مجھے میرا بیٹا لوٹانے پر ایک ایک پل تمہیں معاف بھی کر دوں تو دوسرے پل میرے ملک کی ان روتی ماؤں کے چہرے میرے سامنے آتے ہیں۔ جن کی گود تم نے اجاڑی تھی۔ اس لیے اب آپ کے لیے کوئی راہ فرار نہیں ہے" ذوالنورین گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ رکھے خود کو کئی حد تک کمپوز کرنے

کے بعد تیمور آغا کی جانب مڑا تھا۔

جنہوں نے ذوالنورین کی پاس گری پٹل اٹھاتے تیزی سے اسی پر حملہ کیا تھا۔ اور ایک گولی چلائی تھی جو ذوالنورین کو آکر لگی تھی۔

@@@@@@@@@@

"زلزل تم؟ یہاں؟" دوحہ نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑی زل کو دیکھا تھا۔

"ہاں میں" ..

"تم نے مجھے جھوٹ بول کر یہاں کیوں بلایا ہے"

"تم سے کس نے کہا کہ میں نے جھوٹ بول کر بلایا ہے۔"

"تم میرے ماضی کو کیسے جانتی ہو"

"گڈ کونسیسپن، یہ پہلا سوال ہے جو تم نے ٹھیک کیا ہے"

"مجھے باتوں میں مت الجھاؤ۔ جو بتانا ہے وہ بتاؤ کیونکہ میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے

"

"ہا ہا حکم تو ایسے دے رہی ہو۔ جیسے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ بھولومت میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے اور جب میری مرضی ہوگی تب بتاؤں گی" زمل نے کرسی پر بیٹھتے اسے چڑایا تھا۔

"مجھے پتہ ہے تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ بس فضول میں ڈراما کر رہی ہو۔ اور ہاں مجھے اب تم سے جاننے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے میں واپس جا رہی ہوں۔" زمل کے پیچھے کھڑے تین آدمیوں کو دیکھ کر دوحہ کو گھبراہٹ ہوئی تھی اس لیے واپسی کی جانب مڑی تھی۔

"نانا دوحہ ڈار لنگ تم یہاں انی اپنی مرضی سے تھی اور جاؤ گی میری مرضی سے" زمل نے اپنے آدمیوں کو دوحہ کو پکڑنے کا اشارہ کرتے کہا تھا۔

"چھوڑو مجھے زمل تم اچھا نہیں کر رہی۔ اگر ضرار کو پتہ چلا تو اس دفعہ تمہیں چھوڑے گے نہیں" بے ساختہ ہی دوحہ کے منہ نکلے الفاظ زمل کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئے تھے۔

"چپ کر (گالی) تمہارے اس سو کو لڈ شوہر کو جب تک اس بات کا علم ہوگا کہ تم کہاں ہو تب تک میں اپنے شوہر کے ساتھ یہاں غائب ہو چکی ہوں گی" دوحہ کے چہرے پر زور

سے تھپڑ مارتے زل غرائی تھی۔

"تمہاری وجہ سے جتنا میں نے سفر کیا ہے پہلے اس کا حساب بے باک کر لوں پھر باقیوں کا دیکھو گی" زل نے دوحہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا تھا۔

پھر اسے زمین پر پھینکنے کے بعد پہ در پہ اس کے چہرے پر تھپڑ مارتے وہ جنونی ہو رہی تھی۔

"تم دو ٹکے کی سنگر تمہاری محبت میں پاگل اس ذوالنورین نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔ مجھے کہی کا نہ چھوڑا۔۔۔ کتنی محبت کرتی تھی میں ذوالنورین سے۔۔ اتنی گڑ گڑائیں میں اس کے سامنے کے مجھ سے شادی کر لو۔۔ یہاں تک کہ جیسے تمہاری تصویریں ایڈٹ کی تھی ویسے اس کی بھی ایڈٹ کر کے بلیک میل کیا تھا۔ لیکن وہ پاگل انسان نجانے کس مٹی کا بنا تھا کہ تمہیں مجھے سے بچا گیا اور تو اور میری دھمکی کو خاطر میں نہ لاتے وہ دوبار اسے تجھ سے نکاح کے بندھن میں بندھ گیا۔" زل کی باتوں پر ورطہ حیرت میں گم دوحہ زل کے مکوں اور گھونسوں سے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پیر بھی نہیں مار پارہی تھی۔

"زل تم یہ کیا کہہ رہی ہو۔" زل کو بڑی مشکل سے خود سے پیچھے ہٹائے دوحہ نے

بہتی آنکھوں سے پوچھا تھا۔

"دوحہ تم مجھ سے ہر چیز میں بہتر تھی لیکن افسوس کہ تم اپنے اس دیوانہ پر یقین نہیں رکھتی جس نے تمہاری خاطر مجھے ٹھکرایا ہے۔" زمل غصہ سے چیخی تھی۔

ابھی تو حقیقت کا پورا خلاصہ بھی نہیں ہوا تھا کہ دوحہ سن ہونے لگی تھی۔

"ویسے ہر بار تمہارا دیوانہ تمہیں بچانے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن افسوس سچچ اس بار وہ تمہیں بچا نہیں پائے گا۔۔۔ ویسے تم ڈائین ہو ڈائین جو ہر مرد کے دل پر قبضہ جمالیتی ہوں۔۔۔ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد کے دل میں بھی تم تھی اور اب دوسرا مرد وحید خان وہ بھی پیچھلے چھ سالوں سے تمہیں دل میں بسائے بیٹھا ہے۔"

لیکن بس اب بہت ہوا آج میں تمہیں جان سے مار دوں گی کیونکہ اگر تم زندہ بچ گئی تو وہ وحید خان پھر سے تمہاری باپ کے ساتھ مل کر پہلے کی طرح طلاق کروادے گا۔"

زمل نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے کہا تھا۔

اور دوحہ کو اپنے آدمیوں سے لوہے کی سلاخ پکڑے وہ تیزی سے دوحہ کی جانب بڑھی تھی۔ لوہے کی وہ سلاخ اس نے دوحہ کے کمر میں اس قدر زور سے مارا تھا کہ سن بیٹھی

دوہ چچ کر درد سے ق

کراہتی زمین پر گری تھی۔

وہ یہی بس نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس نے لوہے کا وہ راڈ دوہ کے پیٹ میں بھی مارا تھا۔

جن سے دوہ کو خون کی الٹی آئی تھی۔ جبکہ چہرہ درد کی شدت سے سرخ پڑ گیا تھا۔

زل نے اس سلاح کو دوہ کے سر پر مارنا چاہا تھا۔ جب اچانک اس حویلی میں تیز روشنی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی صالح کی آواز گونجی تھی

"زل ملک وہی رک جاؤ۔ ورنہ میرے پسٹل سے نکلی گولی تمہارے سر کو اڑا جائے گی

"صالح، سب انسپکٹر عارف اور فضل دین تینوں ایک ساتھ زل کے جانب بندوق

تانے کھڑے تھے۔

ان کو دیکھ کر زل کے چہرے کی ہوا بیاں اڑی تھی۔ ساتھ میں غصہ کی لہر بھی اس کے

اندراٹھی تھی اس لیے پاس کھڑے اپنے ادھی کے ہاتھ سے بندوق لیتے اس نے جلدی

سے دوہ پر چلائی تھی جو سیدھا اس کے سینے کے ایک جانب جا کر پیوست ہوئی تھی۔

"سالی میں تو تجھے معصوم سمجھتی تھی لیکن تم اپنے ساتھ ان سب کو لے کر آئی تھی۔

اس لیے اب مر پرے "زل کے اچانک گولی چلانے کی توقع کسی کو نہیں تھی۔ اسی لیے زل کے گولی چلاتے دوسری جانب عارف نے گولی چلائی تھی جو زل کی بازو میں پوسٹ ہوئی تھی۔

جبکہ صالح تیزی سے درد کی شدت سے بے ہوشی پڑی دوحہ کی جانب لپکا تھا۔
 "دوحہ بھا بھی! بھا بھی آنکھیں کھولیں۔۔۔" صالح نے دوحہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے کہا تھا۔

پراسے بے ہوش دیکھ کر وہ زمین پر کراہتی زل کی زخمی بازو کو زور سے جھکڑتے غرایا تھا۔
 Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

"تم عورت نہیں بلکہ عورت کے روپ میں ڈائن ہو ڈائن تم نے کیا سمجھا کہ ذوالنورین آج گھر پر نہیں ہے تو اس لیے تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔۔۔ نہیں زل ملک وہ یہاں نہ ہو کر بھی یہی تھا۔ جانتی ہوں انہوں نے دوحہ کے موبائل میں ایسا سسٹم فٹ کیا ہے کہ اگر یہ گھر سے زیادہ دور ہوتی ہیں تو آلارم کے طور پر خود بہ خود ذوالنورین اور اس کے بعد میرے موبائل پر میسج بھیج دیتا ہے۔ اسی ٹریکنگ سسٹم کی وجہ سے میں آج یہاں ہوں۔ اس لیے اب تیار رہو۔ ذوالنورین کے قہر سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔" صالح نے

کہتے ہی زل کو عارف کے حوالے کیا تھا۔

فضل ڈین اور عارف زل اور اس کے ساتھ کے گنڈوں کو لے کر پولیس اسٹیشن کی جانب بڑھے تھے۔ جبکہ صالح دوحہ کو لے کر تیزی سے اسپتال کی جانب بڑھا تھا۔

@@@@

25 سال سے اوپر ہونے کے آئیں ہیں۔ پر پھر بھی میں اس کا پتہ لگانے میں ناکام ٹھہرا ہوں بیگم۔ یوں لگتا ہے کہ دن بدن کمزور ہوتے میرے بدن میں امید کی کرن بھی مدھم پڑ رہی ہے۔ بیگم تم خود تو اس درد کو سینے میں دبائے اگلے سفر پر چلی گئی لیکن مجھے اس وعدہ میں باندھ گئی کہ میں ہماری بیٹی کو ڈھونڈنے میں ہر ممکن کوشش کروں۔

پر افسوس کہ میں اپنا وعدہ پورا کرنے میں ناکام ٹھہرا ہوں۔ نجانے ہماری میرال کیسی ہوگی۔ کہاں ہوگی۔۔۔ وہ زندہ ہوگی بھی یا۔۔۔

یہ وہ سوچیں ہیں جن کے بارے میں میں ہمارے بیٹوں کو بھی نہیں بتا سکتا کیوں ایک ایسے انسان کی لا حاصل تلاش کہ جس کے متعلق ہمارے پاس اس کی نشانی کے نام پر ایک یاد بھی نہیں ہے۔ اسکے بارے میں، میں انہیں بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ بیگم

ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا کہ میں ہماری بیٹی کو ڈھونڈنے میں ناکام ٹھہرا ہوں۔"

رات کے تین بج رہے تھے۔ جب پیاس کی وجہ سے عاقب کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں خالی جگہ دیکھ کر وہ کیچن کی جانب بڑھا تھا۔ جب ایک کمرے کے سامنے سے گزرتے اس کے کانوں میں جبرائیل صاحب کی آواز پڑی تھی۔

اس نے حیرت سے اس کھلے دروازے سے اندر دیکھا تھا۔ جہاں جبرائیل صاحب دل پر ہاتھ رکھتے کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر تکلیف دہ تاثرات تھے۔

"یہ بابا کس بیٹی کے بارے میں بات کر رہے تھے؟ اور وہ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ کیا مجھے اندر جا کر پوچھنا چاہیے؟؟...." عاقب نے خود سے سوال کیا تھا۔

"نہیں کیا پتہ بابا مجھے دیکھ بات بدل جائیں کیونکہ شاید وہ ہم سے شئیر ہی نہیں کرنا چاہتے۔ اسی لیے تو انہوں نے ہم سے چھپا کر رکھا لیکن کیوں؟؟؟"

"عاقب فضول کی سوچوں سے اچھا ہے کہ تو اندر جا کر خود ان سے پوچھ لے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بابا کو ہمارے سہارے کی ہی سب سے زیادہ ضرورت ہو" عاقب یہ

سوچتے آتے ہی مضبوط قدم اٹھاتے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"بابا مجھے پوری بات جانتی ہے۔" عاقب نے جبرائیل صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا تھا۔

"کونسی بات؟" عاقب کی آواز پر جبرائیل صاحب جانے کیوں گھبرا گئے تھے۔ اس لیے گھبرا کر بولے تھے۔

"وہی بات جو آپ چھپا رہے ہیں۔ وہی بات جس نے آپ کو پچھلے 25 سالوں سے تکلیف میں مبتلا رکھا ہے۔ وہی بات جو ابھی آپ ماما کی تصویر سے دیکھ کر کر رہے تھے۔۔۔۔ کیا ہماری کوئی بہن بھی تھی بابا؟" عاقب کی بات پر جبرائیل صاحب کے چہرے پر صدیوں کی مسافت سمٹائی تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولے

"میری اور تمہاری ماما کی خواہش تھی کہ ہماری پہلی اولاد بیٹی ہو لیکن اللہ نے ہماری گود میں پہلے صالح کو ڈالا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اسے پا کر ہم خوش نہیں تھے۔ ہم بہت خوش تھے لیکن پھر بھی بیٹی کی خواہش شدت پکڑنے لگی تھی۔ پر خدا کرنی ایسے ہوئی کہ صالح کے بعد تین سال تک ہمیں پھر دوبار اسے اولاد کی نوید نہ ملی۔ ہم نے بہت سی دعا

کی اور منتیں مانگی پھر آخر کار ہمیں خوشخبری ملی کہ رب ہمیں اپنی رحمت سے نواز رہا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی ہم پھولے نہیں سمارہے تھے۔ لیکن شاید ہماری خوشی کو کسی کی نظر لگ گئی تھی اسی لیے ساتویں ماہ میں ہی تمہاری ماما کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے ایمر جنسی میں ڈیلیوری کی تھی۔ یوں ایک ننھی سی پری ہماری زندگی میں آئی تھی۔

'میرال' میری شہزادی جس کو محض میں نے ایک لمحہ کے لیے دیکھا تھا۔ پر دوسرے ہی لمحے اسے مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ اس رات میرال کو کچھ دیر انکیوبیٹر میں رکھا گیا تھا۔ پر بد قسمتی دیکھو اسی رات چند اغواہ کاروں نے اسپتال سے بچے چوری کیے تھے۔ جن میں تمہاری بہن بھی اغواہ ہو گئی تھی۔

یوں ہماری بیٹی ہم سے ملنے سے پہلے بچھڑ گئی۔ اسی غم میں تمہاری ماما اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ وہ تم دونوں بھائیوں کی پیدائش پر مجھے تنہا کر گئی تھی۔ میں آج تک اسپتال کے سی سی ٹی وی سے لی گئی اس درندے شخص کی تصویر کے ذریعے ہماری بیٹی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جس نے اسے چوری کیا تھا۔ لیکن آج تک کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ اس تصویر میں موجود شخص نے خود پر نقاب چڑھایا ہوا تھا۔ "جبرائیل صاحب

نے یہ کہتے ہی نم آنکھیں صاف کی تھی۔ ان کے کبجے میں صدیوں کی مسافت کے بعد ہونے والی تھکن سمٹ آئی تھی۔

"بابا آپ اگر ہمیں پہلے بتا دیتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ آپ کی کوڈھونڈنے میں مدد کرتے، لیکن کوئی بات نہیں یقین کریں اپنی بہن کے ہم تینوں بھائی اسے کہی سے بھی ڈھونڈ لائیں گے" عاقب نے نم آنکھوں کے ساتھ جبرائیل صاحب کو اپنی مضبوط باہوں میں بھینچا تھا۔

جس سے جبرائیل صاحب کو آج ایک نئی تقویت ملی تھی۔ ساتھ ہی دل میں ایک ملال جاگا تھا کہ شاید اگر وہ پہلے ہی اپنے بیٹوں کو بتا دیتے تو شاید آج ان کی بیٹی ان کے پاس ہوتی۔ یا انہیں اتنا سفر تنہا نہیں کرنا پڑتا۔

@@@@@@

تیمور آغا کی بندوق سے نکلی گولی ذوالنورین کے کندھے کو چھو کر گزری تھی۔
ذوالنورین نے اچھل کر وہ بندوق ان سے چھین لی تھی اور ان کو ہتھکڑی لگا کر جیپ میں بیٹھایا تھا۔ پھر وحید کو بھی گاڑی میں پھینک کر اپنے کندھے سے نکلتے خون کو اگنور کرتے تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

ہر جگہ اس بات کی دھوم مچ گئی تھی کہ ایس پی ذوالنورین کی قیادت میں پولیس نے ملک کے سب سے بڑے اسمگلر کو پکڑ لیا ہے۔ سردراتوں کے دوسرے پہر تین بجے ملک کی میڈیا سے لے کر سب بڑے بڑے لوگ جاگ اٹھے تھے۔ وہ سب جن کا تعلق تیمور صاحب سے تھا ان سب کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

میڈیا و اجد کی سرپرستی میں لائی گئی گاڑیوں اور مجرموں کی دھڑادھڑ کورتج کر رہا تھا۔ بچے چونکہ سب بے ہوشی کے زیر اثر تھے اس لیے فوری طور پر انہیں اسپتال شفٹ کیا گیا تھا۔ تاکہ ٹریمنٹ کے بعد انہیں ان کے ماں باپ کے حوالے کیا جاسکے۔ جبکہ التمش سمیت باقی سب کو پولیس اسٹیشن لایا گیا تھا۔ ڈی آئی جی اور آئی جی صاحب سب وہاں موجود تھے۔ سب لوگ اس وقت شدت سے ذوالنورین کا انتظار کر رہے تھے۔

"ایس پی سر کی گاڑی آگئی ہے" آخر ایک گھنٹے کے اس انتظار کے بعد ذوالنورین کی گاڑی کے سنٹرل جیل کے باہر آتے ہی ہر طرف سے شوراٹھا تھا۔

"مسٹر تیمور آغا کیا آپ عوام کو بتائیں گے کہ آپ یہ سب کام کب سے کر رہے ہیں؟؟" وحید خان آپ تو ملک کی جانی مانی سیاسی شخصیت ہیں پھر آپ کے تیمور آغا کے گھنوںے کام میں ملوث ہونے کو ہم کیا سمجھیں؟

ایس پی سرسنے میں آیا ہے کہ تیمور آغا آپ کے سکے چاچا ہونے کے ساتھ سر بھی ہیں۔ تو کیا آپ بتائیں گے کہ ان کو پکڑتے وقت آپ کو کیسا فیل ہوا؟ "

وحید خان اور تیمور کے باہر نکلتے ہی میڈیا کے لوگ پاگلوں کی طرح سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔

آئی جی صاحب جو آج الگ ہی ٹیون میں تھی۔ ذوالنورین کی جانب جاتے، میڈیا کو پیچھے ہٹاتے انہیں لیے اندر آگے بڑھے تھے۔ تیمور اغا اور وحید خان کو لاکپ میں بند کرنے کے بعد آئی جی صاحب نے ذوالنورین کو فخر سے سینے لگایا تھا۔

جبکہ ڈی آئی جی صاحب ایک باپ کے جیسے نم آنکھوں اور چہرے پر مسکراہٹ لیے آگے بڑھے تھے اور ذوالنورین کے کندھے کو تھپتھپا بولے تھے۔

"I am so proud of my son

آج تم نے میرا ہی نہیں بلکہ پورے ادارے کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ کہ ضروری نہیں ہر پولیس والا رشوت خور ہو چند پولیس والے تمہاری طرح ایماندار بھی ہوتے ہیں "

"شکریہ سر یہ سب تو آپ کی سپورٹ کا نتیجہ ہے ورنہ میں کبھی اس کیس کو پورا نہیں کر سکتا۔۔۔ سر کیا میں اب گھر جاسکتا ہوں" ذوالنورین کے چہرے پر اس وقت عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ نمایاں تھی۔ اس لیے ڈی آئی جی صاحب کی بات پر ہلکی سی مسکراہٹ (جو کھینچ کھانچ کر لائی گئی تھی) سے جواب دیتے بولا تھا۔

ڈی آئی جی صاحب کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔ پھر سنجیدگی سے بولے تھے۔

"ذوالنورین زمل ملک نے تمہاری بیوی پر جانی حملہ کیا ہے۔ وہ اس وقت انتہائی نگہداشت حالت میں اسپتال میں پڑی ہیں۔ لیکن تمہارے فون بند ہونے کی وجہ سے کسی نے تمہیں بتایا نہیں۔ اس لیے گھر جانے کی بجائے اسپتال جاؤ۔" ڈی آئی جی صاحب کی بات پر ذوالنورین کے چہرے کا رنگ سفید پڑا تھا۔ آنکھوں میں سرخی ابھری تھی۔

جبکہ اپنے دل کے وسوسوں کے سچ ہو جانے پر آنسوؤں نے آنکھوں سے باہر نکالنا چاہا تھا۔ پر ذوالنورین خود پر سخت بندھن باندھتے لمحوں میں خود کے چہرے کو سپاٹ کر گیا تھا۔

پھر وہ ریش ڈرائیونگ کرتے اپنے کندھے سے اٹھتی ٹھیسوں کی پرواہ کیے بغیر اسپتال میں موجود تھا۔

@@@@@@@@

"مسٹر صالح ایس پی سر کی بیوی کی ریڈ کی ہڈی تو معجزاتی طور پر محفوظ رہی ہے اور جو گولی انہیں لگی تھی۔ وہ تو ہم نے نکال دی ہے لیکن اس کا زہر دوحہ میڈم کے جگر میں پھیل چکا ہے۔ جس سے ان کا جگر انتہائی خراب ہو گیا ہے۔ اس لیے ہمیں فوری طور پر لیور ٹرانسپلانٹ کرنا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے چند کمپیٹیبل لیور ڈونر کا انتظام کریں جن کا بلڈ گروپ او نیگیٹو ہو۔ کیونکہ جتنی زیادہ دیر گزرے گی اتنا ہی خطرہ میم کے لیے بڑھتا جائے گا۔" ڈاکٹر یہ کہہ کر اندر خود واپس اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔

جبکہ صالح کو پریشانی میں چھوڑ گئے تھے۔ شیری جو اسی اسپتال میں حمہ کے پاس تھا وہ بھی فوری طور صالح کے پاس آ گیا تھا۔

"صالح بھائی میں اس اسپتال سے پتہ کرتا ہوں اور آپ اپنے ریسورسز استعمال کریں ہمیں کہیں سے بھی ڈونر ڈھونڈنا ہے۔ ہم آپ کو کچھ نہیں ہونے دے سکتے۔" شیری نے صالح کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

"ہم ٹھیک ہے۔" صالح نے اپنی سوچ سے نکلتے کہا تھا۔ اور دونوں بھائی پھر تیزی سے اپنے جاننے والوں کو فون کرنے لگے تھے۔

"آپ پلیز ایسے مت کہیں کوئی نا کوئی تو ایسا ہو گا جس کا O- بلڈ ہو۔" یہ کوئی تیسری جگہ تھی جہاں سے صالح کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

"سر O- بلڈ بہت ریر ہوتا ہے۔ اسی لیے آپ کو اس کا ڈونر ملنا مشکل ہے۔" اسپتال کے وارڈن کی بات پر صالح کے غصے کا گراف بڑھا تھا۔

جانے کیوں اسے یہ بات بہت بڑی لگی تھی۔ اس لیے اس کا بازو پکڑتے بولا تھا "بکو اس بند کرو اپنی اگر مدد نہیں کر سکتے تو منحوس باتیں بھی مت کہو" اس شخص کو کالر سے پکڑتے دھمکی دینے کے بعد صالح غصہ سے باہر نکلا تھا۔

اس کا رخ واپس اسی اسپتال کی طرف جس میں دوحہ ایڈمٹ تھی۔ ہاتھ ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ ساتھ لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں موجود اپنی سوز والے لوگوں کو فون کرنے میں مصروف تھے۔

"شیری کچھ پتہ چلا؟؟؟" شیری کے پاس آتے صالح نے پوچھا تھا۔

"نہیں بھائی۔۔ مجھے نہیں ملا اور ڈاکٹر بار بار کہہ رہے ہیں کہ جلدی کریں۔ اپ کو کہی

سے اچھی خبر ملی؟" شیریں نے پوچھا تھا

"نہیں فلحال کوئی نہیں ملا۔ لاہور سے ایک امید پیدا تو ہوئی ہے لیکن ابھی کنفرم نہیں

ہے" صالح نے مایوسی سے کہا تھا۔

"صالح دوہ کیسی ہے؟" ذوالنورین جو تیزی سے اسپتال داخل ہوا تھا۔ شیریں اور

صالح کے پاس آتے بے چینی سے بولا تھا۔

صالح اور شیریں چند ہی دنوں میں ذوالنورین کی بات پر کچھ بول نہ سکے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا

تھا کہ وہ کیا کہیں

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں صالح.. "ذوالنورین نے صالح کو تیزی سے جھنجھوڑتے پوچھا

تھا۔

دل بس کسی بری خبر کی امید ناسنے کا ورد کر رہا تھا جبکہ روح تڑپ رہی تھی۔

ذوالنورین کی حالت پر صالح نے کھینچ کر اسے سینے سے لگایا تھا۔

"ذوالنورین بھابھی کا لیور گولی سے ڈبھج ہو گیا ہے۔ اس لیے فوری طور پر لیور

ٹرانسپلانٹ کی ضرورت ہے پر۔۔۔۔۔ مجھے اور شیریں کو کہیں سے نہیں مل رہا "صالح کی بات پر ذوالنورین صدمہ سے پیچھے ہوا تھا۔

"نہ۔۔۔ نہیں میں کچھ نہیں ہونے دوں گا اپنی دوحہ کا۔۔۔ اب وہ مجھ سے دور نہیں جا سکتی۔۔۔" ذوالنورین نفی میں سر ہلاتے تیزی سے فون نکالتے پیچھے کی جانب بھاگا تھا۔ اسے اپنی بازو کی کوئی فکر نہیں تھی۔ پرواہ تھی تو محض دوحہ کی جو اس وقت ائی سی یو میں تھی۔

صالح اور شیریں نے افسوس سے اس دیوانے کی حالت دیکھی تھی۔



"ڈاکٹر فوری طور پر ہمیں کوئی نہ تو کوئی ایسا مردہ ڈونر مل رہا ہے۔ جس کا بلڈ گروپ او نگیٹو ہو اور نہ ہی کسی اسپتال کے اور گن بینک سے لیور مل رہا ہے۔ کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس سے مل دوحہ کو بچا سکیں "صالح نے ڈاکٹر کے باہر نکلتے ہی اس سے پوچھا تھا۔

"دیکھیں صالح صاحب ایک طریقہ ہے تو لیکن اس کے لیے ایک زندہ ڈونر کی

ضرورت پھر بھی موجود ہے۔ جس کا بلڈ گروپ -O ہو۔ "ڈاکٹر نے صالح کو اپنے کین کی طرف لیجاتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ کیا ڈاکٹر؟ آپ بتائیں ہو سکتا ہے کہ ہم کچھ کر سکتے ہوں؟" ڈاکٹر کے کین میں اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے صالح نے استفسار کیا تھا۔

"دیکھیں صالح صاحب اللہ نے قدرتی طور پر انسان کے جگر کو regeneration کی صلاحیت دی ہے۔ مطلب کہ اگر جگر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے، دو مختلف انسانوں میں وہ جگر رکھ دیا جائے تو دونوں حصے مکمل جگر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔"

تو اگر ہم اس طریقے کو استعمال کرتے کسی زندہ مگر ایسے انسان کے جگر کا، جو دو حصہ میڈم سے میچ کر جائے 30 فیصد انہیں دے دیں تو ایسے بھی وہ سروایو کر سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ تیس فیصد حصہ دو حصہ میڈم کے جسم میں جاتے چار ہفتوں کے اندر اندر نارمل حالت میں آجائے گا۔ لیکن ہاں ایسے ان کے جگر کو مکمل طور پر ٹھیک ہوتے ایک سال لگ سکتا ہے۔ جس میں انتہائی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔

"ڈاکٹر کی بات پر صالح چند لمحے خاموش ہو گیا تھا۔

جبکہ ذوالنورین جو اندر آتے پوری بات سن اس کے قدم صالح کی بات پر یک دم رکے تھے۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب پھر آپ میرے جگر کا حصہ لے سکتے ہیں۔ کیونکہ میرا بلڈ گروپ بھی O- ہے۔" صالح مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو صالح؟ جانتے بھی ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں اتنی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لاہور کے ایک اسپتال سے لیور کا انتظام ہو گیا ہے۔ وہ بس کچھ دیر تک یہاں پہنچتا ہی ہوگا۔" ڈاکٹر کے بولنے سے پہلے ذوالنورین قطعی لہجے میں بولا تھا۔

"ہاں بالکل میں بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں ذوالنورین، اور ہر ٹینشن تب بھاگی چلی آتی ہے جب تم مصیبت میں ہوتے ہو اور میں تیرا دوست اگر تیرے مشکل وقت میں کام نہ آسکا تو میرا کیا فائدہ۔۔۔ یاد ہے ہماری پہلی ملاقات ایک اسپتال میں ہوئی تھی۔ تو نے مجھے اس وقت بروقت اسپتال پہنچا کر مرنے سے بچایا تھا۔ اس لیے اب میری باری ہے اگر ڈی جے بھا بھی کی سرجری میں دیر ہونے سے انہیں کچھ ہوا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔ کہ اس مدد کہ قابل ہوتے ہوئے بھی میں نے کچھ نہیں کیا۔"

صالح نے ذوالنورین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

"لیکن صالح۔۔" ذوالنورین نے صالح کو منع کرنا چاہا تھا۔ جس پر ڈاکٹر اس کی بات کاٹ کر بولا تھا۔

"بات کانٹے پر سوری ایس پی سر لیکن آپ دونوں پہلے میری بات تو سن لیں۔۔"

دیکھیں صالح صرف خون ملنا کافی نہیں ہے۔ اگر آپ ڈونر کے فیملی میمبر ہوتے تو یہ عمل بہت آسان تھا اور اس طرح کی سرجری میں فیملی میمبر کو ہی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ آپ آؤٹ سائیڈ ڈھیں تو بہت سے ٹیسٹ ہونگے جیسے سب سے اہم کہ آپ کے ٹیشو مر لُضہ سے ٹیشو سے میچ کریں گے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ فٹ ہوتے بھی کہ نہیں۔۔۔

یا آپ کو کوئی بیماری تو نہیں ہے جو آپ سے مر لُضہ میں جاسکتی ہے۔ اور بھی مزید ایسے ٹیسٹ کرنے کے بعد ہم بتا سکتے ہیں کہ ہم آپ کا جگر لے سکتے ہیں یا نہیں۔

اور ذوالنورین سر پہلی بات جو آپ نے ڈونر منگوا یا ہے اس کے چانسز بھی 5050 ہیں صالح سر کی طرح۔۔ پھر ان کو آنے میں بھی کی گھنٹے لگنے ہیں تو اس لیے اب آپ

لوگوں کے پاس صرف دس منٹ ہے سوچ لیں کہ کیا کرنا ہے۔ کیونکہ یہ بالکل بھی کنفرم نہیں ہے کہ صالح صاحب سچ میں ڈونر بن پاتے ہیں یا نہیں؟؟ "ڈاکٹر کی بات پر ذوالنورین کی ٹینشن میں اصافہ ہوا تھا۔

تو دوسری طرف صالح کے ارادے پختہ ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے میں اپنی سی کوشش ضرور کرنا چاہتا ہوں" صالح کی بات پر ذوالنورین نے لب بھینچے تھے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اوپشن بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک پھر آئیے میرے ساتھ ہمیں فوری طور پر کچھ ٹیسٹ کرنے ہونگے" ڈاکٹر نے یہ کہتے ہی صالح کو پیچھے آنے کا کہا تھا۔

"ذوالنورین تیرے معاملے میں، میں انگریزی کے اس معقولے پر مکمل یقین رکھتا ہوں کہ

True friends are like two souls in one body

اس لیے میں تجھے تکلیف میں نہیں سکتا۔ میں تیری خوشیوں کے لیے ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے میری کوشش میں مدد کر "صالح کی بات پر

ذوالنورین نے زور سے اپنے یار کو سینے میں بھینچا تھا۔

قدرت نے جہاں ذوالنورین کو ایک بے وفارشتہ دیا تھا تو وہی صالح کی صورت میں ایک وفاور خلوص سے بھرارشتہ دیا تھا۔

@@@@@@

جیل کے اس کمرے میں ایسی تاریکی تھی کہ رات کا گمان ہو رہا تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ دن کے کتنے بج رہے ہیں اور یہاں کتنا وقت گزر گیا ہے۔ بس اگر احساس تھا تو وہ تکلیف کا جو جسم کے ہر حصے سے اٹھ رہی تھی۔ اس نے زمین پر ہاتھ رکھتے اٹھنا چاہا تھا لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے جسم سے طاقت ختم ہو گئی ہو۔ گلے میں ابھرتی پیاس کے باعث اس نے وہاں پانی کا گھڑا ڈھونڈنا چاہا تھا۔ پر ہاتھ ادھر ادھر مارنے پر کچھ ہاتھ نہ آیا تھا۔

اچانک جیل کا دروازہ کھلا تھا اور تیز روشنی اندر داخل ہوئی تھی۔

"کون ہے؟" اپنی آنکھوں پر تیزی سے ہاتھ رکھتے، انہیں روشنی سے آنکھوں سے بچانے کی کوشش کرتے زل نے پوچھا تھا۔

پولیس وردی میں ملبوس سخت چہرے والی وہ عورت جو اندر آئی تھی۔ بغیر کچھ بولے
زل کو بازوؤں سے پکڑتے ایک طرف پڑی کرسی پر بٹھانے لگی تھی۔

"چھیچھیچھی۔۔۔ چھوڑ مجھے۔۔۔ کیا چاہتی ہو تم؟؟ آہ آہستہ پکڑو میرا بازو۔۔۔ آہ" زل
اپنی زخمی بازو کو اس کے مضبوط ہاتھوں کے شکنجے میں دیکھ کر چیخی تھی۔

"اے چپ! زیادہ چیڑ چیڑ کی نالتو دور رکھ کر دو گی۔۔۔ اور یہ درد جو تجھے ہو رہا ہے یہ اسی
درد کا بدلہ ہے جو تم دوسروں کو دیتی آئی ہو۔ اس لیے بکو اس بند کرو" وہ عورت غصہ
سے بولتی زل کو رسیوں سے باندھنے لگی تھی۔

زل کو اس عورت سے خوف محسوس ہوا تھا۔ جس کے سبب اس کی آنکھوں سے
آنسو بہنے لگے تھے۔

"سر! اگلا حکم؟" اس عورت نے زل کو باندھنے کے بعد اپنے کان میں لگی بلوٹو تھ کا
بٹن دباتے پوچھا تھا۔

جس پر کسی نے کوئی حکم دیا تھا۔ وہ عورت فوراً اس پر عمل کرتے ڈرل مشین لے آئی
تھی۔

جو خوف سے سردیڑتے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

ایک ہاتھ کے بعد دوسرے ہاتھ میں سوراخ کرتے وہ اٹھی تھی، اور ڈرل کو بند کرتے اس عورت نے ایسے ہاتھ صاف کیے تھے۔ جیسے یہ سب اس کے لیے معمولی سی بات ہو۔ پھر اس نے اپنے موبائل کو نکالتے اس پر چلتی کال کو سپیکر پر کیا تھا۔

"زل ملک تم کیا سمجھی تھی کہ میں نے پاؤں میں گھنگرو پہنے تھے۔ اسی لیے تمہیں تمہاری پہلی سنگین غلطی پر معاف کر دیا تھا؟۔۔۔ نہیں بالکل نہیں وہ صرف میری دوحہ کی مہربانی تھی کہ تم جیسی عورت کو میں نے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن شاید وہ میری زندگی میں کی جانے والی دوسری بڑی غلطی تھی اس لیے آج میری دوحہ انی سی پو میں

ہے۔۔۔۔۔(فون سے ذوالنورین کی آتی آواز، اس بات پر ہلکی سی نم محسوس ہوئی تھی۔ لیکن پھر دو منٹ بعد جب وہ بولا تو اس میں موت جیسی سردی تھی) اب جب تک تم زندہ ہو۔ ہر روز تم اپنے ناکارہ ہاتھوں کو دیکھتے ماتم کروں گی کہ آخر تم نے ذوالنورین ضرار اغا کی بیوی پر ان ہاتھوں سے حملہ کرنے کی جرأت ہی کیوں کی۔۔۔ اور پچھتاؤ گی کہ کاش تم ایسا نہیں کرتی۔" یہ کہتے ہی ذوالنورین نے فون بند کر دیا تھا۔ جبکہ زلزلہ درد سے بے حال ہوتے بے ہوش ہو گئی تھی۔ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔ حسد کی آگ انسان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور زلزلہ بھی اپنی حسد کی آگ میں جل گئی تھی۔

@@@@@@

After two months

"یہ عدالت مجرم تیمور آغا کو پچھلے پچیس سالوں سے اسمگلنگ کے کیس میں ملوس ہونے کی وجہ سے پانچ سال قید کی سزا سناتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے تمام کاروبار کو حکومتی تحویل میں لیتے ان سے آنے والے پیسوں کو یتیم خانے کو دینے کا حکم دیتی ہے۔ اور چونکہ تیمور آغا ایک قاتل بھی ہے۔ اسی لیے حکومت تیمور آغا کو اپنے بھائی اور

بھابھی کے علاوہ ان تمام معصوم لوگوں کے قتل کے جرم میں دودفعہ بھانسی کی سزا سناتی ہے۔

جبکہ التمش اور وحید خان کو تیمور آغا کا ساتھ دینے کے جرم میں ایک ایک ملین جرمانہ اور دس سال قید کی سزا سنائی ہے۔ "یہ کہتے ہی جج صاحب نے قلم کی نوک کو توڑا تھا۔

اس سزا کو سنتے جہاں ایک شکر کا احساس پیچھے کھڑے ذوالنورین کے چہرے پر ابھرا تھا۔ وہی ہلکی سی نمی آنکھوں میں ابھری تھی۔ آج بہت سے انسانوں کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کو بھی انصاف ملا تھا۔

تیمور آغا اور اس کے ساتھیوں کو سینٹرل جیل بھیجا گیا تھا۔ جبکہ ذوالنورین وہاں سے سیدھا ڈی آئی جی صاحب کے افس میں آیا تھا۔

"خوش آمدید ایس ایس پی ذوالنورین آغا! حیرت ہے آج یہ نئے نئے بنے مصروف ترین ایس ایس پی یہاں کیسے؟ پروموشن کے بعد تو آپ چودھویں کا چاند ہی ہو گئے تھے" ڈی آئی جی مظہر ذوالنورین جو چھیڑتے ہوئے بولے تھے۔

"سر شرمندہ تو مت کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ تیمور آغا کے کیس کی آخری ہیرنگ

تھی۔ وہی سے آرہا ہوں اور آخری بات میں چاہے ایس پی سے ایس ایس پی بنو یا کچھ اور بن جاؤں لیکن میں آپ کو کبھی نہیں بھول سکتا کیونکہ میرے لیے آپ قابل احترام اور میرے بڑے ہیں۔ "ذوالنورین نے ادب سے ڈی آئی جی صاحب کے سامنے بیٹھتے کہا تھا۔

"ذوالنورین اتنے اچھے مت بنا کرو جانتے ہو کبھی کبھی تمہیں دیکھ کر میرے دل میں افسوس ابھرتا ہے کہ ہائے کاش تم مجھے پہلے کیوں نہیں ملے اگر پہلے مل جاتے تو تمہیں اپنا داماد بنا لیتا" ڈی آئی جی صاحب افسوس سے مصنوعی اہ بھرتے بولے تھے۔

"ہا ہا ہا سر داماد نہ سہی لیکن آپ ابھی بھی مجھے اپنا بیٹا بنا سکتے ہیں۔" ذوالنورین نے بھی ان کی بات کو انجوائے کرتے کہا تھا۔

"ہاں بیٹے سے یاد آیا، میرے پیارے فرما بردار بیٹے جی میری بہو کو لے کر کب آرہے ہو میرے پاس؟" ڈی آئی جی صاحب نے ذوالنورین کے سامنے چائے رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"سر آپ تو جانتے ہیں کہ سرجری کے بعد سے آپ کی بہو ابھی تک اسپتال میں ہی تھی۔ آج شام کو انہیں اور صالح کو چھٹی مل رہی ہے۔ اس لیے کچھ دنوں تک اب آپ

کے پاس آئیں گے ہم۔۔" ذوالنورین نے چائے پیتے کہا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے جب ٹائم ملے تو ضرور آنا۔۔۔ ویسے ذوالنورین صالح بہت ہمدرد اور نیک انسان معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بروقت اس نے اپنا جگر دوحہ کو دیا ایسا بہت کم لوگ ہی کرتے ہیں۔ تم کبھی اسے بھی میرے پاس لے کر آنا" ڈی آئی جی صاحب نے صالح کے نام پر چند لمحے سوچ کر کہا تھا۔

"جی سر ضرور" صالح کے نام پر ذوالنورین کے چہرے پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ بکھری تھی۔

"ٹھیک ہے سر میں چلتا ہوں۔ ابھی بہت سے کام پینڈنگ پر ہیں" ذوالنورین نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھ سے ملنے میں زیادہ وقت مت لگایا کرو جب موقع ملے چلے آیا کرو اور ہاں سنو میرے خیال سے تمہیں اب سب کو بتا دینا چاہیے کہ ضبود تمہارا اور دوحہ کا سگایٹا ہے۔" ذوالنورین کے کندھے کو تھپتھپا کر ڈی آئی جی صاحب نے کہا تھا۔

جس پر ذوالنورین سوچ پڑ گیا تھا۔ پچھلے دو ماہ سے وہ ضبود کو پا کر بے انتہا خوش تھا لیکن

اس نے ابھی یہ بات کسی کو بتائی نہیں تھی کیونکہ وہ سب سے پہلے دوحہ سے یہ خوشی
شئیر کرنا چاہتا تھا۔

"جی سران شاء اللہ جلد ہی ایک گرینڈ فنکشن کے ذریعے میں اپنے بیٹے کو شان سے
سب میں متعارف کرواؤ گا اور آپ اس کے مہمان خصوصی ہو گے۔ تو بس آپ اپنے
پوتے کو تحفہ دینے کے لیے تیار رہیے" ذوالنورین نے سنجیدگی سے کہتے آخری لائن
شرارت میں کی تھی۔

جس پر ڈی آئی جی صاحب نے قہقہہ لگایا تھا۔
پھر وہ جلدی ہی وہاں سے رخصت لیتے نکل آیا تھا۔ اس کا رخ اب گھر کی طرف تھا۔

@@@@@@@@

"دوحہ یہ سوپ پی ہو۔ اس کے بعد تمہیں دوائی بھی دینی ہے" حمنا نے آنکھیں بند
کیے بستر پر لیٹی دوحہ کو مخاطب کرتے کہا تھا۔

"نہیں میرا موڈ نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد کھاؤ گی" دوحہ نے چڑچڑے لہجے میں کہا تھا۔
"پاگل ہو ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہاری دوائی میں بالکل بھی دیر نہیں کرنی اس لیے ضد

مت کرو۔ "حنمنہ نے اسے ہلکاسہ ڈانٹ کر اٹھایا تھا۔

"کیا ہے آپ یار پیچھلے دو ماہ سے یہ ڈاکٹر کی ہی تومان رہی ہوں۔ زندگی عذاب بنادی ہے میری۔۔۔ میں اب بالکل نہیں مانوں گی جاو یہاں سے۔۔۔ کیونکہ کسی کو میری پرواہ نہیں ہے۔" دوحہ روتے ہوئے بولی تھی۔

اصل میں غصہ کسی اور کا تھا لیکن نکال وہ دوائیوں پر رہا تھا۔

"کیا ہوا بھئی میری پیاری سی بھابھی رو کیوں رہی ہیں؟" صالح جو عنایہ کے ساتھ ابھی اندر آیا تھا۔ دوحہ کے پاس چمیر پر بیٹھتے بولا تھا۔ دوحہ کی نسبت جلدی صحت یاب ہونے پر اسے دو ہفتہ پہلے ہی چھٹی مل گئی تھی۔

"مجھے دوائی نہیں لینی" دوحہ نے چھوٹے بچوں کے جیسے منہ بسورے کہا تھا۔

اس کے چہرے پر عنایہ اور حمنہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"اور دوائی نہ لینے سے کیا ہوگا۔" صالح نے دوحہ کے سر پر ہاتھ رکھتے شفقت سے پوچھا تھا۔

"بس مجھے نہیں پتہ مجھے نہیں لینی دوائی۔ مجھے نہیں زندہ رہنا۔۔۔ کسی کو میری پرواہ نہیں

کہ میں جیویامروں اور آپ کے دوست کو تو بالکل بھی پرواہ نہیں۔۔۔۔ مجھے پتہ ہے وہ مجھ سے جان چھڑانا چاہ رہے ہیں۔۔۔۔ وہ مجھے جلد ہی طلاق دے دیں گے۔ آخر میں نے انہیں تنگ بھی تو کیا ہے اور برا بھلا بھی کہا ہے اس لیے وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔۔۔ بس اسی لیے میں نے دوائی نہیں لی تھی تاکہ مجھے کچھ ہو جائے اور طلاق لینے سے پہلے میں مر جاؤں۔۔۔" سرجری کے بعد سے دوحہ اور صالح کے درمیان ایک پیار سا بہن بھائیوں والا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ جو جی میں آیا صالح کو بے جھجک کہتی جا رہی تھی۔ ذوالنورین کی مسلسل غیر حاضری نے ویسے بھی اسے بہت مر جھادیا تھا۔ جس نے دو ماہ سے باضابطہ طور دوحہ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ بس جب وہ سو رہی ہوتی تھی تبھی اتا تھا اور اس کے اٹھنے سے پہلے چلا جاتا تھا۔

حمنہ تو اس کی شکایات پر ہنسی ضبط کرتے سامنے صوفہ پر بیٹھ چکی تھی۔ جبکہ عنایہ اپنی بچاری بھابھی کو سہارا دینے کے لیے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"دوحہ بچہ! بس چپ کر جاؤ۔ اتنا نہیں روتے اور سنو اس چھوٹے موٹے ssp کی جرات نہیں کہ وہ میری پیاری سی بہن کو چھوڑنے کا سوچے بھی۔۔۔ اور اگر اس نے

ایسا کیا تو میں کان کھینچ کر اسے آپ کے پاس لاؤ گا۔ اور جہاں تک بات ہے اس نے کے نہ آنے کی تو وعدہ آج شام کو اسے ہی آپ کو لینے کے لیے بلاؤں گا۔ ٹھیک ہے نا؟ اب تو میری بہن دوائی کھائے گی نا؟ "صالح کی نرم لہجے میں دی گئی حوصلہ پر دوحہ خاموش ہوئی تھی اور پھر دوائی کھانے لگی تھی۔

جس پر سب نے شکر منایا تھا۔ جبکہ عنایہ نے محبت بھری نگاہوں نے صالح کو دیکھا تھا۔ جو آج کل نجانے کیوں اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ پیچھلے ڈھیر ماہ اس نے بھی بہت تکلیف میں گزارا تھا۔ جب اسے صالح کی سرجری کے بارے میں بتایا گیا تو اسے جانے کیوں ڈر لگا تھا اور پھر سرجری کے کامیاب ہونے کے بعد اس نے پورے دل سے صالح کی دیکھ بھال کی تھی۔

وہ جو کہتی تھی کہ محبت کو کبھی نہیں ہونے دے گا۔ اس کا دل اب انجانے میں صالح کی چاہ کر بیٹھا تھا۔

"دوحہ آپ! کیسی ہیں آپ؟؟" عنایہ کی سوچوں میں خلل شیری اور عاقب نے ڈالا تھا۔ جو چیختے ہوئے اندر آئے تھے۔ کچھ رشتے اپنے ناہوتے ہوئے بھی اپنے بن جاتے ہیں جیسے دوحہ اور ذوالنورین کے لیے بن گئے تھے یہ سب لوگ۔۔۔۔۔

@@@@@@@@@@

"بڈی! ٹائم دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے؟ آپ آج بھی ہمیشہ کی طرح لیٹ ہیں؟ آخر کب پنکچول ہونگے آپ؟۔۔۔ چلیں اب جلدی سے تیار ہو جائیں ہمیں پھر پار ٹنر کو لینے جانا ہے۔" ذوالنورین کے کمرے کے دروازے پر ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرا ماتھے پر رکھے کھڑا ضبود افسوس سے بولتے آخر میں حکم دیا تھا۔

"سوری جناب آپ تو جانتے ہیں آپ کے بابا چھوٹے موٹے پولیس والے بھی ہیں بس اسی وجہ سے اسے دیر ہو جاتی ہے لیکن فکر مت کریں میری چھوٹی محبوبہ اب سے ٹائم پر آیا کروں گا۔" ذوالنورین ضبود کے سامنے بیٹھے شرارت سے بولا تھا۔

وہ دونوں ایسے بات کر رہے تھے۔ جیسے باپ بیٹا نہیں بلکہ دو دوست ہوں۔

"بڈی جائے آج اس ضبود نے ایک بار پھر سے معاف کیا۔۔۔ اب جلدی کریں اور یہ والا ڈریس پہنیں یہ خاص میں نے آپ کے لیے بنایا ہے۔" ضبود ذوالنورین کا ہاتھ پکڑتے بیڈ کی جانب لاتے بولا تھا۔

"ضبود یار کتنی دفعہ کہا ہے بابا کہا کرو۔ ترس گیا ہوں تمہارے منہ سے بابا سننے کے

لیے۔۔ "ذوالنورین ضبود کو گود میں اٹھاتے بولا تھا۔

"اف اپ بھی عجیب ہیں پہلے مجھے کہتے ہیں کہ ضبود ہم دوست ہیں تو مجھے بڑی کہو اور اب مجھ بچارے کے منہ پر بڑی چڑھ گیا ہے تو کہتے ہیں بابا کہو۔۔۔ بابا یہ اچھا نہیں ہے میں تو اب بڑی ہی کہوں گے میری پیارے بابا۔۔۔ نہیں بڑی۔۔" پہلے بڑھوں کی طرح ماتھے پر مار کر بولتے ضبود نے آخر میں شرارت سے چھڑا تھا۔

"ہا ہا شرارتی بلے چلو جلدی سے یہ عادت بدلو میں بس تمہارے منہ سے بابا سننا چاہتا ہوں۔" ضبود کو گد گداتے ذوالنورین نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ جس پر ضبود بھی کھلکھلا دیا تھا۔

ان کی ہنسی کو سنتے نیچے بیٹھے جبرائیل صاحب مسکرا دیے تھے۔ جو آج کل ذوالنورین کی ریکوسٹ پر انہی کے ساتھ رہ رہے تھے۔

@ @ @ @ @ @ @

"ایس ایس پی سر! آپ کا شک ٹھیک نکلا ہے۔ کیا اپ ابھی میرے آفس میں آ سکتے ہیں۔ مجھے آپ کو مزید کچھ بتانا ہے" ذوالنورین جبرائیل صاحب اور ضبود کے ساتھ

دوہ کے کمرے میں قدم رکھنے ہی والا تھا کہ موبائل پر آتی کال پر اس کے قدم رکے
تھے اور وہ وہی سے پیچھے کی جانب مرا تھا۔

"ذوالنورین کہاں جا رہے ہو؟ چلو اندر چلو جانتے ہو تمہاری بے رخی کی وجہ سے میری
بہن کتنی پریشان ہو رہی ہے۔ آج تو تمہیں اندر جانا ہی ہوگا" صالح ذوالنورین کے
کندھوں پر ہاتھ رکھتے اسے زبردستی روکتے ہوئے بولا تھا۔

ذوالنورین نے چند لمحے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ پھر اس کا بازو پکڑتے بولا
تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن پہلے تم میرے ساتھ اپنی بہن کے ڈاکٹر کے پاس چلو۔ اس کے بعد
میں تمہاری بہن سے ملوں گا" ذوالنورین عجیب لہجے میں کہتے، صالح کو لیے آگے بڑھا
تھا۔

"خیریت تو ہے ذوالنورین، ڈاکٹر نے کیوں بلایا ہے؟ سب ٹھیک ہے نا؟ تو سنجیدہ کیوں
دیکھائی دے رہا ہے۔" صالح کو نجانے کیوں بے چینی ہوئی تھی۔

پر ذوالنورین اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے خاموش سے ڈاکٹر کے کیمین میں

داخل ہوا تھا۔ صالح بھی اس کے پیچھے ہی اندر آیا تھا۔

"السلام علیکم ایس ایس پی سر! آئیے بیٹھیے۔ میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔" ڈاکٹر نے ذوالنورین سے مصافحہ کیا تھا۔ جس پر سر ہلا کر ذوالنورین نے جواب دیا تھا۔

"سر جو ٹیسٹ اپ نے کہے تھے۔ ان کا ریزلٹ آگیا ہے اور آپ کا شک ٹھیک نکلا ہے۔ دوحہ میڈم جبرائیل صاحب کی ہی بیٹی ہیں" صالح جو ذوالنورین کے ساتھ چئیر پر بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر کی بات پر حیرانی سے وہ چئیر سے اٹھا تھا۔

"اپ کے کہنے کا کیا مطلب ہے ڈاکٹر؟" صالح کے لہجے میں موجود ناگواری صاف ظاہر تھی۔

جبکہ ذوالنورین کے چہرے پر ایک سکون کی لہر تھی جیسے اسے امید تھی کہ ڈاکٹر کیا کہنے والا ہے۔

"ریلیکس مسٹر صالح میں صرف وہی کہہ رہا ہوں جو اس ڈی این اے رپورٹ میں کہا ہے۔ اور یہ سب مجھے کرنے کے لیے ذوالنورین سر نے ہی کہا تھا۔ آپ چاہے تو اس سے پوچھ سکتے ہیں" ڈاکٹر صالح کے غصہ پر گھبرا کر بولا تھا۔

"ذوالنورین یہ ڈاکٹر کیا بکواس کر رہا ہے۔" صالح کا رخ اب ذوالنورین کی جانب تھا۔

"ڈاکٹر کیا آپ ہمیں دو منٹ دے سکتے ہیں؟" ذوالنورین کی ریکوسٹ پر ڈاکٹر باہر چلے گئے تھے۔ جبکہ ذوالنورین صالح کے کندھے پر ہلکاسہ دباؤ ڈال کر بولا تھا۔

"صالح مجھے غلط مت سمجھنا، میں یہ جو کچھ بھی کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ پیچھلے دو ماہ سے تم سٹیبل نہیں تھے اسی وجہ سے بہت سی باتیں میں نے تم سے چھپائی ہیں۔" ذوالنورین نے تمہید باندھی تھی۔

"جانتے ہو تیمور آغا دوحہ کے اصلی بابا نہیں ہے بلکہ اس نے دوحہ کو اسپتال سے چرایا تھا۔ اسی لیے تو اس نے دوحہ کے ساتھ برا کرنے سے پہلے کچھ بھی نہیں سوچا۔۔۔"

خیر اصل مدے پر آتا ہوں۔ کہ یہ بات مجھے اس میشن کی رات پتہ چلی تھی۔ لیکن مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی تھی یہ جاننے میں کہ دوحہ اصل میں کس کی بیٹی تھی۔ کیونکہ وہ میری بیوی ہے یہی بات میرے لیے کافی ہے۔

لیکن جب تمہارے اور دوحہ کے سرجری کے لیے ٹیسٹ ہوئے تھے تمہارا اور اس کے ٹیسٹو 99.9/ ملتے ہوئے آئے تھے۔ اس وقت میں پہلی بار ٹھنکا تھا کیونکہ ڈاکٹر زکے مطابق اتنی زیادہ مطابقت صرف فیملی میمبرز میں ہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کسی غیر میں

نہیں۔۔ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی تھی لیکن پھر میں یہ سوچ کر چپ ہو جاتا تھا کہ جبرائیل انکل نے کبھی کسی بیٹی کا ذکر نہیں کیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ صرف ایک اتفاق ہو۔۔۔ پر جانتے ہو آج سے دو ہفتہ پہلے تمہاری ڈسچارج کی رات میں نے عاقب کو جبرائیل انکل سے بحث کرتے سنا تھا کہ وہ تمہیں اس بات سے آگاہ کریں کہ ان کی کوئی بیٹی ہے جس کو وہ جب سے ڈھونڈ رہے ہیں جب وہ اپنی پیدائش کے چند لمحوں بعد ہی اغوا ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ پر وہ تمہاری طبیعت کے سبب تمہیں ابھی بتانا نہیں چاہتے تھے۔ نجانے کیوں مجھے اس وقت یقین نہ ہو گیا تھا کہ دو چہ جبرائیل انکل کی ہی بیٹی ہے۔ اور اس بات نے مجھے ایک موقع دیا تھا کہ میں ایک باپ اور بیٹی کو ملواؤں۔ مجھے پتہ ہے کہ میں نے معاشی لحاظ سے ایک ناپسندیدہ قدم اٹھایا ہے۔ لیکن اگر اس سے کسی کو خوشی ملتی ہے تو یہ تو اچھی بات ہے۔ اور دیکھ میرا شک ٹھیک نکلا اور تو میرا سالانہ نکلا" صالح کو سمجھاتے آخر میں ذوالنورین نے اسے ہنسانے کی خاطر کہا تھا۔

جبکہ صالح جس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس ان حالات میں روئے یا مسکرائے، ایک سکتے کی حالت میں بیٹھا تھا۔ ذوالنورین نے محبت سے اپنے یار کو بازوؤں میں بھینچا تھا۔

"ویکلم ہوم پار ٹنر!!" سرخ پھولوں کا گلہ سستہ دروازے پر کھڑی دوحہ کو دیتے ضبود نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا تھا۔

ضبود کے لاڈلے اظہار پر وہاں کھڑے ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔
 "تھینکیو پار ٹنر!" ضبود کے ماتھے پر بوسہ دیتے دوحہ مسکرائی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ اسپتال سے واپس آئے تھے۔

"ضبود تمہیں نہیں لگتا یہاں سے کچھ جلنے کی بو آرہی ہے۔" شیریں دوحہ اور ضبود کی محبت کو دیکھتے شرارتی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ذوالنورین کو چھیڑ کر بولا تھا۔
 "نہیں شیریں لا لاجھے تو نہیں ارہی" ضبود نے معصومیت سے سونگھنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ادھر ادھر نظریں گھمائیں تھیں۔ جبکہ باقی سب اس کی بات کا مفہوم سمجھتے مسکراہٹ رو کے کھڑے تھے۔

"نہیں یار دھیان دو۔ دیکھو ذوالنورین بھائی کے پاس سے جلنے کی بو آرہی ہے۔ کہی یہ تمہارے اور تمہاری پار ٹنر کے پیار پر جل تو نہیں رہے۔" شیریں نے سنجیدہ کھڑے ذوالنورین کی جانب جھکتے ہوئے انتہائی پرسوج انداز میں کہا تھا۔ جو نجانے کس سوچ

میں گم تھا۔

"میرے بابا کیوں جلنے لگے شیری بھائی آپ ہی جلتے ہو نگے ہم۔"

خبردار جو آپ نے میرے بابا کے خلاف کچھ بولا تھا "ضبود صاحب کا تو انداز دیکھنے والا تھا۔"

ذوالنورین پہلی بار سوچوں سے نکلتا اپنے بیٹے کے انداز پر مسکرایا تھا اور ضبود کو گود میں اٹھاتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"واہ واہ...!! لاڈ صاحب کے انداز تو دیکھو۔۔۔" شیری ضبود کے انداز پر مصنوعی انداز میں منہ بنا کر بولا تھا۔

ذوالنورین کے چہرے پر مامو بھتیجے کی لڑائی پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ چھائی تھی۔ جس پر دوحہ نے حسرت سے اسے دیکھا تھا۔

ذوالنورین نے ابھی تک اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دوحہ کو اندر ہی اندر پریشانی ہونے لگی تھی۔ کہ نجانے ذوالنورین اس کے ساتھ اب کیسا سلوک کرے گا۔ دوسری طرف ذوالنورین جس نے صالح کو فل وقت سب کو کچھ بھی بتانے سے منع کر

دیا تھا۔ کیونکہ وہ پہلے خود دوحہ کو آرام آرام سے بتانا چاہتا تھا۔ جوا بھی تک تیمور آغا کے متعلق بھی ٹھیک سے کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوحہ کسی بھی قسم کا سٹرس لے یہی وجہ تھی کہ وہ مسلسل اسی بارے میں سوچتے دوحہ کو مخاطب نہ کر سکا تھا۔

"ذوالنورین بیٹا دوحہ بچی ابھی اسپتال سے آئی ہے۔ میرے خیال سے تم اسے کمرے میں لے جاؤ تا کہ وہ آرام کر سکے اور ہم بھی سب اب چلتے ہیں کیونکہ رات کافی کور ہی ہے۔ ایسے میں مزید رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" جبرائیل صاحب جو ذوالنورین اور دوحہ کے درمیان کی کشیدگی کو دیکھ چکے تھے۔ ذوالنورین کو مخاطب کرتے بولے تھے۔

"ہاں بالکل بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اور گڑیا میرا بچہ ڈرو نہیں ذوالنورین کچھ نہیں کہے گا۔" پہلی بات اونچی آواز میں کہتے آخر میں صالح دوحہ کے قریب جھکتے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا پیار سے بولا تھا۔

اس کا دل تو اپنی بہن کو سینے سے لگانے کا کیا تھا۔ لیکن مجبوری ایسی تھی کہ وہ دل کی خواہش کو اندر ہی اندر دبا گیا تھا۔

صالح نم آنکھوں سے ذوالنورین کو دیکھتے ہلکا سا مسکرا کر باقی سب کے ساتھ واپسی کی

طرف مڑا تھا۔ جبکہ دوہ کو نجانے کیوں آج صالح کے لہجے میں ایک عجیب سی حسرت اور محبت کا احساس ہوا تھا۔ جس نے اس کے دل تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کہ آنکھیں بھی نم ہوئی تھی۔

"ضبود چلو آپ کے سونے کا بھی ٹائم ہو گیا ہے۔" یہ کہتے ہی حمنہ نے ضبود کو ذوالنورین کی گود سے پکڑا تھا۔ "بھائی آپ دوہ کو اوپر لے جائیں۔ میں تب تک آپ دنوں کے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں" حمنہ یہ کہتے ہی کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ جبکہ ذوالنورین نے اپنی طرف دیکھتی دوہ کو اب فرصت سے دیکھا تھا۔ جس نے ذوالنورین کے دیکھنے پر فوراً سے نظریں زمین پر جمائی تھی۔ اس کے انداز پر ذوالنورین زیرے لب مسکرایا تھا۔

پھر دوہ کو اچانک سے بازوؤں میں اٹھاتے اوپر کی جانب بڑھا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں۔ میں خود چل سکتی ہوں" دوہ اس سب پر ایک دم گھبراتے ذوالنورین کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

جو بغیر کچھ کہے چلتا جا رہا تھا۔

"جانتا ہوں ایک نفس پرست کی گود میں آکر آپ کو غصہ آرہا ہوگا لیکن فکر مت کریں اس نفس پرست کا مقصد صرف آپ کو کمرے تک پہنچا ہے۔ کیونکہ ابھی آپ کی حالت اتنی بھی ٹھیک نہیں ہوئی کے بھاگتی پھریں "ذوالنورین سنجیدگی سے بولتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔

ذوالنورین کا لہجہ طنزیہ نہیں تھا لیکن پھر بھی دوحہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"ادھر رکیں میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔ پھر میڈیسن دیتا ہوں۔" ذوالنورین نے اسے بیڈ پر بیٹھایا تھا۔

دوحہ کو بے ساختہ آج سے پانچ ماہ پہلے ہوئی رخصتی یاد آئی تھی۔ تب میں اور اب میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ دوحہ نے سر جھٹکتے باہر کی طرف بڑھتے ذوالنورین کا ہاتھ تیزی سے پکڑا تھا۔

"کیا ہوا؟ کہی درد ہو رہا ہے؟" دوحہ کی ہاتھ پکڑنے پر ذوالنورین بے تابی سے اس کے پاس جھکتے نرمی سے بولا تھا۔

دوحہ ایک بار پھر ذوالنورین کی نرمی پر شرمندہ ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کا ہاتھ چھوڑتے

بولی تھی۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا۔"

دوحہ کے جھکے چہرے کو چند پل دیکھنے کے بعد ذوالنورین گہری سانس بھرتے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"فضول کی باتوں کو ذہن میں جگہ مت دو دوحہ، سب کچھ ٹھیک ہے" دوحہ کے ماتھے پر شدت سے پُر اپنا لمس چھوڑتے ذوالنورین نے اس کے ذہن میں چلتی لا تعداد سوچوں کو پکڑا چاہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

اور ہوا بھی ایسا تھا کہ دوحہ اندر تک پر سکون ہو گئی تھی۔

@ @ @ @ @ @ @ @

"صالح کیا بات ہے جب سے اسپتال سے آئیں ہیں اپ تب سے پریشان دیکھائی دے رہے ہیں۔" عنایہ جو کب سے صالح کی سرخی مائل آنکھیں دیکھ رہی تھی۔ آخر جب مزید صالح کی ایسی حالت برداشت نہ ہوا تو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی تھی۔

"کچھ نہیں بس تھوڑی سی تھکاوٹ ہو رہی تھی۔ اس لیے تمہیں ایسے لگا" صالح نے

بمشکل خود کو مسکرانے کے قابل بنایا تھا۔

"کیا ہوا کیا یہاں پر درد ہو رہا ہے؟"

عنایہ صالح کے سینے پر ہاتھ رکھتی بے ساختہ اس کے قریب ہوئی تھی۔

"ہاں بہت زیادہ.." صالح نے نجانے کس رو میں بہت نم آنکھوں سے کہا تھا۔

شاید اندر پلتا غبار صالح کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

"ریلیکس صالح میں ابھی آپ کے لیے دوائی لے کر آتی ہوں۔ آپ پلینز کمزور مت پڑیں۔" عنایہ صالح کی جلتی آنکھوں پر اپنے نرم اور ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس رکھتے بے چینی سے بولی تھی۔

محبت کی دیوی شاید اس پر آج پوری طرح مہربان تھی اسی لیے تو اپنے محبوب شوہر کی تکلیف عنایہ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

"نہیں تم بس قریب رہو۔ کیونکہ میری ہر زخم کا علاج تم ہی ہو" عنایہ کی کمر کے گرد اپنی بازو کا جال بناتے صالح نے اس کے کندھے میں منہ چھپائے کہا تھا۔

صالح کے آنسوؤں عنایہ کے کندھے پر گر رہے تھے۔ عنایہ صالح کی حالت پر دھک

سے رہ گئی تھی۔ اس لیے اس کے سر پر نرم سے ہاتھ پھیرتے وہ برائے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"صالح مجھے لگتا ہے شاید کوئی اور بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ پلیز بتائیں نہ میں تو آپ کی بیوی ہوں نا۔۔۔ بیوی تو آپ کی نصف بہتر ہوتی ہے نا تو کیا آپ مجھ سے شئیر کر نہیں کریں گے؟" عنایہ نے آج اپنے منہ سے اپنے رشتے کا اقرار کرتے صالح کے دل کو ایک ٹھنڈک سی دی تھی۔

"ہاں بتاؤں گا صرف اپنی بیوی جس کے سارے حقوق میرے ہونگے۔ کیا صرف آج کے لیے مجھے میری بیوی مل سکتی ہے عنایہ۔۔۔ پکا میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگو۔ پر پلیز آج کے لیے میری ہو جائیں" صالح نے اپنا ماتھا عنایہ کے ماتھے سے ٹکراتے محبت سے پوچھا تھا۔

عنایہ کو اپنے شوہر پر فخر ہوا تھا۔ جس نے شادی کے ان پانچ ماہ میں کبھی اپنے وعدہ کو نہیں بھلایا تھا۔ جس نے ہمیشہ عنایہ کے احساسات کو مقدم رکھا تھا۔ اب عنایہ کی باری تھی وہ اپنے ڈر اور خدشات کی بدولت اسے اس کے حقوق سے محروم نہیں رکھ سکتی تھی۔

"صالح آپ میرے محبوب شوہر ہیں۔ آپ کو مجھ پر ہر طرح کا حق حاصل ہے۔"

صالح کے سینے میں چہرہ چھپائے عنایہ نے دھیرے سے کہا تھا۔

عنایہ کے اس مبہم سے اظہارِ محبت پر صالح کھل اٹھا تھا۔ عنایہ کے گرد حصار مضبوط

کرتے وہ عنایہ کے سر کو شدت سے بوسہ دیتے بولا تھا۔

"تھینکیو سوچ عنایہ۔۔" صالح نے یہ کہتے ہی عنایہ کو اپنی گود میں اٹھایا تھا۔

یہ رات ان کی محبت کی تکمیل کی رات ہوئی تھی۔ جس میں صالح نے عنایہ کو اپنے دل

کے ہر راز کا راز دار بنایا تھا اور عنایہ نے محبت سے اس کی ہر بات کو سنتے اسے حوصلہ دیا

تھا۔ وہ اپنے شوہر کی ہمدرد اور راز دار بنی تھی۔ اس رات محبت کی دیوی نے انہیں اپنے

شہر میں بہت خوشی سے خوش آمدید کہا تھا۔

رشتوں میں اختلاف اور نوک جھوک ہونا عام بات ہے لیکن اگر ہم دوسروں کے

خراب رشتوں کو دیکھ کر ساری عمر یہی سوچتے رہے کہ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہوگا اور

اپنے رشتے تباہ و برباد کر دیں تو ایسے میں ہم سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہوتا۔ جس کو

رب کے بنائے رشتوں پر یقین نہیں ہے اور عنایہ نے خود کو بے وقوف نہیں بلکہ عقل

مند ثابت کیا تھا۔

جس نے مشکل وقت میں اپنے شوہر کا سہارا بنتے اپنے تمام مفروضوں کو دور پھینکا تھا اور اپنے شوہر کے دل میں ہمیشہ کے لیے اپنے نام کا جھنڈا لگایا تھا۔

@ @ @ @ @

"ضرار وہ ڈیڈی کے کیس کا کیا بنا؟" رات کے ایک بج رہے تھے لیکن نیند دوحہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بیڈ کے دوسری جانب لیٹے ذوالنورین کا بازو ہلاتے ہوئے بولی تھی۔

"دوحہ پلیز نومور کو نسچین یار" ذوالنورین نے نیند میں ہی دوحہ کو اپنے قریب کرتے اپنے حصار میں لیا تھا۔ بچا اسارے دن کا تھکا ہوا تھا، ابھی تو لیٹا تھا۔

ذوالنورین کے ایک دم قریب آجانے پر دوحہ کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ پر آج اس نے احتجاج نہیں کیا تھا۔ بلکہ ذوالنورین کے کرتے پر لگے بٹنوں پر انگلی پھیرتے دوحہ کی سوچیں رکی نہیں تھی بلکہ مزید بڑھتی جا رہی تھی۔

"عدالت نے کیا فیصلہ دیا ذوالنورین؟" دوحہ نے ذوالنورین کے سینے پر سر رکھتے ایک بار پھر سے اسے پکارا تھا۔

"اپ کو کس نے بتایا کہ آج کیس کی ہئرینگ تھی۔" اپنی نیند کو پلکے جھپک کر زبردستی پیچھے بھاگتے ذوالنورین نے گہری سانس لیتے دوحہ کے سر کو ہلکے ہلکے تھپتھپاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے حمنہ آپ نے سب بتا دیا تھا ضرار، وہ ہمارے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں ضرار۔۔ میں تو ان کی بیٹی تھی نا اور باپ تو بیٹیوں کے لیے ایک سایہ دار شجر کی مانند ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ کیا کوئی باپ بھی کبھی بیٹیوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟؟"

ذوالنورین کے سینے میں منہ دیے آج دوحہ پہلی بار دل کا غبار نکال رہی تھی۔

"نہیں جو باپ ہوتے ہیں وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔۔" ذوالنورین نے لب بھینچتے کہا تھا۔

شاید وقت آگیا تھا کہ دوحہ کو حقیقت سے آگاہ کیا جاتا۔

"تو پھر میرے باپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟۔۔ انہوں نے مجھ سے میرا ماضی اور میرے وجود کی پہچان تک سب چھین لیا۔ مجھے آج بھی یاد نہیں کہ میرا ماضی کیا ہے۔۔۔۔۔۔" نم لہجے میں بولتی دوحہ اس وقت انتہائی تکلیف میں تھی۔ ذوالنورین کو ڈر تھا کہ کہی اس کا درد میں نہ ہو جائے اس لیے اس پر جھکتے دوحہ کی بات کو روک گیا

تھا۔

"ششش۔۔۔ بس چپ" دوحہ کی سانسوں کو اپنی سانسوں سے مہکاتے ذوالنورین نے اس کی تکلیف کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ دوحہ اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو قابو کرتے ذوالنورین کے سینے میں دو بار اسے منہ چھپا گئی تھی۔

"دوحہ میں آپ کو بہت سی حقیقتوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ نجانے آپ۔۔۔" ذوالنورین نے اپنے درمیان چھائی معنی خیز خاموشی کو توڑتے تمہید باندھی تھی۔

"میں برداشت کر پاؤں یا نہیں یہی نا" دوحہ نے پہلی بار ذوالنورین کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا۔ وہ زیادہ دیر ان گہری جھیل سی آنکھوں میں دیکھنا پائی تھی۔ اس لیے ذوالنورین کے کرتے کے بٹنوں پر دو بار اسے نظریں جمائے بولی تھی۔

"ذوالنورین حقیقت چاہے جتنی بھی تکلیف دہ ہو مجھے بس وہ جانتی ہے۔۔۔۔۔ فکر مت کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا" دوحہ نے مضبوط اور ضدی لہجے میں کہا تھا۔

"دوحہ تیمور آغانے جس بچے کو سب سے پہلے اغوا کیا تھا وہ بچہ۔۔۔۔۔ تم تھی۔"

تو ہمیشہ اس بچے کو دوسرے کا بیٹا سمجھتا تھا لیکن آج سمجھ آیا تھا کہ وہ بچہ تو اسی کے وجود کا حصہ تھا اسی لیے تو ضبود کی تکلیف پر دوحہ کا اپنا دل تڑپتا تھا۔

"مم۔۔۔ مجھے ضبود کے پاس جانا ہے۔۔۔ مجھے۔۔۔ مجھے اپنے بیٹے کو سینے سے لگانا ہے ضرار" دوحہ ایک دم صدمے سے نکلتے مچل کر اٹھی تھی۔

"دوحہ اس وقت رات کے دو بج رہے ہیں۔ وہ سو رہا ہوگا۔ ہم صبح اس سے ملیں گے" دوحہ کی ابتر حالت دیکھتے ذوالنورین نے اسے جلدی سے سینے میں بھینچتے کہا تھا۔

"وو۔۔۔ وہ ہمارا بچہ ہے ضرار۔۔۔ میرا اور تمہارا بچہ۔۔۔ ہمارا ضبود۔۔۔ مطلب میں اس کی ماما ہوں۔۔۔ اور آپ اس کے بابا۔۔۔" ذوالنورین کے سینے لگی دوحہ پھوٹ پھوٹ کر رونے کے ساتھ ساتھ ہنستے ہوئے بڑبڑانے لگی تھی۔

وہ دنوں ہلکی سی تکلیف اور بے پناہ خوشی کے ایک عجیب سے احساس سے گزر رہے تھے۔

"ہاں وہ میری دوحہ کی طرف سے مجھے دیا گا وہ پہلا تحفہ ہے جس نے مجھے ہجر کی اس تکلیف دہ راتوں میں مرنے سے بچایا ہے۔ جس کے وجود نے مجھے رب کی طرف لوٹایا

ہے۔ جو رب کی طرف سے میرے لیے وصل کا پیغام لایا تھا کہ ذوالنورین اغا تم دو حہ
ضرار اغا سے پھر ملو گے۔ لیکن شاید میں اپنی نویڈ و صل کو سمجھ نہ سکا تھا۔ "ذوالنورین
نم آنکھوں ڈے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

پھر دو حہ کی آنکھوں پر جھکتے ان پر لمس چھوڑتے اس نے دو حہ کے ماتھے کو معتبر کیا تھا۔
"تھینکیو سوچ دو حہ مجھے اتنا پیارا تحفہ دینے کے لیے۔۔۔" ذوالنورین گہری مسکراہٹ
سے بولا تھا۔

دو حہ شرماسی گئی تھی۔
NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
"دو حہ تیمور آغا کو عدالت نے پھانسی کی سزا دی ہے۔ میں اس پر مطمئن ہوں کہ آخر
ہمیں ہی نہیں ہر اس مظلوم انسان کو آج انصاف مل گیا جو اس کے ظلم کا ڈسا ہوا تھا۔
"ضرار اغا نے سنجیدگی سے کہا تھا

"الحمد للہ آج بہت سی ماؤں کے دلوں میں ٹھنڈک اتری ہوگی" دو حہ نے اندراٹھتی
ہلکی سی اس تکلیف کو دباتے کہا تھا۔ جو شاید اس وجہ سے ہوئی تھی کہ زندگی کا ایک حصہ
اس نے اس شخص کو اپنا باپ سمجھتے گزاری تھی۔ اتنی جلدی بدلاؤ ممکن نہیں تھا۔

"دوحہ جاناں ایک خوشی کی خبر بھی آپ کے لیے" ذوالنورین نے کچھ دیر بعد دوحہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔ جو اس وقت صرف رات کے تیزی سے گزرنے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ اپنے بیٹے سے مل سکے۔

"وہ کیا؟"

"کیا آپ اپنی اصل فیملی سے ملنا چاہتی ہیں؟"

"کک۔۔ کیا آپ ان سے ملے ہوئے ہیں؟ لیکن کیسے؟ اور کب؟ اور کون ہے وہ؟"

"ریلیکس ان سے میں ہی نہیں آپ بھی ملی ہوئی ہیں اور شاید بہت عرصہ سے انہیں جانتی ہیں"

"مطلب؟؟؟"

"دوحہ یہ تمہاری خوش قسمتی تھی، آزمائشوں کا اختتام تھا یا کسی کے صبر کا پھل تھا کہ رب نے مجھے خود ہاتھ پکڑ کر تمہاری فیملی سے ملا دیا۔" یہ کہتے ہی ذوالنورین بیڈ سے اٹھا تھا اور ایک فائل دوحہ کے سامنے رکھتے ہوئے بولا

"دوحہ جبرائیل انکل تمہارے والد ہیں۔ اصل والد۔۔ جو تمہیں بچپن سے ڈھونڈ

رہے ہیں۔ لیکن ابھی یہ بات میرے صالح اور تمہارے علاؤہ کسی کو نہیں پتہ کہ تم ہی ان کی بیٹی ہو۔ "دوحہ کے پاس بیٹھتے ذوالنورین نے اسے اپنی بازو کے حصار میں لیا تھا۔ جو ایک بار پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

"بس دوحہ جاناں یا ایک رات میں اور کتنا روگی۔۔۔ پتہ نہیں آنکھیں تو میری سمندر کی طرح ہیں لیکن آنسوؤں آپ کی آنکھوں سے اتنے کیوں بہتے ہیں" دوحہ کو چپ نہ ہوتے دیکھ ذوالنورین نے بچا رگی سے کہا تھا۔

"ہاں تو میں الگ تھوڑی ناہوں آپ سے میرے ضرار۔۔۔ صرف اور صرف میرے ضرار۔۔۔" دوحہ بھی ذوالنورین کی بات کے جواب میں مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں دوحہ کا ضرار صرف اور صرف میری دوحہ کا" دوحہ کے ناک کو چومتے ذوالنورین بھی محبت سے بولا تھا۔

غموں کا اہتمام تھا یقیناً ایک نئی صبح ان کا انتظار کر رہی تھی۔

@@@@

"اپ سب نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنے سے پورے چار سال چھوٹے لڑکے سے

شادی کروں گی۔ ہر گز نہیں ہر گز ہر گز نہیں۔۔۔ وہ ایک بچہ ہے اس لیے میری طرف سے ناہی سمجھیں۔۔۔ "دوحہ اور ذوالنورین کے سامنے بیٹھی حمہ ایک دم اچھل کر بولی تھی۔

"مرد چاہے چھوٹا ہو تب بھی بڑا ہی ہوتا ہے۔۔۔ میں نہیں مانتا ان چار سالوں کو مس حمہ اس لیے تیار رہیں اگلے ہفتے آپ کا مجھ سے نکاح ہے" شیریں جو جانے کب آیا تھا اور دروازے پر کھڑا سن رہا تھا ایک دم غصہ سے بولا تھا۔

"حد ہے جب دلہن ہی نہیں راضی تو میں بھی دیکھتی ہوں نکاح کیسے ہوتا ہے۔۔۔ ہمہ شوخا بندر نا ہو تو۔۔۔" شیریں کو اونچی آواز میں جواب دیتے حمہ دوسری طرف چلی گئی تھی۔

دوحہ اور ضرار جو بت بنیں ایک دوسرے کو دیکھتے حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حیران پریشان بیٹھے تھے کہ ابھی رشتے کی بات چلی تھی اور یہاں پر ایک محاز چھڑ گیا تھا اور تو اور دلے میاں نکاح کا دن بھی فائنل کر کے چلے گئے تھے۔

@@@@@@@@@@

سورج کی کرنیں چہرے پر پڑتے ہی دوحہ نے آنکھیں کھولیں تو نظروں کے سامنے موجود منظر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکان نے احاطہ کیا تھا۔ جہاں ضبود ذوالنورین کے سینے پر لیٹا سو رہا تھا۔

"گڈ مارنگ!" دوحہ کو اٹھتا ہوا دیکھ کر ذوالنورین مسکرا کر بول تھا۔

"مارنگ! کیا ٹائم ہو رہا ہے؟" دوحہ ذوالنورین کے قریب ہوتے ضبود کے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرا تھا۔

"دس بج رہے ہیں۔ آپ نماز پڑھ کر تو سوئی تھیں اس لیے پھر میں نے آپ کو جلدی نہیں اٹھایا اور یہ آپ کا بیٹا جو ہمیں اٹھانے کی غرض سے آیا تھا۔ خود بھی لیٹ گیا۔ نیند کے معاملے میں بالکل اپنی ماما پر گیا ہے۔" آخری جملہ ذوالنورین نے شرارت سے کہا تھا۔

دوحہ ذوالنورین کی بات پر شرم سے سرخ ہوئی تھی اور ذوالنورین سے نظریں چراتے ضبود کے چہرے پر بوسہ دیتے بولی تھی۔

"میرا پیارا بیٹا" دوحہ کے پیار پر ذوالنورین کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

جبکہ ضبود مندی مندی آنکھیں کھول کر دوحہ کے چہرے پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

"اور آپ میری پیاری پار ٹنر" ضبود کا جواب آج دوحہ کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ کیونکہ آج شاید وہ اس کے چھوٹے چھوٹے لبوں سے اپنے لیے ماما سننا چاہتی تھی۔

"ضبود یہ آپ کی نہیں میری پار ٹنر ہیں۔ اس لیے اب سے آپ دوحہ کو صرف ماما کہیں گے" ذوالنورین نے دوحہ کے چہرے کی رونق کو مدھم پڑتے دیکھ ضبود کو ٹوکا تھا۔

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ میری ماما نہیں ہیں۔" ضبود نے نا سمجھی سے کہا تھا۔

"اصل میں ضبود آپ کے ڈیڈی نے آپ کی ماما دوحہ کو بہت زیادہ ہرٹ کیا تھا۔ اسی وجہ سے دوحہ ہم سے ناراض ہو چلی گئی تھی اور میں نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ پر اب میں نے ان سے سوری کر لی ہے۔ اسی لیے انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہے اور وہ ضبود کے پاس واپس آ گئی ہیں۔ دوحہ ہی آپ کی ریل ماما ہے ضبود، اس لیے اب میرا پیارا بچہ دوحہ کو صرف ماما کہے گا۔ ٹھیک ہے نا؟؟" ذوالنورین کے سمجھانے پر ضبود کی گہری جھیل سی آنکھوں میں آنسوؤں آ گئے تھے۔

وہ فوراً سے ذوالنورین سے دوحہ کے پاس آیا تھا اور چہرے پر بوسہ دیتے بولا تھا۔

"آئم سوری ماما ضبود نے آپ کو ہرٹ کیا ہے نا لیکن پلیرز آپ پھر سے مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ میں نے آپ کو بہت مس کیا تھا ماما۔ سب کہتے تھے کہ ضبود کی ماما نہیں ہے۔ اب میں سب کو بتاؤں گا میری ماما واپس آگئی ہیں۔ اب میں آپ کو کہی نہیں جانے دوں گا۔ ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ اگر کبھی بابا آپ کو ڈانٹیں تو ماما آپ اکیلے کہی مت جانا بلکہ آپ مجھے بھی ساتھ لے کر جانا۔ کیونکہ ضبود اپنی ماما سے بہت محبت کرتا ہے ماما اور وہ آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" ضبود کے لہجے میں موجود محبت، تشنگی، حسرت اور ڈر نے دوحہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر دی تھی۔

"ماما کی جان ماما کبھی اپنے بچے کو چھوڑ کر نہیں جائیں گی بلکہ اب اگر آپ کے بابا مجھے کھینچ کے بھی نکالیں تو نہیں جاؤں گی بلکہ ہم مل کر آپ کے بابا کو ہی گھر سے نکال دیں گے۔ پھر جب تک آپ کے بابا سدھر نہیں جائیں گے ہم انہیں واپس نہیں بلائیں گے۔ اب میں ہمیشہ اپنے بچے کے پاس رہوں گی" دوحہ نے ضبود کے ماتھے پر بوسہ دیتے محبت سے کہا تھا۔

ذوالنورین اس کی بات پر ان شاء اللہ کہتا، ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"لو یو ماما" ضبود نے دوحہ کو زور سے ہگ کیا تھا۔

"لو یو ٹو پیٹا" بدلہ میں دوحہ نے بھی اتنی محبت سے جواب دیا تھا

"اینڈ آئی لو بوتھ آف یو تھری فور اینڈ سو آن ٹائم۔" ذوالنورین نے کہتے ان دونوں کو

اپنے حصار میں لیا تھا۔

جس پر وہ تینوں ہنس پڑے تھے۔ ایک مکمل فیملی کی تصویر پیش کرتے وہ اس وقت

خوش اور مطمئن تھے۔



"السلام علیکم انکل!" جبرائیل صاحب کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ذوالنورین نے کہا تھا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔ جب ذوالنورین دوحہ کو لے کر جبرائیل صاحب کے گھر

آیا تھا۔ جس کا بس چلتا تو وہ صبح اٹھتے ہی یہاں اڑ کر آ جاتی لیکن ذوالنورین کو ایک کام کی

وجہ سے آفس جانا پڑا تھا اسی وجہ سے وہ لوگ ابھی آئے تھے۔

"ارے واہ علیکم سلام بر خور دار کیسے ہو؟ شکر ہے تم بھی میری بیٹا اور بیٹی کو لے کر

یہاں آئے "جبرائیل صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ضبود کو اٹھایا تھا۔

ان کی بات پر دوحہ کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔

اتنی دیر میں صالح اور عنایہ بھی یہاں چلے آئے تھے۔ عنایہ فوراً سے ذوالنورین کی طرف بڑھی تھی۔

"کیسے ہیں لالا؟"

"میں بالکل ٹھیک اور میری گڑیا کیسی ہے؟"

"میں بھی ٹھیک لالا"

ان کی محبت پر صالح اور دوحہ نے اچانک سے ایک دوسری کی جانب دیکھا تھا۔ بہن بھائی تو وہ دنوں بھی تھے لیکن وہ اتنے دور کیوں تھے۔ دوحہ کی نم آنکھیں دیکھ کر صالح خود ہی آگے بڑھا تھا۔ اور دوحہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

"کیسی ہے میری بیٹی" صالح کے لہجے کی محبت پر دوحہ اپنے اٹڈ آنے والے آنسوؤں کو روکتے صالح کے سینے سے لگتی بولی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں بھائی" دوحہ کے رد عمل پر صالح نے فوراً سے ذوالنورین کی طرف دیکھا تھا۔ جس کی مسکراتی آنکھیں صالح کو اندر تک پر سکون اور خوش کر گئی تھی۔

"خوش رہو میری جان" صالح نے اپنی بہن کو باہوں میں بھینچتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

صالح اور دوحہ کے ملنے کے انداز پر عنایہ اور ذوالنورین کے علاوہ باقی سب کنفیوز سے تھے۔

"کیا ہوا آپ سب کھڑے کیوں ہیں بیٹھیں نا" عنایہ نے اس خاموشی کو توڑتے کہا تھا۔

جس پر عاقب اور شیریں سر جھٹکتے ذوالنورین کی طرف آئے تھے۔ جبکہ جبرائیل صاحب بھی دوحہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"کیسی ہو بیٹی؟" جبرائیل صاحب دوحہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے تھے۔ جو صالح کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہو بابا" دوحہ کے منہ سے بابا سن کر جبرائیل صاحب کی آنکھیں نم سی ہوئی تھی۔ برسوں پہلے دیکھی اپنی میرال کی ایک جھلک نظروں کے سامنے سے گزری

تھی۔

"بابا اپنی میرال کو سینے سے نہیں لگائیں گے؟" جبرائیل صاحب کے ہاتھ سے ضبود کو لیتے صالح نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

"میری میرال.. "کپکپاتی آواز کے ساتھ بے یقینی سے جبرائیل صاحب نے صالح کو دیکھا تھا۔

"بالکل آپکی بیٹی میرال اور ہماری بہن جواب آپ کے ذوالنورین کی بیوی ہے دوحہ" سر جھکا کر روتی کھڑی دوحہ کو اپنی بازوؤں کے حصار میں لے کر صالح جبرائیل صاحب کے سامنے کرتے بولا تھا۔

"مم۔۔۔ میری بیٹی!" بہتی آنکھوں کے ساتھ دوحہ کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے جبرائیل صاحب کی حالت قابل رحم تھی۔

25 سال کی ایک کڑی آزمائش سے گزرنے کے بعد آج انہیں اپنی بیٹی کا پہلا لمس میسر آیا تھا۔

دوحہ بھی باپ کی ایک پکار پر بے تابی سے ان کے گلے لگی تھی۔ ایک سکون کا احساس تھا

جودونوں کے درمیان ابھرا تھا۔

"کیا مجھے بھی کوئی بتائیے گا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" جبرائیل صاحب کے بعد عاقب نے بھی اپنی بہن کو سینے سے لگایا تھا۔ جبکہ شیریں جو بچہ آج پہلی بار اس حقیقت سے متعارف ہو رہا تھا کہ اس کی کوئی بہن بھی ہے، صدمہ سے منہ کھولے بولا تھا۔

"شیریں بھائی۔۔۔ نہیں ماما نے کہا آپ میرے ماموں ہیں تو شیریں ماموں یہاں سب ماما سے مل رہے ہیں۔ کیا آپ کو دیکھ نہیں رہا؟!" ضبود اس کی طرف دیکھ کر معصومیت سے بولا تھا۔

اس کی بات پر سب کھلکھلا اٹھے تھے۔

"ہائے اللہ جی کیسا انقلابی دن ہے ابھی ایک لمحہ پہلے مجھے بہن کی نوید ملی ہے اور دوسرے لمحہ مجھے ماموں بھی بنا دیا گیا ہے" ماحول کے سنجیدہ پن کو کم کرنے کے لیے شیریں جان بوجھ کر شرارت سے نم آنکھوں سے بولا تھا۔

جس پر سب نے قہقہہ لگایا تھا۔

"بس کر گدھے ادھر آ بہن سے مل" عاقب نے گھسیٹ کر شیریں کو دوحہ کے قریب

کیا تھا۔

"ہائے دوحہ آپنی مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے۔۔۔ کہ ڈی جی یعنی ایک سنگرمیری بہن نکل آئی ہے اور وہ اس وقت میرے پاس ہے۔ اوو لویو بابا یوار گریٹ۔۔۔" شیریں دوحہ کو اپنی باہوں میں بھینچتے اس کے سر پر بوسہ دیتے خوشی سے چہکتے جبرائیل صاحب کو آنکھ مار کر بولا تھا۔

جس پر جبرائیل صاحب نے مسکراتے اس کے کندھے پر تھپڑ لگایا تھا۔
محبت، خلوص اور احساس کی ایک رونق لگی جبرائیل صاحب کے گھر میں، جہاں دوحہ ذوالنورین آغا چمکتے چہرے کے ساتھ باپ اور بھائیوں کے درمیان بیٹھی تھی۔
ذوالنورین تو بس محبت بھری نظروں سے اپنی جاناں کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس کی رونق یہاں آنے سے بڑھ گئی تھی۔

"اہم۔۔۔ چونکہ آج آپ سب یہاں ہیں تو مجھے ایک اور بہت بڑے راز سے پردہ اٹھانا ہے۔" اچانک ذوالنورین نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ گلا کھنکھار کر کہا تھا۔

"آج تو ہر بات سے پردہ اٹھ رہا ہے۔۔۔ خیر تو ہے؟ چلیں آپ بھی بتا ہی دیں" شیریں کی

زبان کو کبھی سکون نہیں مل سکتا۔

"اصل میں ضبود میرا اور دوحہ کا اصل بیٹا ہے۔ وہ میری اولاد ہے۔"

ذوالنورین کی بات پر کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

@ @ @ @ @ @ @ @

دوحہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ذوالنورین کو حوصلہ دیا تھا۔

"آج سے چھ سے پہلے کی اس رات تیمور آغانے مجھے دوحہ کی زندگی سے نکالنے کے لیے مجھے دھوکہ سے نشہ آور ادویات دی تھی۔۔۔۔ اور مجھ سے وہ غلطی ہوئی تھی جس نے دوحہ کو تکلیف دی تھی۔۔۔۔۔ ضبود میرے اور دوحہ کی اصل اولاد ہے جسے تیمور آغانے ترس کھا کر میرے تک بھیجا تھا۔ لیکن مجھے اس کی حقیقت نہیں بتائی تھی۔ دو ماہ پہلے جب تیمور آغا کو میں پکڑنے گیا تھا۔ تب اس نے یہ بات بتائی تھی۔۔۔"

ذوالنورین نے تلو لفظوں میں بات بتاتے خاموش ہوا تھا۔ اس وقت وہ صرف دوحہ کو دیکھ رہا تھا۔ جس کا سر جانے کیوں جھک گیا تھا۔

"میں آج آپ سب کے سامنے دوحہ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں کیونکہ جو بھی ہوا اس

میں سب سے زیادہ تکلیف دوحہ کو اٹھانی پڑی ہے۔ اگر میں نشہء کی حالت میں۔۔۔۔
 کبھی دوحہ ہرٹ نہ ہوتی۔۔۔ کبھی اس کا ایکسڈنٹ نہ ہوتا اور نہ وہ اپنی یاداشت کے ساتھ
 چہرہ بھی کھودیتی۔۔۔۔

آئم سوری دوحہ ذوالنورین ضرار آغا "دوحہ کے سامنے قدموں میں بیٹھے ذوالنورین
 نے ہاتھ جوڑے تھے۔

اس دیوانہ کی حالت پر جہاں دوحہ نے تڑپ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔۔۔
 وہی وہاں بیٹھے ہر شخص نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے رشک سے اسے دیکھا تھا۔
 جو اپنی بیوی کو سب کے سامنے معتبر کر گیا تھا۔

جبرائیل صاحب کے دل میں جہاں اپنی بیٹی کے نصیب میں لکھے اتنے بہترین شخص کو
 دیکھ کر سکون کی لہر اٹھی تھی۔

وہی صالح کمال کی آنکھوں میں اپنے یار کے لیے محبت مزید بڑھی تھی۔

"انگل میں دوحہ کو دنیا کی ہر خوشی دینا چاہتا ہوں اور اس چیز کا آغاز میں، آپ کی شفقت
 کے سائے میں، اپنی شادی سے کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اور دوحہ کی

باقاعدہ طور پر مہندی برات اور ولیمہ ہوں۔ اور میں ایک بار پھر سے دوحہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں " ذوالنورین کی بات پر جہاں دوحہ کی حیرت سے آنکھیں کھلی تھی وہی شیریں نے خوشی سے نعرہ لگایا تھا۔

"ہا یو وو۔۔۔ گریٹ لالایا آپ تو چھا گئے۔۔۔ بابا جلدی سے ذوالنورین بھائی کے پرپوزل کو ہاں کریں نا۔۔۔" شیریں کی جلد بازی دیکھنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر تب تک میری بیٹی میرے پاس رہے گی اور اس کی رخصتی میں خود کروں گا۔" جبرائیل صاحب کی رضامندی کے ساتھ کی گئی بات پر ذوالنورین کے چہرے کے زاویے تھوڑے بگڑے تھے۔

"لیکن انکل علیحدہ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔"

"ہا ہا ہا ذوالنورین بھائی پلیز تھوڑا صبر کر لے پھر میری بہن آپ کے پاس ہی ہوگی۔ ہم بچاروں کو تو کچھ دن گزار لینے دیں" عاقب کی التجاء بھی ابھری تھی۔ جس پر ذوالنورین نے دوحہ کی طرف دیکھا تھا۔ جس کی آنکھوں میں بھی کہی نا کہی یہی خواہش تھی۔

"ٹھیک ہے پھر آج سے ہفتے بعد میں میں برات لے کر آؤں گا" ذوالنورین نے صوفہ پر بیٹھتے اعلان کیا تھا۔

"بابا میں تب تک ماما کے ساتھ رہوں گی" ضبود صاحب نے بھی فیصلہ سنایا تھا۔

"ہا ہا ہا ضبود آج لگا ہے نہ تو اپنے ماموں کا بھتیجا۔۔۔ سچی کب سے خواہش تھی تجھے

ذوالنورین بھائی کے خلاف دیکھنے کی" شیری نے ضبود کی بات پر خوب لطف لیا تھا۔

"اچھی یاری ہے بڑی کہ ماں کے آتے ہی تم تو بدل گئے" ماں کے ساتھ چپکے بیٹھے ضبود

کو دیکھ کر ذوالنورین بچپارگی سے بولا تھا۔

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایسی بات نہیں ہے بڑی میں آپ سے ہی پیار کرتا ہوں لیکن میری ماما بھی ابھی ملی

ہیں مجھے اس لیے مجھے ان کے ساتھ رہنا ہے"

"ٹھیک ہے یار رہ لے تو بھی"۔۔

"اگر ایسا ہے تو بابا کیا میں بھائی کی شادی کے لیے ان کے پاس چلی جاؤں۔" عنایہ نے

بھی جبرائیل صاحب سے اجازت چاہی تھی۔ وہی اب صالح کی جان بھی لبوں پر آگئی

تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا وہاں بھی تیاریوں کی ضرورت ہوگی تو اپ چلی جائیں۔۔ اور ہاں میرا خیال ہے کہ اب صالح اور عنایہ کے ولیمہ کا فنکشن بھی تب ہی کر لیں گے اور ذوالنورین بیٹا میں چاہتا ہوں کہ شیری اور حمنہ کا رشتہ بھی ساتھ ہی پکا کر دیا جائے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"انکل خیال تو بہت اچھا ہے لیکن میں اچھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔ جب تک حمنہ آپ سے بات نہ کر لوں" ذوالنورین کی بات جبرائیل صاحب کو بھی ٹھیک لگی تھی۔

@@@@@@@@@@

"اپ سب نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنے سے پورے چار سال چھوٹے لڑکے سے شادی کروں گی۔ ہر گز نہیں ہر گز ہر گز نہیں۔۔ وہ ایک بچہ ہے اس لیے میری طرف سے نہ سمجھیں۔۔" دوحہ اور ذوالنورین کے سامنے بیٹھی حمنہ ایک دم اچھل کر بولی تھی۔

"مرد چاہے چھوٹا ہو تب بھی بڑا ہی ہوتا ہے۔۔ میں نہیں مانتا ان چار سالوں کو مس حمنہ اس لیے تیار رہیں اگلے ہفتے آپ کا مجھ سے نکاح ہے" شیری جو جانے کب آیا تھا اور دروازے پر کھڑا سن رہا تھا ایک دم غصہ سے بولا تھا۔

"حد ہے جب دلہن ہی نہیں راضی تو میں بھی دیکھتی ہوں نکاح کیسے ہوتا ہے۔۔ ہم شوخا بندرنا ہو تو۔۔" شیری کو اونچی اواز میں جواب دیتے حمہ دوسری طرف چلی گئی تھی۔

دوہ اور ضرار جو بت بنیں ایک دوسرے کو دیکھتے حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حیران پریشان بیٹھے تھے کہ ابھی صرف رشتے کی بات چلی تھی اور یہاں پر ایک محاز چھڑ گیا تھا اور تو اور دلہے میاں نکاح کا دن بھی فائنل کر کے چلے گئے تھے۔

"میں دیکھتی ہوں ذوالنورین" دوہ ذوالنورین سے کہتی خود حمہ کے پیچھے گئی تھی۔
 "حمہ آپ یار کیا برائی ہے اس شادی۔۔ شیری آپ سے صرف چار سال ہی تو چھوٹا ہے۔۔ اتنا تاج ڈفرنس تو چل ہی جاتا ہے۔۔ دیکھیں ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شادی بھی تو حضرت خدیجہ (رضہ) سے ہوئی تھی جو آپ سے ایک دو سال نہیں بلکہ پندرہ سال بڑھی تھی۔ تو آپ کیوں یہ شادی نہیں کر سکتی" دوہ نے اسے سمجھانا چاہا تھا

"دوہ اصل مسئلہ اس کی یا میری عمر نہیں میری جان۔۔ اول مسئلہ اس کا امیچور ہونا ہے۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایک شوہر ہونے کے لحاظ سے مجھے کبھی پروٹیکٹ کر سکتا

ہے "حنمنہ نے الجھن اور بے چینی سے پر لہجے میں بودھی سی دلیل دی تھی۔

"آپی دیکھیں یہ مت سوچئے گا کہ میں یہاں اپنے بھائی کی حمایت میں آئی ہوں۔ بلکہ یہاں میں صرف آپ کی چھوٹی بہن بن کر آئی ہوں جو چاہتی ہے آپ ہمیشہ اس کے پاس رہیں۔۔۔۔۔ آپی دیکھیں میں مانتی ہوں کہ شیری تھوڑا نک کھٹ اور شرارتی ہے۔ لیکن اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ وہ ایک غیر ذمہ دار انسان ہیں۔ جانتی ہیں یہ دودن جو میں نے اپنے گھر میں گزارے ہیں۔ اس میں صالح بھائی نے اگر مجھے ہاتھوں کا چھالا بنا کر رکھا ہے، اور عاقب بھائی میری ہر خواہش کو منٹوں میں پورا کیا ہے۔ تو وہی شیری میرے لیے حد سے زیادہ حساس ثابت ہوا ہے۔ جانتی ہے وہ ہر رات سونے سے پہلے میرے سر کی مالش کرتا ہے۔۔۔ وہ مجھ سے ہر وہ بات سنیر کرتا ہے جو ایک بہن اپنی دوسری بہن سے کر سکتی ہے۔۔۔ اس سے بات کرتے وقت مجھے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔۔۔ جب ایسا خیال رکھنے والا شخص کسی کا شوہر بنے گا تو دیکھ لیجئے گا وہ اپنی بیوی کو پلکوں پر بیٹھا کر رکھے گا۔۔۔ میرا وعدہ ہے آپی کے شیری آپ کے مستقبل کو خوشیوں سے بھر دے گا۔ اس لیے پلیز ہاں کر دیں۔ " دوحہ نے حمنہ کے ہاتھوں کو ہلکے سے دبا کر اپنے ساتھ کا یقین دلاتے کہا تھا۔

"دوہ آپنی ٹھیک کہہ رہی ہیں حمہہ آپنی۔۔۔ پلیز ہاں کر دیں۔۔ دیکھیں میں آپ پر کبھی بڑی بن کر روعب نہیں ڈالوں گی بلکہ جو میری دیورانی کہے گی وہی کروں گی۔"

عنایہ جو دروازے پر کھڑی تھی وہ بھی بچارگی سے کہتی اندر آئی تھی۔

اس کی بات پر جہاں دوہ نے ہنسی ضبط کی تھی وہی حمہہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔ آخر ایسی محبت کرنے والی فیملی اسے اور کہاں مل سکتی تھی۔ اگر وہ اب بھی اپنی گزری زندگی کی محرومیوں کو دیکھتی رہتی تو شاید وہ بد قسمت کہلاتی لیکن حمہہ نے رشتے پر رضامندی دے کر خود کو خوش قسمت بنالیا تھا۔



@@@@@@

"نکاح مبارک ہو مسسز حمہہ شہیر کمال، میری بیوی بننے کے بعد بہت خوبصورت لگ رہی ہیں" اسلام آباد کی ان خوبصورت اور پر لطف فضاؤں میں، فیصل مسجد کے احاطہ میں کھڑے شیریں نے حمہہ کی بازو میں ایک خوبصورت سی ڈائمنڈ بریسلٹ پہناتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر مبارک مسٹر شہیر کمال۔۔ ویسے اپ بھی میرے شوہر بننے کے بعد کافی ہینڈ سم لگ رہے ہیں" حمہہ نے بھی شیریں کی شرارت کا جواب شرارت سے دیا تھا۔ جس پر وہ

دونوں مسکرا دیے تھے۔

ابھی کچھ دیر پہلے ان کے نکاح کی رسم ادا کی گئی تھی۔ جس میں حمہ نے دل سے اس رشتے کو قبول کیا تھا۔ ان کی رخصتی شیری کے فائنل کے بعد یعنی کے تین ماہ بعد رکھی گئی تھی۔ جس پر شیری نے احتجاج تو بہت کیا تھا۔ پر کسی نے اس کی چلنے نہیں دی تھی۔

"دو حہ جبرائیل کمال ولد جبرائیل کمال آپ کا نکاح ذوالنورین ضرار آغا ولد دایاں آغا کے ساتھ پانچ لاکھ حق مہر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کیا آپ نے قبول کیا؟" مولوی صاحب کی آواز نے شیری اور حمہ کا دھیان دو حہ کی طرف کیا تھا۔

دو حہ اپنی برات پر بلڈ رنگ کا لہنگا پہنے خوبصورت سے میک اپ میں انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"اما جلدی سے یس کہیں نا۔" باپ کے جیسے سکھ کلر کی شیر وانی پہنے ضبود جوماں کے ہاں سننے کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔ آخر کار بول ہی پڑا تھا۔

جس پر سب لوگ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"قبول ہے قبول ہے قبول ہے۔" جانے کیوں تیسری بار نکاح کرتے وقت بھی دو حہ

کے دل میں عجیب مگر انتہائی خوبصورت احساس ابھرے تھے۔ یہ پیچھے چند دنوں میں اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جتنے حسین پل اس نے گزارے تھے اس کے بعد آج ان سے علیحدگی کے وقت وہ بہت ایمو شنل ہو رہی تھی۔

جبرائیل صاحب نے اپنی لاڈلی بیٹی کے ماتھے پر بوسہ دیتے ایک گہری پرسکون سانس خارج کی تھی۔ وہ آج سچ میں کافی پرسکون تھے۔

"ذوالنورین ضرار آغا ولد دایاں آغا آپ کا نکاح دو حہ جبرائیل کمال آغا ولد جبرائیل کمال سے پانچ لاکھ بحق مہر عوض کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے قبول کیا؟" مولوی صاحب نے ذوالنورین سے پوچھا تھا۔

"قبول ہے قبول ہے قبول ہے.. "آخر کار تیسری بار بھی اس نے اتنی محبت اور اپنائیت سے دو حہ کو زندگی میں خوش آمدید کہا تھا۔ جتنا پہلی بار کہا تھا۔

ضبود خوشی سے چیتا پہلے باپ کے گلے لگا تھا اور پھر ماں کے گلے لگا تھا۔

"بابا میرا میرا بھتیجا بہت لکی ہے جس کو کم از کم بڑے ہو کر یہ ملال تو نہ ہو گا کہ ماما میں آپ کی شادی میں کیوں نہیں تھا۔ ہا۔۔ کاش میں بھی آپ کی اور ماما کی شادی دیکھ

سکتا۔۔ "شیری ضبود کی خوشی کو دیکھتے مصنوعی سانس خارج کرتے بولا تھا۔

جس پر سب نے قہقہہ لگا تھا۔ جبکہ دوحہ شرم سے سرخ پڑتی سر جھکا گئی تھی۔ ذوالنورین نے محبت پاش نظروں سے دوحہ کو دیکھا تھا۔

@@@@@@

"بابا مجھے نا ایک عدد بہن چاہیے۔ آپ پلیز اسے جلدی سے لادیں" ضبود صاحب نے اپنے باپ کو، جو ابھی اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا، اس کا ہاتھ پکڑ کر ایسے آڈر دیا تھا جیسے اس کی بہن تو سیدھا ڈاؤن لوڈ کیا جانا تھا۔

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

"اچھا کہاں سے لا کر دوں۔" ذوالنورین نے ضبود کو اٹھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بابا جب ماما کی رخصتی ہوئی تھی تب مجھے شیری انکل نے بتایا تھا کہ آپ میجیکل ولڈ سے میرے لیے بہن لا سکتے ہیں۔ اس لیے بس مجھے میری بہن چاہیے آپ پلیز مجھے لا دیں" ضبود نے معصومیت سے کہتے آخر میں ذوالنورین کے چہرے پر پیار سے بوسہ دیتے مسکا لگا تھا۔

ذوالنورین نے شرارت سے دوحہ کی جانب دیکھا تھا۔ جو ضبود کی بات پر گڑ بڑا کر فوراً

سے چینیج کرنے جا رہی تھی۔ یہ شادی جتنی اس کے لیے یادگار تھی اتنی عجیب بھی تھی۔

یہ تو شکر تھا کہ زیادہ لوگوں کو ابھی بلایا نہیں گیا تھا۔ بس چند خاص لوگوں کو شامل کیا گیا تھا۔ میڈیا والے بھی ذوالنورین کے اثر و رسوخ کی وجہ سے شادی میں گھس نہیں سکے تھے۔ جس پر دوحہ نے لاکھ شکر کیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میرے بیٹے کی خواہش جلد ہی پوری ہو گئی۔ اور کچھ؟؟" ذوالنورین نے ضبود کو خوشی کی نوید دیتے پوچھا تھا۔

"نہیں اور کچھ نہیں اب مجھے نیند آرہی ہے گڈنائٹ بابا" چہکتے چہرے کے ساتھ ذوالنورین کے ماتھے پر بوسہ دیتے ضبود باپ کی گود سے اتر اٹھا پھر ماں کے پاس گیا تھا۔

"گڈنائٹ ماما" دوحہ کے قریب رکھے ٹیبل پر چڑھ کر ضبود اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے باہر کی جانب بھاگ گیا تھا۔ اس کی معصوم حرکتوں پر وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔

"دوحہ کے ضرار کو اس کی دوحہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اتنی خوبصورت

کے ضرار کی آنکھیں اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھی۔ "ذوالنورین نے دوحہ کے قریب جھکتے سرگوشی کی تھی۔

"دوحہ کا ضرار بھی آج بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔" دوحہ شرمیلے لہجے میں نظریں جھکا دو بدوبولی تھی۔

"اچھا دوحہ نے کب دیکھا اپنے ضرار کو؟ وہ تو تمام وقت آج نظریں جھکائے ہوئے تھے" ذوالنورین ان خوبصورت براؤن آنکھوں کی چمک کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جسے دوحہ نے اپنی گھنیری پلکوں میں۔ چھپایا ہوا تھا۔ اسی لیے شرارت سے سنجیدہ لہجے میں چھڑتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ میں تب دیکھا تھا جب آپ مسکرا رہے تھے۔" ضرار کے سنجیدہ لہجے پر دوحہ نے تیزی سے کہا تھا لیکن پھر ذوالنورین کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر وہ گڑبڑا کر نظریں پھرتی ذوالنورین کے سینے میں منہ چھپاتی بولی تھی۔

"آپ جانب بوجھ کر مجھے تنگ کر رہے ہیں؟"

"ہا ہا ہا جانان میری اتنی مجال کے میں اپنی دوحہ کو تنگ کروں؟؟؟ نانا نا۔۔۔ ایسا تو میں

خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا"

"اچھا تو ابھی جو تنگ کیا وہ کیا تھا۔" دوحہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے روعب سے پوچھا تھا۔

"تنگ تو ابھی ہم نے کیا ہی نہیں۔۔ اس کے لیے آپ کی اجازت درکار ہے۔ اگر دیں تو آپ کو بتائیں گے اصل تنگ کرنا کسے کہتے ہیں" ذوالنورین نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔

"آپ مجھے پریشان کریں گے؟" دوحہ نے بات کو سمجھنے کے باوجود شرارت سے کہا تھا۔

"دوحہ ذوالنورین ضرار آغا آپ میری محبت کی ابتدا بھی ہیں اور محبت کی انتہا بھی ہیں۔۔ مجھے یہ نہیں پتہ کہ مجھے آپ سے عشق ہے یا نہیں لیکن اتنا ضرور پتا ہے کہ میرے لیے آپ کے بغیر جینا ناممکن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کی ہر صبح آپ کے چہرے سے دیکھ کر کروں اور ہر شام میری آنکھ آپ کے چہرے کو دیکھتے بند ہو۔۔"

"دوحہ کیا آپ اپنے ضرار کی دنیا سے لے کر جنت تک ساتھی بننے کا سفر طے کریں

گی "ذوالنورین نے دوحہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پوچھا تھا۔

"ہاں میں آپ کے ساتھ دنیا سے جنت سے آگے کا سفر بھی تہہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں جنت میں آپ کی ہم سفر بھی میں ہی بنوں۔ کسی حور کو بھی آپ کے پاس نہ آنے دوں" دوحہ نے شدت پسندی سے کہتے ذوالنورین کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسے اپنے لبوں سے لگایا تھا۔ پھر اس خوبصورت سفر کا آغا انہوں نے دور کعت شکرانے کا نفل ادا کر کے کیا تھا۔

اس رات دو محبت کرنے والوں کی بل آخر تکمیل ہوئی تھی۔ محبت نے اپنے در کھول کر ان پر اپنی خاص کرم نوازی کی تھی۔

یاد رکھیں آزمائش ہمیشہ اللہ کے چننے ہوئے بندوں کو دی جاتی ہے۔ جس کو پاس کرنے کے لیے ایک کڑے حوصلہ اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اس میں کامیاب ہوتے ہیں وہ دوحہ اور ذوالنورین کی طرح قسمت کے سکندر ہوتے ہیں۔

@ @ @ @ @ @ @ @ @ @

♥ ختم شدہ ♥

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی

ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ

کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے

ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE.COM

Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین